إِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

www.KitaboSunnat.com

قرآنًا عجبًا

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

وَمَآ اُبَرِّئُ - 13

نگہت ہاشمی

النور
ALNOOR-PUBLICATIONS

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

وَمَآ اُبَرِّئُ -13

نگہت ہاشمی

AL-NOOR PUBLICATIONS
النور

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : قُرْآنًا عَجَبًا (پارہ: 13)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2020ء

طبع دوم : نومبر 2021

طبع سوم : نومبر 2023

تعداد : 1100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 59-C2، فیروز پور لنک روڈ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ: www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، کوٹ عبدالمالک انٹرچینج، لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

الحمدلله رب العلمین والصلاۃ والسلام علی النبي الکریم وعلی آلہ وصحبہ أجمعین.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آکے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: **«أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ»** ''لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ: 906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ''قرآن مجید'' کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: **«خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ»** ''تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' (صحیح البخاری: 5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ''طالب علم'' کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنًا عجبًا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہوگی۔ **وللہ الحمد!**

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنًا عجبًا» کی صورت میں ''گھر گھر تک، دنیا بھر تک'' پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ''قرآن مجید'' کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ''رب'' کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ــــ دوسروں کو سکھائیں   خود پڑھیں ــــ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آئیے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: **فائزہ خان** (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

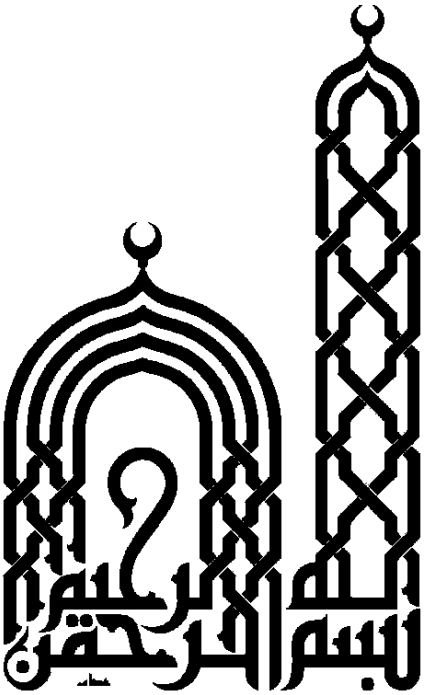

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ

''اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی، بلاشبہ نفس تو یقیناً برائی کا حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے، یقیناً میرا رب

اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے''(53)

سوال1: نفس برائی پر آمادہ کرتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَآ ... بِالسُّوْٓءِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ﴾ ''اور میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی'' عزیز مصر کی بیوی نے اعتراف کیا کہ میں اپنے نفس کو بری الذمہ قرار نہیں دیتی۔ میں نے برائی کا ارادہ کیا، میں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کی کوشش کی۔ میں نے ان کے ساتھ برائی کی شدید خواہش رکھی، میں نے ہی سازشیں کیں اور انہیں قید خانے بھجوایا۔ ہاں وہ میں تھی جس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی پاک زندگی کو داغ دار کرنے کی کوشش کی، جس نے ان کی متاع گراں بہا، عمر عزیز کے قیمتی سال قید خانے کی نذر کر دیے۔ میں اپنے آپ کو بری نہیں کہتی۔

(2) اس کلام کا عزیز کی بیوی کا کلام ہونا ہی زیادہ قوی اور زیادہ ظاہر ہے اس لئے کہ اوپر سے انہی کا کلام چلا آ رہا ہے۔ (ابن کثیر:4/3)

(3)﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ﴾ ''بلاشبہ نفس تو یقیناً برائی کا حکم دینے والا ہے'' یعنی انسانی نفس برائی پر آمادہ کرتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:683) (4) نفس امارہ سے مراد وہ نفس ہے جو شہوات کی طرف مائل رہتا ہے۔ (سمرقندی:205/2)

(5) یعنی نفس انسان کو بہت کثرت سے برائی، یعنی بے حیائی اور دیگر تمام گناہوں کا حکم دیتا ہے۔ نفس شیطان کی سواری ہے اور شیطان نفس کے راستے سے انسان میں داخل ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1264/2)

(6) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک سوال فرمایا: ''ایسے رفیق کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس کا حال یہ ہو کہ اگر تم اس کا اعزاز و اکرام کرو، کھانا کھلاؤ، کپڑے پہناؤ تو وہ تمہیں بلاء اور مصیبت میں ڈال دے، اور اگر تم اس کی توہین کرو، بھوکا ننگا رکھو تو تمہارے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ برا تو دنیا میں کوئی ساتھی ہو ہی نہیں سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تمہارا نفس جو تمہارے پہلو میں ہے وہ ایسا ہی ساتھی ہے۔'' (قرطبی)

(7) نفس بنیادی طور پر انسان کے اندر دو قوتوں کو لیے ہوئے ہوتا ہے ایک غضب یعنی غصہ اور دوسری شہوت یعنی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

خواہشات۔ یہ دو چیزیں نفس کے اندر ہوتی ہیں۔ اگر عموماً دیکھیں تو نفس منفی انداز میں استعمال ہوتا ہے جیسے نفس امارہ۔ اگر عام طور پر نفس کے لفظ کو استعمال کریں کہ میرا نفس مجھے یہ کہتا ہے تو یہ نفس مثبت انداز میں استعمال نہیں ہوتا حالانکہ اس کا مثبت استعمال بھی ہے جیسے نفس مطمئنہ۔ اطمینان والی جان کے لیے جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ بھی نفس ہی کا ہے لیکن دو قوتیں جو کام کرتی ہیں غضب اور شہوت کی، وہ نفس کی علامتیں ہیں۔ ان چیزوں کا استعمال نفس کو یا تو امارہ بنائے گا یا لوّامہ یا مطمئنہ۔ وہ دو قوتیں کون سی ہیں؟ قوت غضب اور قوت شہوت۔ نفس بنیادی طور پر ان دو خصوصیات کی وجہ سے اپنے کمال کو بھی پہنچتا ہے اور اس کو زوال بھی آتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک انسان کے دل پر شیطان کا قبضہ ہو جاتا ہے اور وہ ایسے غصے میں آتا ہے جس کو وہ کنٹرول نہیں کر سکتا۔ اس غصے پر کنٹرول نہ ہونے کی وجہ سے اس سے برائیاں سرزد ہوتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان نے اپنے نفس کو ابلیس کے ہاتھ میں دے دیا، سونپ دیا۔ اب برائی کا حکم ہے جو اس کی جانب سے آ رہا ہے کیونکہ انسان یا تو اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر سکتا ہے یا شیطان کے۔ جب انسان کے اندر غضب کی آگ بھڑکتی ہے تو اس کی وجہ سے وہ شیطان کے ہاتھ میں کھلونا بن جاتا ہے جس سے وہ کھیلتا ہے اور ایسے ہی خواہشات کی محبت کا معاملہ ہے۔ انسان کی خواہشات سے شیطان کھیلتا ہے اور خواہشات کی وجہ سے اسے رب کے راستے سے دور لے جاتا ہے۔ نفس کی تین اقسام ہیں: نفس امارہ، نفس لوّامہ اور نفس مطمئنہ۔ نفس امارہ سرکش نفس ہے جو اپنے غضب کو، شہوت کو کنٹرول نہیں کرتا اور لوّامہ وہ ہے جو غضب اور شہوت کی قوتوں کو کبھی صحیح استعمال کر لیتا ہے، کبھی غلط اور جب غلط استعمال ہوتا ہے تو اس پر پچھتاوا ہوتا ہے۔ جب صحیح جگہ پر استعمال نہیں ہوتا تب بھی اسے پچھتاوا ہوتا ہے۔ (نفس، روح، قلب، عقل)

سوال 2: نفس کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: نفس انسانی کی تین قسمیں ہیں: (1) نفس مطمئنہ: اطمینان والی جان، جو نفس اپنی اصل پر لوٹ آئے، مطمئن ہو جائے (2) نفس لوّامہ: غلطی کرنے والا نفس، جو نیکی کرنا چاہتا ہے لیکن غلطی کر بیٹھتا ہے اور پھر پچھتاتا ہے۔ حسرت، ندامت اور افسوس اس نفس کا خاصہ ہے۔ یہ ملامت کرنے والا نفس ہے۔

(3) نفس امارہ: سرکشی کا حکم دینے والا نفس، فطرت کے بالکل خلاف، انسانیت سے بالکل متضاد دوسرے کنارے پر جا کے کھڑا ہونے والا، اپنے رب کے حکم سے سرتابی کرنے والا۔ اگر لفظ سرکش کو دیکھیں تو ''کش'' کا مطلب ہے ''اٹھانا'' اور سرکش وہ ہے جو اپنے رب کے سامنے سر اٹھا لیتا ہے۔ اگر ہم اسے نفس امارہ کہیں تو یہ وہ نفس ہے جو برائی کا حکم دیتا ہے، جہاں سے ہر وقت وسوسے اور شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ انسان ہر وقت ایک مسئلے، ایک آزمائش کا شکار رہتا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوراس کا دل رب کی بات پر نہیں ٹھہرتا۔نفس کی تین اقسام ہیں۔یہ بنیادی طور پر ایک سفر ہے۔یہ سفر کیسے جاری رہتا ہے؟ ایک cyclical process ہے۔ایک طرف تو انسان نفس امارہ سے نفس لوّامہ اور نفس مطمئنہ تک کا سفر کرسکتا ہے اور دوسری طرف نفس مطمئنہ سے نفس لوّامہ اور نفس امارہ کا سفر کرلیتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ انسان کے اندر کی قوت ہے۔اگر تقویٰ کی قوت بڑھتی جائے تو یہ سفر نفس مطمئنہ کی جانب ہے اور اگر فجور کی قوت بڑھتی جائے تو اس کا مطلب ہے تقویٰ کی قوت کمزور پڑ گئی۔فجور کی قوت بنیادی طور پر انسان کے اندر سرکشی کا جذبہ ابھارتی ہے اور انسان سے نفس امارہ کی طرف کا سفر کرواتی ہے۔(ملامت سے اطمینان تک)

سوال3:نفس امارہ،نفس لوّامہ اور نفس مطمئنہ کے کیا کام ہیں؟

جواب:(1)نفس امارہ:نفس امارہ سرکشی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیتا ہے۔اس کا بنیادی کام فسوق ہے۔نفس امارہ کی خصوصیات میں سے دوسری چیز شرک ہے۔(الاساس:5/2665،2666)

(2)نفس لوّامہ:اس شخص کا نفس نفس لوّامہ ہوسکتا ہے اور ملامت کرسکتا ہے جو اپنے معاملات کو کم از کم اللہ تعالیٰ کے سپرد ضرور کردے۔اس نے اسلام ضرور قبول کیا ہوا ہو،اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا سیکھ لے،اس کے اندر کی دنیا، اندر کے معاملات اور اندر کے احساسات یہ ہوں کہ میرا کوئی معاملہ میری وجہ سے نہیں بلکہ میرے رب کی وجہ سے سدھرے گا اس لئے میرا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے ﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (۱) وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ (۲)﴾ ''میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی!اور میں قسم کھاتا ہوں بہت ملامت کرنے والے نفس کی!'' (القیامہ:2،1)

(3)نفس مطمئنہ:نفس مطمئنہ کا معاملہ انسان کے اندر کب شروع ہوتا ہے؟اطمینان والی جان کیا کام کرتی ہے کہ اس کے اندر اطمینان اترتا ہے؟احسان۔جو انسان رب کی طرف نظریں لگانا سیکھ لے اور رب کی نظروں کو محسوس کرنا شروع کرلے یعنی امید اور خوف کے بین بین رہے تو اس کا نفس مطمئن ہونا شروع ہوجاتا ہے۔پھر وہ رب کی رضا پہ راضی رہنا شروع ہو جاتا ہے۔رب کے خوف سے اس کے ناپسندیدہ کام چھوڑنے شروع کردیتا ہے۔یہ سفر ہے وصول الی اللہ کا،اطمینان کا، فطرت کا۔﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۲۷) ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (۲۸) فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ (۲۹) وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (۳۰)﴾ ''اے اطمینان والی جان!اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ،راضی ہونے والی، پسند کی ہوئی ہو۔ چنانچہ میرے بندوں میں شامل ہوجاؤ۔اور میری جنت میں داخل ہوجاؤ۔'' (الفجر:27-30) آپ نے اپنی ذات کے لیے جو کام شروع کرنا ہے اس میں پہلی بات یہ ہے کہ تشخیص کریں کہ آپ اس وقت کہاں ہیں؟اور دوسری بات یہ کہ ٹارگٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنائیں جانا کہاں ہے؟ سفر کس طرف کو کرنا ہے؟ (ملامت سے اطمینان تک)

سوال 4: کیا کام ہوتا ہے جس کی وجہ سے کوئی نفس نفس امارہ بنتا ہے؟

جواب: نفس پر کون کام کرتا ہے؟ مثال کے طور پر اگر نفس امارہ کو دیکھیں تو اس پر کس کا قبضہ ہوتا ہے؟ شیطان کا۔ شیطان انسان سے کیا کام کرواتا ہے؟ جادو، فسق، نافرمانی کے کام اور انسان شیطانی اغوا کا شکار ہو جاتا ہے۔ شیطان انسان کی سوچ handle کر لیتا ہے اور اس کے اندر کبر اور غرور بھر جاتا ہے جس کی وجہ سے دو خصوصیات پیدا ہوتی ہیں ظلم اور جہالت۔ (ملامت سے اطمینان تک)

سوال 5: نفس انسان کو کیسے بدی پر اکساتا ہے؟

جواب: (1) انسان کا دشمن شیطان جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، وہ انسان کو وسوسے ڈال کر اکساتا ہے۔'' (بخاری) گویا وسوسہ ڈالنے کا عمل شر کا آغاز ہے۔ (ملامت سے اطمینان تک)

(2) دل ایک قلعہ کی طرح ہے۔ اس قلعے کی بیرونی دیواریں ہیں اور اس میں دروازے لگے ہوئے ہیں۔ مزید اس میں شگاف اور رخنے بھی بنے ہوئے ہیں۔ اس قلعے میں عقل رہائش پذیر ہے اور فرشتے اس قلعے میں بکثرت آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس قلعے کے باہر ایک طرف ایک اور پناہ گاہ بھی موجود ہے جس میں خواہش رہتی ہے۔ اس پناہ گاہ میں شیاطین بلا روک ٹوک آتے جاتے رہتے ہیں۔ اہل قلعہ اور اہل پناہ گاہ کے مابین لڑائی ہوتی رہتی ہے اور شیاطین مسلسل قلعے کے گرد گرد قلعے کے محافظوں کی غفلت اور کسی شگاف کے ذریعے اندر داخل ہونے کی تلاش و فکر میں چکر لگاتے رہتے ہیں۔ لہٰذا قلعے کے محافظوں کو چاہیے کہ قلعے کے ان تمام دروازوں کی اور تمام شگافوں کی پوری پوری نگہبانی اور حفاظت رکھیں جن کی ذمہ داری ان کے سپرد کی گئی ہے اور ایک لحظہ اور لمحہ کے لیے بھی پہرے داروں کو پہرے داری اور نگہبانی سے سستی نہیں کرنی چاہیے کیونکہ دشمن کسی وقت بھی سستی اور غفلت نہیں دکھا رہا۔

(3) ایک آدمی نے حسن بصری سے دریافت کیا: کیا ابلیس بھی سوتا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا: ''اگر وہ سو جائے تو ہمیں راحت نہ مل جائے؟'' (4) یہ قلعہ ذکر سے منور اور ایمان سے روشن رہتا ہے۔ اس میں ایک ایسا پالش شدہ آئینہ نصب ہے جس میں ہر گزرنے والے کی تصویر با آسانی دیکھی جا سکتی ہے۔

(5) شیطان قلعے پر حملہ آور ہونے سے قبل بیرونی پناہ گاہ میں بیٹھ کر دھواں ہی دھواں بنا دیتا ہے جس سے قلعے کی دیواریں کالی سیاہ ہو جاتی ہیں، اور آئینہ دھندلا جاتا ہے۔ کثرت غور و فکر سے وہ دھواں ختم ہو جاتا ہے اور ذکر الٰہی کی پالش سے آئینہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روشن اور صاف ہوتا ہے۔

(6) دشمن کے حملہ آور ہونے کے مختلف انداز ہیں: بعض اوقات تو وہ حملہ کرتے ہی قلعے میں داخل ہو جاتا ہے لیکن دروازے کے نگہبان اور محافظ اس پر بھرپور جوابی کاروائی کر کے اسے بھاگنے پر مجبور کر دیتے ہیں، اور کبھی وہ قلعے میں داخل ہو کر حیران و سرگرداں ہی کر ڈالتا ہے، اور نگہبان کی غفلت کی بنا پر وہ اندر قیام بھی کر لیتا ہے، اور بعض اوقات دھوئیں کو چلانے والی اور دھکیلنے والی ہوا ہی تھم جاتی ہے، قلعے کی دیواریں کالی بھجنگ ہو جاتی ہیں۔ آئینہ دھوئیں سے اٹ جاتا ہے۔ تو ایسی صورت حال میں شیطان اس طرح قلعے میں گھس جاتا ہے کہ کسی کو خبر تک نہیں ہوتی اور بعض اوقات محافظ اپنی غفلت اور سستی کی بنا پر زخم خوردہ بھی ہو جاتے ہیں اور قیدی بن کر ان کے آلہ کار بھی بن جاتے ہیں اور شیطان ادھر قیام کر کے خواہش نفسانی کی موافقت میں کئی نئے حیلے بھی دریافت کرنے لگتا ہے یا اس کی مدد اور اعانت ہی کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔ اور بعض اوقات شر اور شرارت کا فقیہ ہی بن جاتا ہے۔ سلف میں سے کسی نے فرمایا ہے: میں نے شیطان کو دیکھا، اس نے مجھے یوں کہا: پہلے میں لوگوں کو ملتا تھا اور ان کو تعلیم دیا کرتا تھا۔ اب صورت حال اس کے برعکس ہو گئی ہے، کہ میں لوگوں کو ملتا ہوں لیکن میں خود ان سے سیکھتا ہوں۔

(7) بعض دفعہ شیطان کسی ہوشیار، باخبر، سمجھ دار آدمی پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس کے پاس خواہشات کی دلہن ہوتی ہے، جسے اس نے بناؤ سنگھار اور میک اپ کیا ہوتا ہے۔ وہ سمجھ دار اور ذہین و فطین آدمی اس کو دیکھنے میں مشغول ہو جاتا ہے، تو اسی اثناء میں شیطان اسے اپنا قیدی بنا لیتا ہے۔

(8) شیطان کا سب سے مضبوط پھندا جس سے وہ اسیروں اور قیدیوں کو مضبوطی سے باندھتا ہے وہ جہالت ہے۔ درمیانے درجے کا پھندا خواہش نفسانی اور اس کا کمزور ترین حربہ غفلت ہے۔ جب تک ایمان والے پر ایمان کی زرہ رہتی ہے دشمن کا کوئی تیر بھی کارگر نہیں ہوتا بلکہ نشانے پر لگتا ہی نہیں ہے۔

(9) حسن بن صالح نے فرمایا ہے: ''شیطان بندے کے لیے نیکی کے ننانوے دروازے کھولتا ہے ان تمام سے شیطان برائی کا ایک دروازہ کھولنا چاہتا ہے۔''

(10) اعمش بیان کرتے ہیں ہم سے اس آدمی نے بیان کیا جو جنوں سے باتیں کیا کرتا تھا، ان جنوں کا کہنا تھا: ہمارے لیے سنت کے پیروکار سے بڑھ کر کوئی آدمی زیر کرنا مشکل نہیں ہے۔ رہے یہ خواہش و ہوا کے صاحبان ہم تو ان سے جیسے چاہتے ہیں کھیلتے رہتے ہیں۔ (تلبیس ابلیس: ابن جوزی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی کریم ﷺ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے اٹھ کر چلے گئے، مجھے اس پر غیرت آئی۔ پس آپ ﷺ تشریف لائے اور میرا حال دیکھا تو فرمایا: ''اے عائشہ! تجھے کیا ہوا؟ کیا تجھے غیرت آئی؟'' میں نے عرض کیا: مجھے کیا ہے کہ مجھ جیسی عورت کو آپ ﷺ جیسے مرد پر غیرت نہ آئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تیرے پاس تیرا شیطان آیا؟'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!'' میں نے کہا: کیا ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ کے ساتھ بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں لیکن میرے رب نے اس کے خلاف میری مدد کی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گیا۔'' (صحیح مسلم:7110)

(12) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایک جن (یعنی شیطان) اور ایک فرشتہ مقرر کیا ہے۔'' لوگوں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ کے ساتھ بھی شیطان ہے)؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں! میرے ساتھ بھی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلہ میں میری مدد کی ہے اور وہ مطیع ہو گیا، چنانچہ وہ مجھے نیکی کے سوا کوئی بات نہیں کہتا۔'' (مسلم:7108)

(13) سبرہ بن ابی فاکہہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''شیطان ابن آدم کو بہکانے کے لیے اس کے راستوں میں بیٹھا۔ کبھی وہ اسلام کے راستہ سے سامنے آیا، کہا: تم اسلام لاتے ہو؟ اپنے دین کو، اپنے باپ کے دین کو اور اپنے دادا کے دین کو چھوڑ رہا ہے؟ (یہ اچھی بات نہیں) لیکن انسان نے اس کی بات نہیں مانی اور اسلام لے آیا۔ پھر وہ ہجرت کے راستے سے اسے بہکانے کے لیے بیٹھا، کہا: تم ہجرت کر رہے ہو؟ تم اپنی زمین اور اپنا آسمان چھوڑ کر جا رہے ہو، مہاجر کی مثال لمبی رسی میں بندھے گھوڑے کی مثال ہے (جو رسی کے دائرے سے باہر کہیں آ جا نہیں سکتا)، لیکن اس نے اس کی بات نہیں مانی (اس کے بہکانے میں نہیں آیا) اور ہجرت کی، پھر وہ انسان کو جہاد کے راستے سے بہکانے کے لیے بیٹھا۔ کہا: تم جہاد کرتے ہو؟ یہ تو جان و مال کو کھپا دینا اور ضائع کر دینا ہے تم جہاد کرو گے تو قتل کر دیئے جاؤ گے، تمہاری بیوی کی شادی کر دی جائے گی اور تمہارا مال بانٹ دیا جائے گا، لیکن اس نے اس کی بات نہیں مانی اور جہاد کیا۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایسا کیا اس کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق بنتا ہے کہ وہ اسے (اپنی رحمت سے) جنت میں داخل فرمائے، اور جو شخص (اس راہ میں) شہید ہو گیا اللہ تعالیٰ پر ایک طرح سے واجب ہو گیا کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائے، اگر وہ (اس راہ میں) ڈوب گیا تو اسے بھی جنت میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ پر اس کا حق بنتا ہے، اگر اسے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی سواری گرا کر ہلاک کر دے تو بھی اللہ تعالیٰ پر اس کا حق بنتا ہے کہ اسے بھی (اپنے فضل وکرم سے) جنت میں داخل فرمائے۔'' (سنن نسائی:3136)

(14) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے کچھ لوگ رسول ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا کہ ہمارے دلوں میں وہ خیال گزرتے ہیں کہ جن کا بیان کرنا ہم میں سے ہر ایک کو بڑا گناہ معلوم ہوتا ہے (یعنی اس خیال کو کہہ نہیں سکتے کیونکہ معاذ اللہ! وہ خیال کفر یا فسق کا خیال ہوتا ہے جس کا منہ سے نکالنا مشکل معلوم ہوتا ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم کو ایسے وسوسے ہوتے ہیں؟'' لوگوں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو عین ایمان ہے۔'' (مسلم:340)

سوال 6: اگر کوئی نفس امارہ سے نفس لوامہ تک کا سفر کرنا چاہے تو وہ کیا کرے؟

جواب: (1) ایسے انسان کو بہت شدید اور بہت سخت قسم کا مجاہدہ کرنے کی ضرورت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے بیان کیا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ان غلطیوں کو معاف کیا ہے جن کا صرف دل میں وسوسہ گزرے یا دل میں اس کے کرنے کی خواہش پیدا ہو۔ مگر ان کے مطابق عمل نہ ہو اور نہ بات کی ہو۔'' (صحیح بخاری:6664)

(2) نبی ﷺ سے وسوسے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ تو محض ایمان ہے۔'' (خالص ایمان) (صحیح مسلم:342) (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا﴾ ''پھر اس کی بدی اور اس کا تقویٰ اس کے دل میں ڈال دیا۔'' (الشمس:8)

(4) نبی ﷺ سے کسی نے پوچھا تھا گناہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ﴿مَا حَاكَ فِيْ صَدْرِكَ﴾ ''جو تیرے سینے میں کھٹک پیدا کر دے جسے تم لوگوں کے سامنے کرنے سے کتراؤ اور اکیلے میں کر لو۔'' (مسلم:6516)

(5) یہاں پر دو باتیں پتہ چلتی ہیں کہ: (i) کھٹک انسان کو پہلے آگاہ کرتی ہے۔ (ii) انسان اجتماعی ماحول کے اندر ایسا کام کرنے سے گریز کرتا ہے۔ یعنی ماحول اس کے لیے مددگار ثابت ہوتا ہے، دوسرے انسان اندر سے اٹھنے والے سوال کا جواب دے سکتا ہے، اس پہ کان دھر سکتا ہے لیکن جس وقت وہ اس پر کان نہیں دھرتا، دبا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس دبانے کے بارے میں فرمایا: ﴿وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا﴾ ''اور یقیناً نامراد ہوا وہ جس نے اسے مٹی میں دبا دیا۔'' (الشمس:10)

(6) جس نے اندر سے اٹھنے والی نیکی اس پکار کو، کھٹک کو دبا دیا وہ نامراد ہو گیا، اسی طرح سے دوسرا رویہ بھی انسان اختیار کر سکتا ہے، اگر انسان عین اس موقع پر، اس کھٹک پر محتاط ہو جاتا ہے اور برائی کرنے سے رک جاتا ہے تو یہ رکنا کیا ہے؟ اپنے آپ کو برائی سے پاک کرنا۔ تزکیہ کرنا۔ اسی کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یقیناً کامیاب ہوگیا وہ جس نے اسے پاک کیا۔'' (الشمس:9) کھٹک پیدا ہوئی اور انسان نے اس کھٹک کی وجہ سے اپنے آپ کو برائی سے پاک کرلیا تو وہ کامیاب ہے۔ اس میدان میں کامیابی کے لیے بڑی بات تو اللہ تعالیٰ کی مدد ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے دو بڑے خاص راستے ہیں۔

(7) پہلی چیز جیسے رب العزت نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا کہ اگر نفس اکسائے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لو۔ ﴿وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ﴾ ''اور اگر شیطان کی طرف سے آپ کو کوئی اکساہٹ ابھار دے تو آپ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کریں۔'' (الاعراف:200)

(8) دوسری چیز: اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنا مسنون طریقے سے، جیسے رسول اللہ ﷺ نے مدد مانگی، نبی ﷺ اپنے اکثر خطبات کے آغاز میں نفس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے تھے آپ ﷺ کے الفاظ ہیں: ﴿وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا﴾ ''اور ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفسوں کے شر سے اور اپنے برے اعمال کے شر سے'' اور اسی طرح سے نبی ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ﴾ ''اے اللہ میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں پھر مجھے میرے نفس کے حوالے ایک لمحے کے لیے نہ کرنا۔ میرے حالات کی اصلاح کر دینا تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔'' (ابوداؤد:5090)

سوال 7: نفس کی شرارتوں سے کون بچتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِلَّا مَا رَحِمَ ... رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ﴾ ''مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے'' نفس کی شرارتوں سے وہی بچتا ہے جس پر رب کی رحمت ہو۔

(2) یعنی انسان کا نفس تو شیطان کی سواری ہے۔ شیطان نفس کے راستے ہی انسان کے اندر داخل ہوتا ہے مگر جس پر رب کی رحمت ہو۔

(3) یعنی جسے رب تزکیہ کی توفیق دے دے اور نفس کی تطہیر کے لیے ایمان اور اعمال صالحہ کی توفیق دے دے تاکہ نفس امارہ، نفس مطمئنہ بن جائے، وہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ (ایسر التفاسیر:683،684)

(4) یعنی اسے اس کے نفس امارہ سے نجات دے دے اور اس طرح اس کا نفس امارہ نفس مطمئنہ میں بدل جائے۔ ہلاکت کے داعی کی نافرمانی کر کے ہدایت کے داعی کی آواز پر لبیک کہے۔ اس میں نفس کا کوئی کمال نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے پر بے انتہا فضل و کرم اور اس کی بے پایاں رحمت ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1264)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) یعنی جس پر میرا رب رحم کرے اور اس کو بچالے تو وہ نفس کی اطاعت نہیں کرتا بلکہ اس کا مقابلہ کرتا ہے اسی جہاد نفس کی وجہ سے اس کو ملائکہ پر برتری حاصل ہو جاتی ہے۔ (تفسیر مظہری:6/109)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، مجھے کوئی کلمات سکھائیے جسے میں صبح اور شام پڑھا کروں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ دعا پڑھا کرو: ﴿اَللّٰهُمَّ! فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ، عَالِمَ الْغَيْبِ، وَالشَّهَادَةِ، رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَمَلِيْكَهُ اَشْهَدُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهِ﴾ ''اے اللہ! ہر غیب اور حاضر کو جاننے والے! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! ہر چیز کے پروردگار اور مالک! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اپنے نفس کے شر سے، شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے۔'' (ترمذی:3392)

(7) ﴿اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ﴾ ''یقیناً میرا رب بے حد بخشنے والا ہے'' جو بھی نادم ہو کر رب کے سامنے جھک جائے وہ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ (8) وہ غفور ہے توبہ کر کے لوٹ آنے والے کو بخش دیتا ہے۔

(9) ﴿رَّحِيْمٌ﴾ ''نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر کے اور اسے نیک اعمال کی توفیق عطا کر کے اس پر رحم کرتا ہے۔ ان آیات کریمہ کی تفسیر میں قرین صواب یہی ہے کہ یہ عزیز مصر کی بیوی کا قول ہے سیدنا یوسف علیہ السلام کا نہیں، کیونکہ یہ بات عورت کے کلام کے سیاق میں آئی ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام تو اس وقت قید میں تھے۔ (تفسیر سعدی:2/1264، 1265)

(10) یہ انقلاب، انسان کی ذات میں، اس کے بطون میں اندھیرے کا نور سے بدل جانا صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی ممکن ہے۔ یہ عورت مومن بن چکی ہے اور اعلان کرتی ہے کہ وہ رب جس نے مجھے ڈوبنے سے اس وقت بچایا جب میں ڈوبنے کے بالکل قریب تھی، واقعی خطاؤں کا بخشنے والا اور نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ (تعارف الفرقان:88)

(11) یہاں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ عزیز مصر کی بیوی جناب یوسف علیہ السلام کے شب و روز سے بے خبر نہ تھی وہ ہر لمحے کی خبر رکھتی ہوگی۔ اسے یہ خبر بھی مل چکی تھی کہ جناب یوسف زنداں میں اللہ تعالیٰ کے دین کی، توحید کی اور تقویٰ کی دعوت دے رہے ہیں۔ وہ اس دعوت پر ایمان لے آئی اور ''هيت لك'' کہنے والی یہ کہنے لگی: ﴿اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ جب گناہ گار یہ لفظ کہتا ہے تو سارے وجود کی صداقت ان میں سمٹ آتی ہے۔ یقیناً عزیز مصر کی بیوی توبۃ النصوح کر چکی تھی اور اللہ تبارک وتعالیٰ یہاں یہی بتانا چاہتا ہے۔ (تعارف الفرقان:88)

(12) ﴿اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ سے بندے اور رب کے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے کہ بندہ کیسے خطائیں کرتا ہے، گناہوں میں آلودہ ہو جاتا ہے لیکن رب کی رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے تو وہ اپنی خطاؤں کی معافی مانگ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاف کر دیتے ہیں۔

﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ

''اور بادشاہ نے کہا: ''اس کو میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے لیے خالص کرلوں۔'' پھر جب اس نے اس سے بات کی تو کہا:

لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ﴾

بلاشبہ آج سے آپ ہمارے ہاں صاحب اقتدار، امانت دار ہیں'' (54)

سوال 1: بادشاہ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو کب اور کیوں طلب کیا تھا، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ ... لِنَفْسِيْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ﴾ ''اور بادشاہ نے کہا:'' جب تحقیق کرنے کے بعد بادشاہ پر سیدنا یوسف علیہ السلام کا علم، ان کے کردار کی بلندی اور پاک دامنی واضح ہوگئی تو اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو بلانے کے لیے قاصد سے کہا۔

(2) ﴿ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ﴾ ''اس کو میرے پاس لاؤ کہ میں اسے اپنے لیے خالص کرلوں'' بادشاہ نے انہیں بلوایا تاکہ وہ انہیں اپنا ذاتی دوست اور مشیر بنالیں۔ شاہ مصر نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو عزت اور احترام کے ساتھ لانے کا حکم دیا۔

سوال 2: بادشاہ نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے گفتگو کرنے کے بعد جو اعلان کیا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... اَمِيْنٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا كَلَّمَهٗ﴾ ''پھر جب اس نے اس سے بات کی'' شاہ مصر نے جب سیدنا یوسف علیہ السلام سے گفتگو کی تو اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی فراست، دانائی، دور اندیشی، علم، کمال اور حسن اخلاق کو پہچان لیا تھا۔ اس لیے انہیں اپنا خاص مشیر بنانا چاہتا تھا۔

(2) ﴿قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ﴾ ''بلاشبہ آج سے آپ ہمارے ہاں صاحب اقتدار، امانت دار ہیں'' شاہ مصر کے نزدیک سیدنا یوسف علیہ السلام کی قدر و منزلت اور وقعت زیادہ ہوگئی تو اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہمارے یہاں عزت و احترام والے، بلند مرتبہ اور معتبر ہیں۔ آپ ہمارے رموز مملکت کے اور رازوں کے امین ہیں۔

﴿قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ﴾

''یوسف نے کہا: ''مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کردیں یقیناً میں پوری طرح حفاظت کرنے والا، خوب جاننے والا ہوں'' (55)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: بادشاہ کے اعلان پر سیدنا یوسف علیہ السلام نے جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ﴾ "یوسف نے کہا: "مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیں" سیدنا یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے کہا کہ اگر آپ مجھے امین اور عزت و احترام کے قابل سمجھتے ہیں تو مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے۔ (2) میں امین ہونے کی وجہ سے اپنی اس ذمہ داری کو پوری امانت اور دیانت سے ادا کروں گا۔ میں خزانوں کی نگرانی بھی کروں گا اور اپنے علم کے مطابق ایسی تدابیر اختیار کروں گا جس کی وجہ سے قحط کی تباہیوں سے مصر کو بچا ئیں گے۔ (3) لفظ ﴿خَزَآئِنِ الْاَرْضِ﴾ زمین کے خزانے سے مراد روپیہ اور غلوں کے خزانے نہیں ہیں بلکہ سلطنت کے تمام ذرائع آمدنی و پیداوار ہیں۔ قرآن حکیم میں خزائن کا لفظ عموماً اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: ﴿وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ "اور آسمان و زمین کے کل خزانے اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں۔" (ابن کثیر) (اشرف الحواشی: 1/291) (سورۃ المنافقون: 7) (4) سیدنا یوسف علیہ السلام نے عوام کے فائدے کے لیے بادشاہ سے مطالبہ کیا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام بادشاہ کے خواب کی تعبیر کی وجہ سے یہ جانتے تھے کہ عنقریب قحط سالی کے دن آنے والے ہیں اور ان دنوں کے لیے مناسب انتظامات کرنے کی ضرورت ہے سو انہوں نے خزانے اپنے ہاتھ میں لینے کی خواہش ظاہر کی۔

(5) ﴿اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ﴾ "یقیناً میں پوری طرح حفاظت کرنے والا، خوب جاننے والا ہوں" یعنی جس چیز کا آپ مجھے نگران بنائیں گے میں اس کی حفاظت کروں گا، اس میں سے کچھ بھی بے محل استعمال ہو کر ضائع نہیں ہوگی، میں ان محاصل کے داخل خارج کو منضبط کر سکتا ہوں۔ میں ان کے انتظام کی کیفیت کا پورا علم رکھتا ہوں۔ میں یہ بھی خوب جانتا ہوں کہ کسے عطا کرنا ہے کسے محروم رکھنا ہے اور ان میں تصرفات کی پوری طرح دیکھ بھال کر سکتا ہوں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کی طرف سے اس عہدے کا مطالبہ، عہدے کی حرص کی وجہ سے نہ تھا، بلکہ نفع عام میں رغبت کی وجہ سے تھا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے بارے میں اپنی کفایت اور حفظ و امانت کے متعلق جو کچھ جانتے تھے وہ لوگ نہیں جانتے تھے۔ بنا بریں سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں زمین کے محاصل کے خزانوں کے انتظام پر مقرر کر دے۔ چنانچہ بادشاہ نے انہیں زمین کے محاصل کے خزانوں کا والی اور منتظم مقرر کر دیا۔ (تفسیر سعدی: 2/1265)

(6) ان دو لفظوں میں سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان تمام اوصاف کو جمع کر دیا جو ایک وزیر خزانہ میں ہونے چاہئیں کیونکہ پہلی ضرورت تو امین خزانہ کے لئے اس کی ہے کہ وہ سرکاری اموال کو ضائع نہ ہونے دے اور دوسری ضرورت اس کی ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں جس قدر خرچ کرنا ضروری ہے، اس میں کوتاہی نہ کرے۔ (معارف القرآن:5/88،89)

(7) سیدنا یوسف علیہ السلام نے عہدے کی طلب اس لئے کی تا کہ وہ ملک میں احکام الٰہیہ کا اجراء کریں، حق کو قائم کریں، عدل کا بول بالا کریں اور ان مقاصد کی تکمیل کریں جن کے لیے انبیاء کرام مبعوث کیے جاتے ہیں۔ (انوار البیان:3/105)

(8) جب انسان کو اپنی اہلیت پر اعتماد و یقین ہو اور کوئی دوسرا شخص قومی امانت کا بوجھ نہ اٹھا سکتا ہو تو اپنے آپ کو عہدہ کے لئے پیش بھی کر سکتا ہے۔ (ابن کثیر)

(9) صحابہ کرام سیدنا علی اور معاویہ اور سیدنا حسین اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ کے جو اختلافات پیش آئے وہ سب اسی پر مبنی تھے کہ ان میں ہر ایک یہ خیال کرتا تھا کہ اس وقت فرائض خلافت کو میں اپنے مقابل سے زیادہ حکمت و قوت کے ساتھ پورا کر سکوں گا، جاہ و مال کی طلب کسی کا مقصد اصلی نہ تھا۔ (معارف القرآن:5/91)

(10) کافر یا فاسق حکمران کی حکومت کا عہدہ قبول کرنا خاص حالات میں جائز ہے لیکن امام جصاص رحمہ اللہ نے آیت کریمہ ﴿فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ﴾ ''میں بھی اب ہرگز کسی گنہگار کا مددگار نہ بنوں گا'' کے تحت لکھا ہے کہ اس آیت کی رو سے ظالموں، کافروں کی اعانت کرنا جائز نہیں۔ (معارف القرآن:5/91) (سورۃ القصص:17)

﴿وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا

''اور اس طرح ہم نے اس سرزمین میں یوسف کو اقتدار دیا وہ اس میں جگہ بناتا تھا جہاں چاہتا تھا۔ ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی

مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

رحمت پہنچاتے ہیں اور نیکی کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے'' (56)

سوال: اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے اقتدار کا راستہ کیسے ہموار کیا، اس کی وضاحت ﴿وَكَذٰلِكَ... الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور اس طرح ہم نے اس سرزمین میں یوسف کو اقتدار دیا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے اقتدار کا راستہ ہموار کر دیا: (i) سیدنا یوسف علیہ السلام کو الزام سے بری کر دیا گیا۔ (ii) بادشاہ کے دل میں ان کی قدر و منزلت پیدا کی گئی۔ (iii) سیدنا یوسف علیہ السلام کے طلب کردہ عہدے پر انہیں فائز کر دیا گیا۔ یوں اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے لیے مصر کی سرزمین میں قدم جمانے ممکن کر دیے۔

(2) ﴿يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ﴾ ''وہ اس میں جگہ بناتا تھا جہاں چاہتا تھا'' اب انہیں اختیار تھا کہ وہ ملک میں جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہیں کریں، جہاں چاہیں رہیں۔ ایک وہ دور تھا کہ قید خانے میں زندگی محبوس تھی اور یہ دوسرا دور تھا جس میں سارا ملک، سارے خزانے ان کے قبضے میں تھے یوں وہ نعمتوں اور جاہ وجلال میں رہنے لگے۔

(3) اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو سلطنت مصر میں ہر قسم کے اختیارات حاصل تھے اور وہ ایک کافر بادشاہ کے وزیر اور ملازم نہ تھے۔ ہوسکتا ہے کہ بادشاہ (ریان بن ولید) نے از خود ہی زمام حکومت ان کے سپرد کردی ہو۔ (روح المعانی) (اشرف الحواشی: 291/1)

(4) ﴿نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ﴾ ''ہم جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں'' یعنی ہمارے احسان، رحمت اور نعمت کی وجہ سے سیدنا یوسف علیہ السلام کو یہ مقام ملا۔

(5) اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے، اپنی رحمت اور احسان سے جس پر چاہتے ہیں رحمتیں فرماتے ہیں۔

(6) اس سے اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ زمین پر ہونے والی تبدیلیوں کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا ارادہ کام کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مشکلات سے نکال کر آسانیوں میں لاتے ہیں، خوف کے بدلے امن عطا کرتے ہیں، قید سے نکال کر آزادی دیتے ہیں، لوگوں کے دلوں میں جگہ بناتے ہیں، پریشانیوں کے بدلے خوشیاں عطا کرتے ہیں۔

(7) ﴿وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور نیکی کرنے والوں کا اجر ہم ضائع نہیں کرتے'' اللہ تعالیٰ نیک انسانوں کا صلہ برباد نہیں کرتے۔ چونکہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے ظلم کی وجہ سے جلاوطنی اور عزیز مصر کی بیوی کی وجہ سے قید کی زندگی پر صبر سے کام لیا تھا، اس لیے صبر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں مصر پر حکمران بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ مخلص بندوں کا اجر ضائع نہیں کرتے اور سیدنا یوسف علیہ السلام کا شمار تو محسنین کے سرداروں میں ہوتا ہے۔

(8) سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اہل کتاب میں سے ایک شخص سے، جو مسلمان ہوگیا تھا، سنا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کی طرف وحی کی ''اے داؤد مصیبت پر صبر کر تجھے میری طرف سے مدد پہنچے گی۔'' میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر انسان نے صبر کے ذریعے ہی خیر سے حصہ پایا ہے۔ چاہے وہ نبی ہو یا کوئی اور ہو۔ منتصر بن بلال انصاری کے اشعار ہیں: ''کوئی بھی سخت دن ایسا نہیں (اگرچہ اس میں آنے والی مصیبت شدید ہو) جس کے بعد آسانی نہ آجاتی ہو اگر آدمی پر کسی دن ضرورت کا پورا کرنا مشکل ہو اور ضرورت اسے جکڑ لے تو وہ صبر کی چابی سے اسے کھولے۔''

ع 7 8 1

﴿وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾

''اور یقیناً آخرت کا اجر ان لوگوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے ہیں'' (57)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: ایمان اور تقویٰ والوں کے لیے آخرت کا اجر دنیا کی عطا سے بہتر ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَاَجْرُ ... يَتَّقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ﴾ ''اور یقینا آخرت کا اجر بہت ہی بہتر ہے'' یعنی آخرت کا اجر دنیا کی عطا سے بہتر ہے۔

(2) یعنی ایسے ایمان اور تقویٰ والے آخرت میں بڑا ہی انعام واکرام پائیں گے، دنیا میں اقتدار وتصرف ملا اور آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ بیان سے باہر ہے۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۳۹) وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ (۴۰)﴾ ''یہ ہماری عطا ہے سو احسان کر دیا روک رکھو، کوئی حساب نہیں ہے اور بلاشبہ اس کا ہمارے یہاں یقینا بڑا قرب ہے اور بہترین ٹھکانہ ہے۔'' (ص:39,40) (السراج المنیر: 1/187)

(3) ﴿لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق کی۔

(4) ﴿وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے ہیں'' یعنی وہ شرک سے بچتے رہے۔

(5) یعنی جن لوگوں میں تقویٰ اور ایمان جمع ہے۔ پس تقویٰ کے ذریعے سے حرام امور، یعنی کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کو ترک کیا جاتا ہے اور ایمان کامل کے ذریعے سے ان امور میں تصدیق قلب حاصل ہوتی ہے جن امور کی تصدیق کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور فرض ومستحب، اعمال قلوب اور اعمال جوارح، تصدیق قلب کی پیروی کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1266)

(6) مطلب یہ ہے کہ آدمی کو آخرت کی کامیابی کے لیے اصل کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ دنیا کا جاہ وجلال اور عزت وشہرت سب عارضی ہے اور آخرت کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔ (تیسیر الرحمن: 1/687)

﴿وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾

''اور یوسف کے بھائی آئے، پھر اس کے پاس داخل ہوئے تو اس نے انہیں پہچان لیا اور وہ اس کو پہچاننے والے نہ تھے'' (58)

سوال: اور برادران یوسف مصر پہنچ گئے، اس کی وضاحت ﴿وَجَآءَ ... مُنْكِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا یوسف علیہ السلام کے دور میں جب قحط کے دور کا آغاز ہوا تو فلسطین بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا۔ قحط کا اثر کنعان کے شہروں پر بھی پڑا جہاں سیدنا یعقوب علیہ السلام رہتے تھے۔

(2) ﴿وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ﴾ ''اور یوسف کے بھائی آئے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے جب مصر کی وزارت سنبھالی تو اپنے حسن تدبیر سے پہلے سات سالوں میں اناج کو محفوظ رکھا۔ پھر سات سالہ قحط کے دور میں انہوں نے غریبوں اور قحط زدہ لوگوں میں غلہ بانٹنا شروع کر دیا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس اناج کے لیے دور دراز سے لوگ آتے تھے اور وہ انہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیمت لے کر غلہ دیتے تھے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بھی بیٹوں کو اناج کے لیے مصر بھیجا۔ یوں برادران یوسف علیہ السلام بھی قیمت لے کر دس اونٹوں پر سوار ہو کر مصر کی طرف چل پڑے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا۔

(3)﴿فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ﴾ ''پھر اس کے پاس داخل ہوئے تو اس نے انہیں پہچان لیا'' جب دس بھائی سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے بھائیوں کو پہچان لیا۔

(4)﴿وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ﴾ ''اور وہ اس کو پہچاننے والے نہ تھے'' برادران یوسف علیہ السلام انہیں پہچان نہ پائے کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ جب انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکا اس کے بعد ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟

(5) اس وقت سیدنا یوسف علیہ السلام کی عمر بھی چھوٹی تھی اور اب وہ مصر کے تخت سلطنت کے مالک بن جائیں گے، یہ بات تو بھائیوں کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔

﴿وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي

''اور جب اس نے ان کے سامان کے ساتھ انہیں تیار کر دیا تو کہا: ''اپنے اس بھائی کو میرے پاس لانا جو تمہارے باپ سے

الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ﴾

ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو یقیناً میں پورا ماپ دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں'' (59)

سوال 1: سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے اگلی بار بنیامین کو بھی ساتھ لانے کا مطالبہ کر دیا، اس کی وضاحت ﴿وَلَمَّا ... الْمُنْزِلِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ﴾ ''اور جب اس نے ان کے سامان کے ساتھ انہیں تیار کر دیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان تیار کروا دیا جیسے وہ اناج ناپ کر دیتے تھے۔ انہوں نے ہر بھائی کو ایک اونٹ غلہ دیا اور ان سے ان کا حال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کا ایک بھائی جنگل میں ہلاک ہو گیا تھا اور اس کا ایک حقیقی بھائی ہے جو والد کے پاس ہے۔

(2)﴿قَالَ﴾ ''کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔

(3)﴿ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ﴾ ''اپنے اس بھائی کو میرے پاس لانا جو تمہارے باپ سے ہے'' یعنی تم نے اپنے جس بھائی کا ذکر کیا ہے اسے ساتھ لے آنا۔

(4)﴿اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ﴾ ''کیا تم دیکھتے نہیں ہو یقیناً میں پورا ماپ دیتا ہوں'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھائیوں کو رغبت دلاتے ہوئے فرمایا کہ تم نے دیکھا نہیں میں پورا پورا غلہ دیتا ہوں۔

(5)﴿وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ﴾ ''اور میں بہترین مہمان نواز ہوں'' میں نے تمہاری عزت واکرام سے مہمان نوازی کی ہے، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دی تو اپنے بھائی کو ساتھ لے آنا اگر اس کے حصے کا غلہ چاہیے۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کوئی اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔'' (صحیح بخاری:6018)

سوال 2: ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا وعید ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ﴾ ''ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔'' (المطففین:1) (2) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے اس پر قحط سالی، سخت محنت (یعنی روزگار میں تنگی) اور حکمرانوں کا ظلم وستم مسلط کر دیا جاتا۔'' (ابن ماجہ:4019)

﴿فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ﴾

''پھر اگر تم اسے میرے پاس نہ لاؤ گے تو میرے پاس تمہارے لیے کوئی ماپ نہیں اور نہ ہی تم میرے قریب آنا'' (60)

سوال: ''بھائی کو ساتھ نہ لائے تو غلہ بھی نہیں ملے گا'' سیدنا یوسف علیہ السلام کی اس دھمکی کی وضاحت ﴿فَاِنْ لَّمْ... تَقْرَبُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ﴾ ''پھر اگر تم اسے میرے پاس نہ لاؤ گے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ بات اپنا بھائی ساتھ نہ لانے کی صورت میں ڈراتے ہوئے ان سے کہی۔

(2)﴿فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ﴾ ''تو میرے پاس تمہارے لیے کوئی ماپ نہیں اور نہ ہی تم میرے قریب آنا'' یعنی بھائی کو نہیں لاؤ گے تو غلہ بھی نہیں ملے گا بلکہ تمہیں میرے پاس آنا ہی نہیں چاہیے۔

(3) یہ بات سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس لئے کہی، کیونکہ انہیں علم تھا کہ وہ مصران کے پاس ضرور آئیں گے اور اپنے بھائی کو ساتھ لانے پر مجبور ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:2/1268)

﴿قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ہم اس کے بارے میں اس کے باپ کو ضرور آمادہ کریں گے اور بلاشبہ ہم ضرور کرنے والے ہیں'' (61)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: اور برادران یوسف نے چھوٹے بھائی کو ساتھ لانے کا وعدہ کرلیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... لَفٰعِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم اس کے بارے میں اس کے باپ کو ضرور آمادہ کریں گے'' برادران یوسف علیہ السلام نے یقین دہانی کروائی کہ ہم پوری طرح سے کوشش کریں گے کہ ہمارے والد بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ (2) اس آیت میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کی بنیامین سے محبت کی دلیل ہے اسی لیے برادران یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ہم بنیامین کو لانے کی تدبیر کریں گے۔

(3) ﴿وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم ضرور کرنے والے ہیں'' یعنی برادران یوسف علیہ السلام نے بھائی کو لانے کا وعدہ کرلیا۔

﴿وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾

''اور یوسف نے اپنے جوانوں سے کہا کہ ان کی رقم ان کے کجاووں میں رکھ دو تا کہ جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس جائیں تو اس کو پہچان لیں، شاید وہ لوٹ آئیں'' (62)

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو واپس آنے پر مجبور کرنے کے لیے ان کی رقم لوٹا دی، ان کی اس تدبیر کی وضاحت ﴿وَقَالَ ... يَرْجِعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ﴾ ''اور یوسف نے اپنے جوانوں سے کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کے واپس آنے کی ایک اور تدبیر کی، انہوں نے اپنے غلاموں اور خادموں سے کہا۔

(2) ﴿اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ﴾ ''ان کی رقم ان کے کجاووں میں رکھ دو'' ان کی رقم چپکے سے ان کے کجاووں میں رکھ دو، جس کے بدلے میں انہوں نے غلہ خریدا تھا۔

(3) ﴿لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ﴾ ''تا کہ جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس جائیں تو اس کو پہچان لیں'' یعنی گھر جا کر جب وہ سامان میں اپنی قیمت دیکھیں گے تو ہو سکتا ہے کہ اس احسان کو پہچان لیں۔

(4) سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے غلے کے پورے تول کے ذریعے بھلائی کی، پھر قیمت واپس لوٹا دی یہ احسان بھی ان پر واجب ٹھہراتا تھا کہ احسان کرنے والے یوسف علیہ السلام سے وفاداری کریں اور بھائی کو لے کر دوبارہ مصر پہنچیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''شاید وہ لوٹ آئیں'' یعنی شاید وہ احسان دیکھ کر لوٹ آئیں یا وہ اپنے مال کی واپسی کو گناہ سمجھ کر واپس کرنے کے لیے مصر آئیں۔

(6) کیونکہ جب ان کے پاس غلہ خریدنے کے لئے پونجی ہوگی تو آنے کی راہ میں رکاوٹ دور ہو جائے گی۔(روح،اشرف:1/292)

﴿فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا

''چنانچہ جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ آئے تو انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! ہم سے ماپ روک دیا گیا ہے لہٰذا ہمارے

نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾

بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ہم (غلے کا) ماپ لائیں اور بلاشبہ ہم ہی اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں'' (63)

سوال 1: برادران یوسف علیہ السلام نے والد گرامی سے بنیامین کو ساتھ لے جانے کا مطالبہ کر دیا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... لَحٰفِظُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ﴾ ''چنانچہ جب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹ آئے تو انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! ہم سے ماپ روک دیا گیا ہے'' جب برادران یوسف علیہ السلام مصر سے واپس کنعان اپنے والد یعقوب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو بولے کہ مصر سے مزید غلے کو اس وقت تک کے لیے روک دیا گیا ہے جب تک ہم بنیامین کو ساتھ نہیں لے جاتے۔

(2)﴿فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ﴾ ''لہٰذا ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ہم (غلے کا) ماپ لائیں'' برادران یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا: ہمارے بھائی بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تا کہ ایک اونٹ مزید غلہ ہمیں مل جائے۔ اس کی وجہ سے ہمیں مزید اناج حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔

(3)﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ ہم ہی اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں'' برادران یوسف علیہ السلام نے بھائی کی حفاظت کی ذمہ داری لی اور کہا کہ ان شاء اللہ ہم خیر و عافیت سے اسے واپس لائیں گے اور اس کی حفاظت کریں گے۔

(4) انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں بھی والد سے یہی کہا تھا: ﴿اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ وہ کھائے پیئے اور کھیلے کودے اور بے شک ہم ضرور ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (یوسف:12)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: کیا انسان کسی کی حفاظت کی ذمہ داری لے سکتا ہے؟

جواب: (1) اصل حفاظت تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہے۔

(2) انسان چاہے بھی تو کسی کی حفاظت کا حق ادا نہیں کر سکتا ہے۔

﴿قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ

''یعقوب نے کہا: ''نہیں میں اس کے بارے میں تم پر اعتبار کرتا مگر جیسا اعتبار میں نے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

میں تم پر کیا تھا؟ سو اللہ تعالیٰ ہی بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے'' (64)

سوال: بیٹوں کے مطالبے پر سیدنا یعقوب علیہ السلام نے جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...الرّٰحِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''یعقوب نے کہا'' بیٹوں کے مطالبے پر سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ان سے کہا۔

(2) ﴿هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ﴾ ''یعقوب نے کہا: ''نہیں میں اس کے بارے میں تم پر اعتبار کرتا مگر جیسا اعتبار میں نے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں تم پر کیا تھا؟'' یعنی جس طرح آپ لوگوں نے اس سے پہلے سیدنا یوسف علیہ السلام کی حفاظت کی ذمہ داری کا وعدہ کیا تھا اور اسے پورا نہیں کیا تھا اسی طرح اب تم اس کی بھی حفاظت کرو گے؟ (3) یعنی تم نے پہلی حفاظت کے وعدے کو نہیں نبھایا اب مجھے تمہارے عہد پر اعتماد نہیں۔ (4) بغرض اصلاح خطا کار کو جتلا دینا بھی مناسب ہے کہ تمہارے معاملہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ تمہاری بات نہ مانی جاتی، مگر ہم اس سے درگزر کرتے ہیں تا کہ وہ آئندہ شرمندہ ہو کر اس سے تائب ہو جائے۔ (معارف القرآن: 5/105)

(5) ﴿فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''سو اللہ تعالیٰ ہی بہترین حفاظت کرنے والا ہے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے'' یعنی میں تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت پر بھروسہ کرتا ہوں۔ وہ بہترین حفاظت کرنے والا ہے۔ مجھے اس کی حفاظت چاہئے۔ اسے میرے حالات کا علم ہے وہ ضرور مجھ پر رحم کرے گا۔ یقیناً وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے اور وہ ضرور اس کی حفاظت فرمائے گا اور اسے میرے پاس لے آئے گا اور میری مدد فرمائے گا۔ (6) حفاظت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کی قدرت رکھتا ہے۔ اس کے سوا کسی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو طاقت حاصل نہیں ہے۔اس کے چاہنے سے حفاظت ہوتی ہے اور نہ چاہنے سے نہیں ہوتی۔

﴿وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا

''اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہوں نے پایا کہ انہیں ان کا مال بھی واپس کر دیا گیا ہے۔انہوں نے کہا: ''اے ہمارے

نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ

ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیے؟ یہ ہے ہمارا مال، ہماری طرف لوٹا دیا گیا ہے اور ہم اپنے اہل وعیال کے لیے غلہ لائیں گے اور ہم

بَعِيْرٍ ذٰلِكَ ؕ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ﴾

اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ہم ایک اونٹ کا (غلہ) ماپ زیادہ لائیں گے اور یہ تو آسان ماپ ہے'' (65)

سوال: سامان سے رقم نکل آئی تو برادران یوسف علیہ السلام نے والد پر دباؤ بڑھا دیا، اس کی وضاحت ﴿وَلَمَّا ... يَّسِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ﴾ ''اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو انہوں نے پایا کہ انہیں ان کا مال بھی واپس کر دیا گیا ہے'' جب برادران یوسف علیہ السلام نے گھر واپس پہنچ کر سامان کھولا تو اس میں سے وہ رقم نکلی جو چلتے ہوئے یوسف علیہ السلام نے اپنے خادموں سے رکھوائی تھی۔

(2) یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ انہیں معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام نے یہ مال قصداً واپس کیا تھا اور وہ اس مال کا واپس بھائیوں کو مالک بنانا چاہتے تھے۔ (تفسیر سعدی: 2/1269)

(3) ﴿قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! ہمیں اور کیا چاہیے؟ یہ ہے ہمارا مال، ہماری طرف لوٹا دیا گیا ہے'' انہوں نے اپنی رقم دیکھ کر خوشی کے مارے کہا کہ ہمیں اتنے عزت و احترام کے ساتھ رقم بھی واپس کر دی گئی ہے اور ہمیں کیا چاہیے۔

(4) انہوں نے اپنے والد کو ترغیب دلائی کہ ہمیں اناج بھی مل گیا، رقم بھی مل گئی۔یہ دینے والے کے اخلاص اور حسن اخلاق پر دلیل ہے۔

(5) ﴿وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا﴾ ''اور ہم اپنے اہل وعیال کے لیے غلہ لائیں گے'' اب آپ ہمارے ساتھ بھائی کو بھیج دیں تو ہم غلہ بھی لے آئیں گے کیونکہ گھر والے خوراک کے سخت محتاج ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَنَحْفَظُ اَخَانَا﴾ ''اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے'' اور اپنے بھائی کی نگرانی بھی کریں گے۔

(7)﴿وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ﴾ ''اور ہم ایک اونٹ کا (غلہ) ماپ زیادہ لائیں گے'' یعنی جب ہمارا بھائی ہمارے ساتھ ہوگا تو ہمیں زیادہ غلہ ملے گا کیونکہ یوسف علیہ السلام ہر شخص کو ایک اونٹ یا ایک گدھا غلہ دیا کرتے تھے۔ (قبطی زبان میں گدھے کو بھی بعیر کہا جاتا ہے)۔ (مختصر ابن کثیر: 1/890)

(8)﴿ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ﴾ ''اور یہ تو آسان ماپ ہے'' یعنی یہ غلہ حاصل کرنے کا بڑا آسان طریقہ ہے جس سے نقصان نہیں ہوگا۔ اسی میں فائدہ ہے اور زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔

﴿قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ

''یعقوب نے کہا: ''میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کے نام کا پختہ عہد نہ دے دو کہ تم

بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ

ضرور اس کو میرے پاس لاؤ گے، مگر یہ اور بات ہے کہ تم سب ہی گھیر لیے جاؤ۔'' پھر جب انہوں نے اس کو اپنا پختہ عہد دے

قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾

دیا تو اس نے کہا: ''جو ہم سب کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ ضامن ہے'' (66)

سوال: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں سے بنیامین کو واپس لانے کی قسم لے لی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...وَكِيْلٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ﴾

''یعقوب نے کہا: ''میں اس کو تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کے نام کا پختہ عہد نہ دے دو کہ تم ضرور اس کو میرے پاس لاؤ گے، مگر یہ اور بات ہے کہ تم سب ہی گھیر لیے جاؤ'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ جب تک تم بنیامین کو واپس لانے کی قسم نہیں کھاؤ گے میں اسے تمہارے ساتھ بھیجنے کے لیے ہرگز راضی نہیں ہوں گا۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کہیں تم سب گھیر لیے جاؤ اور چھڑا نہ پاؤ تو اور بات ہے یعنی ایسی صورت حال جس پر تمہارا بس نہ چلتا ہو اور تم اسے ہٹانے کی قدرت نہ رکھتے ہو۔

(2) ﴿فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ﴾ ''پھر جب انہوں نے اس کو اپنا پختہ عہد دے دیا'' جب برادران یوسف علیہ السلام نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے والد کی خواہش کے مطابق قسمیں کھا کر پختہ عہد و پیمان دے دیا۔

(3)﴿قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾ ''اس نے کہا: ''جو ہم سب کہہ رہے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ ضامن ہے'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے قسموں کے بعد اس قول و قرار کی مضبوطی کے لیے فرمایا کہ ہماری باتوں پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ اس کی حفاظت کے ہم محتاج اور اس کی رحمت کے تمنائی ہیں۔ یوں سیدنا یعقوب علیہ السلام کو مجبوراً بنیامین کو بھیجنا پڑا کیونکہ غلے کے بغیر گزارا نہ تھا اور بیٹے کے جائے بغیر اناج کا ملنا ممکن نہیں تھا۔

﴿وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ

''اور یعقوب نے کہا: ''اے میرے بیٹو! تم سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل

اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ

ہونا اور میں تم سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے (آنے والی) کسی چیز کو نہیں ہٹا سکتا، حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، میں اسی پر

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾

بھروسا کرتا ہوں اور لازم ہے کہ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں'' (67)

سوال 1: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو نظر بد سے بچانے کے لیے جو تدبیر بتائی، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ ... مُّتَفَرِّقَةٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ﴾ ''اور یعقوب نے کہا: ''اے میرے بیٹو! تم سب ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے چلتے وقت بیٹوں کو وصیت کی کہ جب وہ مصر میں داخل ہوں تو ایک ہی دروازے سے نہ جائیں بلکہ الگ الگ دروازوں سے داخل ہوں۔ ان کے دل میں یہ اندیشہ غالب تھا کہ اگر ایک دروازے سے جائیں گے تو شاید کسی آفت میں گرفتار ہو جائیں جب کہ الگ الگ جانے میں نسبتاً عافیت ہے۔ (2) یعنی وہ بھائیوں کی کثرت کی وجہ سے نظر لگنے سے ڈرتے تھے۔

(3) صحیح احادیث سے بھی یہ ثابت ہے: العین حق یعنی نظر بد کا لگ جانا ایک حقیقت ہے۔ عہد نبوی میں بہت سے لوگوں کو نظر بد سے نقصان کا پہنچنا ثابت ہے۔ ایک حدیث میں نظر بد کی شدت تاثیر کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت کر سکتی تو نظر بد سبقت لے جاتی۔'' (فتح القدیر، روح، اشرف)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: نظر لگنے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: (1) ﴿عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْعَيْنُ حَقٌّ﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نظر لگنا برحق ہے۔'' (صحیح بخاری: 5740)

(2) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نظر لگنا حق ہے اور کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرتی تو نظر کرتی اور جب تم سے (نظر کی وجہ سے) نہانے کے لیے کہا جائے تو نہا لیا کرو۔'' (مسلم: 5702)

(3) سیدنا ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے خزار جگہ میں بہتے ہوئے پانی میں غسل کے ارادے سے اپنا کپڑا اتارا تو سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ انھیں دیکھ رہے تھے، میرے والد محترم بہت زیادہ خوب صورت اور گورے چٹے تھے۔ سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس کی خوب صورتی ایک ماہ پارہ دوشیزہ کی طرح ہے، اتنا خوب صورت جسم میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ بس یہ کہنا تھا کہ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ وہیں گر پڑے اور انھیں سخت بخار ہو گیا، ان کی بیماری کی خبر رسول اکرم ﷺ کو دی گئی اور بتایا گیا کہ وہ سر نہیں اٹھا رہے (یعنی بہت زیادہ بیمار ہیں)۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم لوگوں کو کسی آدمی پر شک ہے کہ اس کی وجہ سے ایسا ہوا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ہاں! سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے انھیں بلایا اور غصے سے فرمایا: ''آخر تم میں سے کوئی اپنے ہی بھائی کو کیوں ہلاک کرتا ہے؟ اس کے لیے تم نے برکت کی دعا کیوں نہیں کی؟ اس کے لیے غسل کرو۔'' تب جناب عامر رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ، دونوں کہنیاں، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں اور اپنی تہ بند کا اندرونی حصہ ایک برتن میں دھویا۔ پھر وہی پانی جناب سہل رضی اللہ عنہ پر پیچھے سے انڈیل دیا گیا اور وہ اسی وقت شفایاب ہو گئے۔ (موطا امام مالک: 3509)

سوال 3: نظر بد کا علاج کیا ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لیے پناہ طلب کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تمہارے بزرگ دادا (ابراہیم علیہ السلام) بھی ان کلمات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی پناہ اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کے لیے مانگا کرتے تھے: ﴿اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَآمَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّآمَّةٍ﴾ ''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پورے پورے کلمات کے ذریعہ ہر ایک شیطان سے اور ہر زہریلے جانور سے اور ہر نقصان پہنچانے والی نظر بد سے۔'' (صحیح بخاری: 3371)

(2) سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسے دموں میں کوئی حرج نہیں جن

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں شرک نہ ہو۔" (مسلم:5732)

(3)(i) اگر یہ پتہ چل جائے کہ کس کی نظر لگی ہے تو اسے غسل کرنے کے لئے کہا جائے۔ پھر غسل والے پانی سے نظر بد کے متاثرہ شخص پر پانی بہا دیا جائے۔ اس طرح شفا نصیب ہوتی ہے۔ (ابن ماجہ:3509) (ii) سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس۔ (بخاری:5017) اور یہ دعائیں پڑھ کر مریض پر دم کیا جائے: ﴿بِاسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيْكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَّشْفِيْكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِي عَيْنٍ﴾ "اللہ تعالیٰ کے نام سے میں مدد چاہتا ہوں۔ وہ تمہیں ہر بیماری سے اچھا کرے گا۔ تمہیں ہر حسد کرنے والے کی برائی سے محفوظ رکھے گا اور ہر بری نظر ڈالنے والے کی نظر سے تمہیں بچائے گا۔" (مسلم:5699) ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا﴾ "اللہ تعالیٰ کے نام سے ہر اس چیز کے شر سے جو آپ کو تکلیف دینے والی ہو اور ہر نفس یا حسد کرنے والی آنکھ کے شر سے میں آپ کو دم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ کو دم کرتا ہوں۔" (بخاری:5742)

(4) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے اپنے گھر میں ایک لڑکی کے چہرے پر جھائیاں دیکھیں تو فرمایا: "اس کو دم کرواؤ، اس کو نظر لگی گئی ہے۔" (بخاری:5725)

سوال 4: نبی ﷺ نے نظر سے بچنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنے کی تلقین کی ہے؟

جواب (1) جب کوئی چیز اچھی لگے تو بارک اللہ کہیں۔ (موطا امام مالک)

(2) اسی طرح ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ پڑھنا قرآن حکیم سے ثابت ہے۔ (الکہف:37)

سوال 5: تدبیر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو نہیں ٹال سکتی، اس کی وضاحت ﴿وَمَآ ... الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ أُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ "اور میں تم سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے (آنے والی) کسی چیز کو نہیں ہٹا سکتا" سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بھی یہ واضح کر دیا کہ میری تدبیر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو نہیں ٹال سکتی۔ تقدیر میں جو لکھا ہے ہو کر رہے گا۔ (2) مفسر ابو السعود لکھتے ہیں کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کا مقصد یہ نہیں تھا کہ احتیاط بے کار چیز ہے۔ (تفسیر ابی السعود)

(3) ان کا مقصد یہ بتانا تھا کہ احتیاط ہی مقصود اصلی نہیں ہے بلکہ محض تدبیر ہے جسے مفید بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، اور تدبیر تقدیر کو نہیں ٹال سکتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے اور اس سے بھاگ کر اسی کی جناب میں پناہ لینے والی بات ہے۔ (تیسیر الرحمن:1/690)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾''اوراپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔'' (البقرہ:195) اورفرمایا:﴿وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ﴾''اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو۔'' (النساء:102)

(5)﴿اِنِ الْحُكْمُ﴾یعنی امراور قضاء﴿اِلَّا لِلّٰهِ﴾ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

(6)یعنی فیصلہ وہی ہے جواللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اورحکم وہی ہے جواس کا حکم ہے۔پس جس چیز کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کردے وہ ضرورواقع ہوتا ہے۔(تفسیرسعدی:2/1270)

(7)جواللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے۔اس کی چاہت پوری ہوکررہتی ہے۔

(8)﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾''میں اسی پر بھروسا کرتا ہوں''سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کووصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو میں نے تمہیں جن اسباب کواختیار کرنے کی وصیت کی ہے میں ان پر اعتماد نہیں کرتا میں تو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہوں۔یعنی میں تواپنے معاملات اسی کے سپرد کرتا ہوں۔(ایسرالتفاسیر:687)

(9)﴿وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾''اور لازم ہے کہ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں'' توکل کرنے والوں کواپنے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے چاہئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے سواکوئی کفایت کرنے والانہیں۔

سوال6:توکل کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ پرتوکل کرنا ایمان کے بڑے واجبات میں سے ہے جس کے زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ توکل رب رحمن کے قریب کرنے والے افضل اعمال اوردل کی عبادات میں سے ہے۔توکل توحید کا اعلیٰ مقام ہے۔اللہ تعالیٰ پرتوکل اوراس سے استعانت طلب کئے بغیر بندہ سارے کاموں کوانجام دینے کے قابل نہیں ہوتا۔حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:توکل آدھا دین ہے اورآدھا دین انابت ہے۔یقینا دین استعانت (اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا)اورعبادت ہے۔توکل استعانت ہے اورانابت عبادت ہے۔(ابن قیم، مدارج السالکین:2/113)سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ پرتوکل کرنا جماع الایمان ہے۔(ابن ابی شیبہ:7/202)

(2)توکل کا تعلق واجبات،مستحبات اورمباحات سبھی سے ہے۔مسلمان اپنے تمام کاموں میں توکل کرنا مستحب ہی نہیں بلکہ دینی فریضہ سمجھتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:(i)﴿قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''ان لوگوں میں سے دوآدمیوں نے کہا جواللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا''ان پر دروازے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے داخل ہو جاؤ پھر جب تم اس سے داخل ہو جاؤ گے تو یقیناً تم ہی غالب ہونے والے ہو اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو، اگر تم مومن ہو۔'' (المائدۃ:23) (ii) ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایمان والوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔'' (التغابن:13)

(3) توکل کے لغوی معنی: اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا، اپنے معاملات میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا۔ توکل اپنی عاجزی کا اظہار اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کا نام ہے۔

(4) توکل کے اصطلاحی معنی: سیدنا حسن رحمہ اللہ نے فرمایا: بندے کا اپنے رب پر توکل کرنے سے مراد یہ ہے کہ بندہ جانتا ہے کہ وہ قابل اعتماد ہے۔ ابن رجب کہتے ہیں کہ توکل دنیا اور آخرت کے تمام امور میں نفع کے حصول اور نقصان سے دور رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر دل کا سچا اعتماد ہے۔ (جامع العلوم والحکم:437) ابوبکر الجزائری لکھتے ہیں: اسباب کو کام میں لاتے ہوئے نتیجہ کو رب تعالیٰ کے حوالے کر دینا اور ساتھ ہی یہ ایمان اور یقین رکھنا کہ کامیابی کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی رحمت پر ہے توکل کہلاتا ہے۔ (عقیدۃ المؤمن:153)

(5) توکل دل کی عبادت ہے۔ توکل دل کا یہ اعتماد کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہے۔ توکل کرنے والا دل میں اس یقین کو جما کر کوشش کرتا ہے لیکن کوشش پر بھروسہ کرنے کی بجائے رب پر اعتماد کرتا ہے کہ میں جو کچھ بھی کر لوں، ہوگا وہی جو رب چاہے گا یا جس پر وہ راضی ہوگا اور جو وہ نہیں چاہے گا نہیں ہوگا۔ وہ کامل قدرت رکھنے والا، رازق، خالق، زندگی دینے والا، موت سے ہم کنار کرنے والا، کامل علم والا، کامل حکمت والا اپنے بندوں کے لئے کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے سوا کوئی رب نہیں۔ توکل میں استعانت شامل ہے۔ استعانت عبادت کے لئے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ میں: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ اپنی عبادت اور استعانت اور اپنے اوپر توکل کو جمع کر دیا۔ توکل میں دو باتیں اکٹھی ہوتی ہیں: اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین اور اعتماد اور تدبیر کرنا۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: توکل کا راز اور اس کی حقیقت دل کا اللہ وحدہ پر اعتماد کرنا ہے جس کو تدبیروں کا جمع کرنا نقصان نہیں دیتا لیکن اس کے ساتھ دل کا صرف ایک اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنا اور اس کی طرف جھکنا ہے۔ (الفوائد:87) اسی وجہ سے اگر اسباب ختم بھی ہو جائیں تو توکل کرنے والے پر اثر انداز نہیں ہوتے کیونکہ وہ دل کی گہرائیوں سے یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی اور موجود ہے۔

(6) رسول اللہ ﷺ کا تدبیر اختیار کرنا: رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے تھے۔ (i) آپ ﷺ نے احد کے دن دو زرہیں پہنیں۔ (ii) فتح مکہ کے روز آپ ﷺ نے سر پر خود پہنی۔ (iii) ہجرت کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے آپ ﷺ نے عام راستے سے ہٹ کر راستہ اختیار فرمایا۔ نبی ﷺ نے اپنی امت کو بھی یہی تعلیم دی۔

(7) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔'' (ترمذی:2344)

(8) سیدہ مریم علیہا السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسباب اختیار کرنے کا حکم دیا تھا جب کہ وہ حاملہ تھیں اور کمزور بھی جب کہ کھجور کا درخت مضبوط تھا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَهُزِّيٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا﴾ ''اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، تمہارے اوپر تر و تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرائے گا۔'' (مریم:25)

(9) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: توکل اللہ تعالیٰ کے واجبات میں سے بڑا واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توکل کرنے کا حکم دیا ہے جیسے جنابت سے وضو اور غسل کرنے کا حکم دیا ہے اور غیر اللہ پر توکل کرنے سے منع کیا ہے۔ (مجموع الفتاویٰ:16)

(10) نبی ﷺ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے تھے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کلمہ حسبنا الله ونعم الوكيل سیدنا ابرہیم علیہ السلام نے کہا تھا، اس وقت جب ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور یہی کلمہ محمد ﷺ نے اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے مسلمانوں کو ڈرانے کے لیے کہا تھا کہ لوگوں (یعنی قریش) نے تمہارے خلاف بڑا سامان جنگ اکٹھا کر رکھا ہے، ان سے ڈرو لیکن اس بات نے ان مسلمانوں کا (جوش) ایمان اور بڑھا دیا اور یہ مسلمان بولے کہ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہی بہترین کام بنانے والا ہے۔ (بخاری:4563)

﴿وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ

''اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے ان کو ہدایت کی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کوئی چیز ان

شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ

سے ہٹا نہیں سکتا تھا مگر یعقوب کے دل میں ایک تمنا تھی جس کو اس نے پورا کیا اور بلاشبہ وہ یقیناً صاحب علم تھا اس لئے کہ ہم نے

ع 8/11 2

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

اسے سکھایا تھا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں'' (68)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1: سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹے مصر میں کیسے داخل ہوئے، اس کی وضاحت ﴿وَلَمَّا ... قَضٰهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا﴾ ''اور جب'' یعنی جب برادران یوسف وہاں سے روانہ ہو گئے۔

(2) ﴿دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ﴾ ''وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے ان کو ہدایت کی تھی'' تو سب بھائی اپنے والد یعقوب علیہ السلام کی وصیت کے مطابق کئی دروازوں سے داخل ہونے کے لیے الگ ہو گئے۔

(3) ﴿مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی کوئی چیز ان سے ہٹا نہیں سکتا تھا'' سیدنا یعقوب علیہ السلام کی تدبیر سے تقدیر ٹل نہیں سکی۔ وہ تدبیر جو آفت سے بچنے کے لیے انہوں نے اپنے بیٹوں کے لیے اختیار کی تھی۔

(4) ﴿اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰهَا﴾ ''مگر یعقوب کے دل میں ایک تمنا تھی جس کو اس نے پورا کیا'' یعنی وہ خواہش تو اولاد کی محبت کے باعث تھی جس کی وجہ سے انہیں اطمینان ہو گیا۔ بس ان کے دل میں ایک خیال تھا جسے انہوں نے پورا کر لیا۔

سوال2: ﴿وَاِنَّهٗ ... لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے سیدنا یعقوب علیہ السلام کے علم کی تعریف فرمائی ہے: ﴿وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ﴾ ''اور بلاشبہ وہ یقیناً صاحب علم تھا'' وہ عظیم علم کے مالک تھے۔

(2) ﴿لِّمَا عَلَّمْنٰهُ﴾ ''اس لئے کہ ہم نے اسے سکھایا تھا'' یعنی انہوں نے اپنی قوت واختیار سے اس کا ادراک نہیں کیا تھا، بلکہ اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کا عطا کردہ علم کارفرما تھا۔ (تفسیر سعدی: 2/1271)

(3) ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں'' یعنی وہ چیز نہیں جانتے جو سیدنا یعقوب علیہ السلام اپنے دینی معاملات کے بارے میں جانتے تھے۔ (قرطبی: 5/160، 161)

(4) یعنی اکثر لوگ نہیں جانتے کہ کیسے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کی ایسے علوم کی طرف راہ نمائی فرماتا ہے جو دنیا اور آخرت میں ان کے لیے نفع مند ہوتے ہیں اور ان علوم میں سے ہے ظاہری اسباب کو اختیار کر کے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا۔ (تفسیر منیر: 7/28)

(5) اکثر لوگ معاملات کے انجام اور اشیاء کی باریکیوں کو نہیں جانتے۔ اسی طرح اہل علم پر بھی علم، احکام اور اس کے لوازم میں سے بہت کچھ مخفی رہ جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1271)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

''اور جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ہی جگہ دی، اس نے کہا: ''بلاشبہ میں ہی تمہارا بھائی ہوں، سو ان باتوں کا غم نہ کرو جو وہ کرتے رہے ہیں'' (69)

سوال 1: سیدنا یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو جو تسلی دی، اس کی وضاحت ﴿وَلَمَّا ... يَعْمَلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ﴾ ''اور جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے'' جب برادران یوسف علیہ السلام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے ساتھ سیدنا یوسف علیہ السلام کا حقیقی بھائی بنیامین بھی تھا۔

(2) ﴿اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ﴾ ''تو اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ہی جگہ دی'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو پاس بلا کر بٹھایا۔ انہیں شاہی مہمان خانے میں رکھا۔ ان کی خوب مہمان نوازی کی اور انتہائی محبت سے پیش آئے۔

(3) سیدنا یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو بھائیوں سے الگ کر لیا اور کھانے اور رات کے اوقات میں انہیں اپنے پاس رکھا۔

(4) سیدنا یوسف علیہ السلام نے ہر کمرے میں سونے کے لیے دو دو افراد کو رکھا اور وہ گیارہ بھائی تھے۔ بنیامین بچ گیا تو سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ میرے ساتھ سوئے گا۔ (ایسر التفاسیر: 687)

(5) ﴿قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ﴾ ''اس نے کہا: ''بلاشبہ میں ہی تمہارا بھائی ہوں'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے جب بنیامین کو اپنے پاس جگہ دی تو اسے بتا دیا کہ میں تمہارا بھائی ہوں۔

(6) ﴿فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''سو ان باتوں کا غم نہ کرو جو وہ کرتے رہے ہیں'' بھائیوں نے آپ کے ساتھ جو کچھ بھی کیا اس پر غم نہ کرنا، ان کی باتوں سے دل برا نہ کرنا۔

(7) یعنی غم زدہ نہ ہو کیونکہ ہماری عاقبت اچھی ہے، پھر انہوں نے بنیامین کو اپنے اس منصوبے اور حیلے سے آگاہ کیا جس کے مطابق سیدنا یوسف علیہ السلام، بنیامین کو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے جب تک کہ معاملہ اپنے انجام کو نہیں پہنچ جاتا۔ (تفسیر سعدی: 2/1272)

سوال 2: سیدنا یوسف علیہ السلام کا کردار ایک مثالی بھائی کا کردار ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا یوسف علیہ السلام کی شخصیت کے نمایاں اوصاف ان کا علم، حلم، حیا، مکارم اخلاق اور اس کے دین کی طرف دعوت ہے۔ (2) بطور بھائی کے سیدنا یوسف علیہ السلام کا کردار مثالی ہے۔ وہ جن بھائیوں کے درمیان رہتے تھے وہ ایک نبی کے بیٹے تھے مگر جھوٹ بولتے تھے اور حسد میں مبتلا تھے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے والد کو جدا کرنے کے لیے انہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے بار بار جھوٹ بولا اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی قمیص اور خون کے سلسلے میں والد کے سامنے جھوٹا فسانہ گھڑا۔اس افسانے کو گھڑنے کے لیے ان کے درمیان بحث ہوئی ہوگی اور بحث میں افترا پردازی اور جھوٹی خبریں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ گناہوں کی نحوستیں ہیں۔

(3) سیدنا یوسف علیہ السلام کا یہ قول ﴿فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ''سو ان باتوں کا غم نہ کرو جو وہ کرتے رہے ہیں'' دلیل ہے کہ ان کے اندر عفو اور تسامح، بھائی کے لیے محبت کا اظہار، ماضی کو بھلا دینے اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرنے کی صفات پائی جاتی تھیں۔ان صفات کی وجہ سے وہ ان کے ساتھ آئندہ وقت گزارنا چاہتے تھے۔(تفسیر منیر:7/36،37)

(4) سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے ماں باپ کے ساتھ عظیم حسن سلوک کرنے والے اور اپنے بھائیوں اور ساری مخلوقات کے ساتھ بھلائیاں کرنے والے تھے۔

(5) سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے گناہ گار بھائیوں کو معاف کر دیا اور اس معافی کو یہ کہہ کر مکمل کر دیا کہ وہ ان سے مواخذہ نہیں کریں گے اور انہیں ان کے جرم کی عار نہیں دلائیں گے۔حقیقت یہ ہے کہ مثالی بھائی وہ ہے جو مکارم اخلاق کا حامل ہو، معاف کر سکتا ہو۔علم اور حلم کے بغیر ایسے کردار کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔اللہ تعالیٰ سیدنا یوسف علیہ السلام پر اپنی ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے۔ان کی زندگی ہر بھائی کے لیے مثال ہے۔وہ علم میں بھی بے مثال تھے، عفو و درگزر اور حیا میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ہر بھائی کو علم، حلم، حیا اور عفو و درگزر کے لیے کوششیں کرنے والا بنائے۔(آمین)

﴿فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ

''پھر جب یوسف نے انہیں ان کے سامان کے ساتھ تیار کر دیا تو اپنے پینے کا برتن اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا۔پھر ایک اعلان کرنے

أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ﴾

والے نے اعلان کیا: ''اے قافلے والو! بلاشبہ یقیناً تم لوگ چور ہو'' (70)

سوال: برادران یوسف بنیامین کو بھائی کے پاس چھوڑنے پر کیسے مجبور ہوئے، واقعات کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... لَسَارِقُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ﴾ ''پھر جب یوسف نے انہیں ان کے سامان کے ساتھ تیار کر دیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے جب بھائیوں کو رخصت کرنے کا ارادہ کیا تو ہر ایک کے اونٹ پر غلہ لدوا دیا، ان میں بنیامین کا بھی تھا۔

(2) ﴿جَعَلَ السِّقَايَةَ﴾ ''تو اپنے پینے کا برتن'' یعنی وہ پیالہ جس سے اناج کو بھی ناپا جاتا ہے اور اس میں پانی بھی پیا جاتا ہے۔(3) ﴿فِي رَحْلِ أَخِيهِ﴾ ''اپنے بھائی کے کجاوے میں'' یعنی بنیامین کے سامان میں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4) سیدنا یوسف علیہ السلام نے ایک غلام کو حکم دیا کہ شاہی کٹورا جو چاندی یا سونے کا تھا بنیامین کے سامان میں چھپا دیا جائے۔ (مختصر ابن کثیر: 1/89) (5) سیدنا یوسف علیہ السلام کے غلام نے انتہائی ہوشیاری سے وہ پیالہ بنیامین کے سامان میں رکھ دیا۔

(6) ﴿ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ﴾ ''پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا: ''اے قافلے والو! بلاشبہ یقیناً تم لوگ چور ہو'' پھر جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنا سامان سمیٹ لیا اور قافلہ کوچ کرنے لگا تو ایک اعلان کرنے والے نے کہا کہ اے قافلے والو! تم چور ہو۔ ان لوگوں نے جب وہ پیالہ نہ پایا تو قافلے والوں پر چوری کا الزام لگا دیا۔

﴿قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ﴾

''انہوں نے کہا، اور وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے: ''تم کیا چیز گم پاتے ہو؟'' (71)

سوال: چوری کے الزام پر برادران یوسف علیہ السلام نے جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... تَفْقِدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا۔

(2) ﴿وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ﴾ ''اور وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے'' اعلان کرنے والے کی آواز سن کر بھائیوں کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ ان کے پاس واپس آ گئے۔

(3) ﴿مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ﴾ ''تم کیا چیز گم پاتے ہو؟'' انہوں نے اعلان کرنے والوں سے پوچھا کیا بات ہے؟ تمہاری کیا چیز کھو گئی ہے؟ (4) سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے تہمت کو دور کرنے کے لیے اعلان کرنے والوں کی طرف رخ کیا۔

(5) چور ہمیشہ اس شخص سے دور ہونے کی کوشش کرتا ہے جس کی اس نے چوری کی ہو تا کہ اس کی چوری پکڑی نہ جائے اور یہ لوگ ان کے پاس آ گئے۔ تہمت کے ازالے کے سوا ان کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ (تفسیر سعدی: 2/1273)

﴿قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ﴾

''انہوں نے کہا: ''ہم بادشاہ کا پیمانہ گم پاتے ہیں اور جو اسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ) ہو گا اور میں اس کا ضامن ہوں'' (72)

سوال: بادشاہ کے کارندوں نے برادران یوسف علیہ السلام کے سوال کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... زَعِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم بادشاہ کا پیمانہ گم پاتے ہیں'' بادشاہ کے کارندوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے شاہی پیمانے کے گم ہوجانے کی اطلاع دی۔

(2)﴿وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ﴾ ''اور جو اسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ (غلہ) ہوگا'' یعنی جو بادشاہ کا پیمانہ ڈھونڈ کر لائے گا اس کو ایک اونٹ کے وزن کے مطابق اناج ملے گا اور یہ اس کا انعام ہوگا۔

(3)﴿وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ﴾ ''اور میں اس کا ضامن ہوں'' تلاش کرنے والے نے کہا کہ میں اس اناج کو دلوانے کا ذمہ لیتا ہوں۔

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ

''انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ ہم اس ملک میں اس لیے نہیں آئے کہ فساد کریں

وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ﴾

اور ہم چوری کرنے والے نہیں ہیں'' (73)

سوال: برادران یوسف علیہ السلام نے تلاشی لینے والوں کو جو صفائی پیش کی، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ...سٰرِقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! بلاشبہ یقیناً تم جانتے ہو کہ ہم اس ملک میں اس لیے نہیں آئے کہ فساد کریں'' برادران یوسف نے تلاشی لینے والوں سے کہا کہ ہم ملک میں بدامنی پھیلانے، چوری اور گناہ کے کام کرنے نہیں آئے۔

(2)﴿وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ﴾ ''اور ہم چوری کرنے والے نہیں ہیں'' یعنی ہم فساد فی الارض کا برا کام چوری کرنے نہیں آئے۔ (3) انہوں نے قسم اس لئے اٹھائی تھی، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ وہ فساد پھیلانے والے ہیں نہ چور۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے احوال کی خوب جانچ پڑتال ہوئی ہے جو ان کی پاکیزگی اور پرہیزگاری پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ یہ کام ان کے علم سے نہیں ہوسکتا جن پر وہ چوری کی تہمت لگا رہے ہیں۔ یہ پیرایہ چوری کی تہمت کی نفی میں اس فقرے سے زیادہ بلیغ ہے۔ (تاللہ لم نفسد فی الارض ولم نسرق) اللہ کی قسم ہم نے زمین میں فساد کیا ہے نہ ہم نے چوری کی ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1273)

﴿قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ﴾

انہوں نے کہا: ''اگر تم جھوٹے ہوئے تو اس کی جزا کیا ہے؟'' (74)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: بادشاہ کے کارندوں نے برادران یوسف کی اس بات کا کیا جواب دیا کہ ہم چوری کرنے والے نہیں ہیں، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... كٰذِبِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اگر تم جھوٹے ہوئے تو اس کی جزا کیا ہے؟'' تلاشی لینے والوں نے جواب دیا: اگر بادشاہ کا پیمانہ تم لوگوں میں سے کسی کے پاس نکلا تو اسے کیا سزا ملنی چاہیے؟

﴿قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾

انہوں نے کہا: ''اس کی جزا یہ ہے کہ جس کے کجاوے میں وہ پایا جائے سو وہی اس کی جزا ہے، ہم ظالموں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں'' (75)

سوال: برادران یوسف علیہ السلام نے چور کے لیے جو سزا تجویز کی، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اس کی جزا یہ ہے کہ جس کے کجاوے میں وہ پایا جائے سو وہی اس کی جزا ہے'' برادران یوسف علیہ السلام نے تجویز دی کہ جس کے سامان میں پیالہ پایا جائے اس کی جزا یہ ہے کہ جس کی چوری کی گئی ہے اسے اس کے حوالے کر دیا جائے۔

(2) ﴿كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''ہم ظالموں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں'' شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا یہ تھی کہ چور مال مسروقہ کے مالک کی ملکیت بن جاتا تھا جب اس پر چوری کا الزام ثابت ہو جاتا تھا۔

(3) مفسرین کہتے ہیں کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے خاندان میں چور کی یہی سزا مقرر تھی کہ وہ ایک برس تک اس شخص کی غلامی میں دے دیا جائے جس کا مال اس نے چرایا ہو۔ (فتح القدیر) (اشرف)

(4) سیدنا یوسف علیہ السلام کی غرض بھی یہ تھی کہ بنیامین ان کے پاس رہیں۔

﴿فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا

''چنانچہ اس نے اپنے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان کے تھیلوں سے ابتدا کی، پھر اپنے بھائی کے تھیلے سے اسے نکال لیا، اس طرح ہم

لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ

نے یوسف کے لیے تدبیر کی وہ بادشاہ کے قانون کی رو سے اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتا تھا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایسا چاہے، ہم

مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ﴾

جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں، اور ہر صاحب علم سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے'' (76)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: اور شاہی پیالہ بنیامین کے سامان سے برآمد ہوگیا، اس کی وضاحت ﴿فَبَدَاَ ... اَخِيْهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ﴾ ''چنانچہ اس نے اپنے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان کے تھیلوں سے ابتدا کی'' تلاشی لینے والوں نے بنیامین کے سامان سے پہلے سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے سامان کی یکے بعد دیگرے تلاشی لی تا کہ شک نہ رہے کہ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا گیا ہے۔

(2) ﴿ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ﴾ ''پھر اپنے بھائی کے تھیلے سے اسے نکال لیا'' پھر جب برادران یوسف علیہ السلام کے سامان سے کچھ نہ ملا تو شاہی پیالہ بنیامین کے سامان سے برآمد کر لیا۔

(3) یعنی حقیقت واقعہ کی رعایت رکھتے ہوئے (وَجَدَهَا) یا (سَرَقَهَا) نہیں کہا۔ اس طرح سیدنا یوسف علیہ السلام کے اس منصوبے کی تکمیل ہوگئی جس کے مطابق وہ اپنے بھائی کو اس طرح اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے کہ ان کے بھائیوں کو اصل صورت حال کا علم نہ ہو۔ (تفسیر سعدی: 2/1273، 1274)

سوال 2: بنیامین کو روکنے کی یہ تدبیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی، اس کی وضاحت ﴿كَذٰلِكَ ... يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ﴾ ''اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی'' یعنی اللہ تعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی خاطر تدبیر کی جس کی وجہ سے وہ ایسے طریقے سے اپنے بھائی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے، کیونکہ اس میں مصلحت تھی کیونکہ مصری قانون کے مطابق سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے بھائی بنیامین کو نہیں روک سکتے تھے۔

(2) ﴿مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ ''وہ بادشاہ کے قانون کی رو سے اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتا تھا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایسا چاہے'' یعنی مصر کے قانون کے مطابق چوری کے بدلے میں بندے کو نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ بندے کو مارا جاتا تھا اور اس سے تاوان لیا جاتا تھا۔

(3) مصر کا شاہی قانون یہ تھا کہ چور کو پیٹا جائے اور اس سے چوری کے مال کے علاوہ اتنا ہی مال اور لے کر اس شخص کو دے دیا جائے جس کا مال چوری ہوا ہے۔ اس قانون کی رو سے چور کو غلام نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ (ابن کثیر) (شوکانی)

(4) یعنی بادشاہ کے قانون کے مطابق مال مسروقہ کے مالک کو یہ اختیار حاصل نہ تھا کہ وہ چور کا مالک بن سکے۔ ان کے ہاں چوری کی کوئی اور سزا تھی۔ اگر فیصلہ بادشاہ کے قانون کے مطابق ہوتا تو سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے بھائی کو اپنے پاس نہ رکھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکتے۔اس لئے سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فیصلہ کروایا، تاکہ ان کے منصوبے کی تکمیل ہو۔(تفسیر سعدی:2/1274)

(5)﴿اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾''سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایسا چاہے''یعنی جو وہ حکم دیتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔

(6)اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے چور کی سزا دریافت کرتے، نہ بھائی بتاتے اور نہ سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے بھائی بنیامین کو اپنے ہاں رکھ سکتے۔(اثر:1/294)

سوال3:﴿نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ﴾کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ﴾''ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کر دیتے ہیں''یعنی علم میں درجات بلند کر دیتے ہیں جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کا درجہ بلند کیا۔(ایسر التفاسیر:689)

(2)سیدنا یوسف علیہ السلام کو شریعت ابراہیمی کا علم تھا۔شریعت کا علم ہی درجات کی بلندی کا سبب بنتا ہے۔

(3)سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی علماء تھے اور اپنے بھائیوں کے مقابلے میں وہ شریعت کا زیادہ علم رکھتے تھے اسی وجہ سے رب العزت نے ان کا مقام اور مرتبہ بلند کر دیا۔

(4)رب العزت کا فرمان ہے:﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔''(المجادلہ:11)

سوال4:ہر صاحب علم سے بڑھ کر صاحب علم موجود ہے، اس کی وضاحت﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ﴾''اور ہر صاحب علم سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے''یعنی ہر صاحب علم کے اوپر ایک شخص ہوتا ہے جو اس سے زیادہ علم رکھتا ہے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ غائب اور موجود کا علم رکھنے والی ہستی تک جا پہنچتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1274)

(2)اللہ تعالیٰ سب سے بڑا عالم ہے اس سے بڑھ کر کوئی نہیں اس کا علم ذاتی ہے اور دوسروں کا علم وہبی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/893)

(3)اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح ہم نے علم کے ذریعہ یوسف کو بلند مقام دیا، اسی طرح ہم جسے چاہتے ہیں علوم و معارف دے کر اس کے ہم عصروں میں اسے عالی مقام بنا دیتے ہیں اور ہر علم والے سے بڑا علم والا ہوتا ہے، اسی لیے حسن بصری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہا کرتے تھے کہ ہر علم والے سے بڑا علم والا ہے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ پر ختم ہوجاتا ہے۔اس سے بڑا کوئی عالم نہیں، اور اس کا علم بحر بے کنار ہے۔(تیسیر الرحمن:1/692)

(4) کسی عالم کا علم کلی نہیں لہٰذا کوئی علم والا دھوکے میں مبتلا نہ ہو کہ میرا علم زیادہ ہے کہ ہر ذی علم سے اوپر علم والا موجود ہے۔

﴿قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ

''انہوں نے کہا: ''اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی'' تو یوسف نے اس بات کو اپنے

فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ

دل میں چھپائے رکھا اور اسے ان پر ظاہر نہیں کیا، اس نے کہا: ''تم برے درجے کے لوگ ہو اور جو کچھ تم بیان کرتے

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ﴾

ہو اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جاننے والا ہے'' (77)

سوال 1: برادران یوسف نے سیدنا یوسف علیہ السلام پر بھی چوری کا الزام لگا دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْٓا...قَبْلُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اگر اس نے چوری کی ہے'' جب بنیامین کے سامان سے شاہی پیمانہ مل گیا تو بھائیوں نے کہا کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

(2) ﴿فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ﴾ ''تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی'' اس سے پہلے اس کے بھائی یوسف نے بھی چوری کی تھی۔ یہ ان کی جانب سے سیدنا یوسف علیہ السلام پر بہتان تھا۔انہوں نے الزم لگا کر سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین کا مرتبہ گھٹانے کی کوشش کی۔

(3) اپنی پاک بازی ظاہر کرنے کے لئے فوراً اپنے آپ کو بنیامین سے الگ کرلیا اور اس کے جرم کو بہانہ بنا کر اس کے بھائی پر بھی چوری کی جھوٹی تہمت لگا دی۔اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے گم ہوجانے کے بعد بنیامین کے ساتھ یہ بھائی کیا سلوک کرتے رہے ہوں گے۔(اشرف الحواشی:1/294)

سوال 2: سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر کیسے ردعمل کا اظہار کیا، اس کی وضاحت ﴿فَاَسَرَّهَا...تَصِفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(1)﴿فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ﴾ ''تو یوسف نے اس بات کو اپنے دل میں چھپائے رکھا'' یوسف علیہ السلام نے چوری کا الزام سنا تو ایک بات دل میں رکھی۔

(2)﴿وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ﴾ ''اور اسے ان پر ظاہر نہیں کیا'' انہوں نے اپنے بھائیوں کے سامنے ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ انہوں نے معاملے کو اپنے دل میں رکھ لیا اور غصے کو پی گئے۔

(3)﴿قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا﴾ ''اس نے کہا: ''تم برے درجے کے لوگ ہو'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے جو بات اپنے دل میں چھپائی وہ یہ تھی کہ تم کم درجے کے لوگ ہو جو مجھ پر الزام عائد کر رہے ہو۔

(4)﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ اس کو زیادہ جاننے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ تمہارا الزام جھوٹا ہے اور ہم اس بہتان سے بری ہیں۔

﴿قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ

''انہوں نے کہا: ''اے عزیز! بلاشبہ اس کا باپ بہت بوڑھا ہے، سو اس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے، بلاشبہ ہم آپ

اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

کو احسان کرنے والوں میں سے دیکھتے ہیں'' (78)

سوال: برادران یوسف علیہ السلام نے تبادلے کی درخواست کر دی، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا...الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا﴾ ''انہوں نے کہا'' برادران یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر کہا جب بنیامین کے بارے میں فیصلہ ہو گیا کہ بادشاہ انہیں نہیں چھوڑے گا۔

(2)﴿يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ﴾ ''اے عزیز!'' انہوں نے خوشامد کرتے ہوئے بادشاہ سے درخواست کی۔

(3)﴿اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا﴾ ''بلاشبہ اس کا باپ بہت بوڑھا ہے'' یعنی سیدنا یعقوب علیہ السلام بہت بوڑھے ہیں، بیٹے کی جدائی کا صدمہ برداشت نہیں کر سکیں گے۔

(4)﴿فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ﴾ ''سو اس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے'' ہم میں سے جس کو چاہیں اس کے بدلے روک لیں۔ (5)﴿اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''بلاشبہ ہم آپ کو احسان کرنے والوں میں سے دیکھتے ہیں'' ہم آپ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نیک اور انصاف کرنے والا دیکھتے ہیں امید ہے کہ آپ ہم پر اور ہمارے والد پر احسان کریں گے۔

﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ

''یوسف نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا ہے اس کے ماسوا کسی اور کو رکھیں تب تو ہم یقیناً ظالم

اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ﴾

ہوں گے''(79)

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی درخواست مسترد کر دی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ﴾ ''کہا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کی درخواست کو رد کرتے ہوئے جواب دیا۔

(2)﴿مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی پناہ کہ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا ہے اس کے ماسوا کسی اور کو رکھیں'' یعنی ہماری طرف سے یہ بہت بڑا ظلم ہوگا اگر ہم ایک بے گناہ انسان کو اس کے بدلے میں پکڑ لیں جس کے پاس سے ہمارا مال نکلا ہے۔

(3) سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقعے پر یہ نہیں کہا کہ اس کے بدلے میں جس نے چوری کی ہے، ایسا کہنا جھوٹ ہوتا کیونکہ بنیامین چور نہیں تھے۔

(4)﴿اِنَّآ اِذًا﴾ ''تب تو ہم ہوں گے'' یعنی جس کے پاس سے ہمارا مال نکلا ہے اس کی جگہ کسی اور کو پکڑ لیں تو۔

(5)﴿لَّظٰلِمُوْنَ﴾ ''یقیناً ظالم'' تو ہم بہت بڑا ظلم کرنے والے ہوں گے کیونکہ ہم ایسی صورت میں ایسے شخص کو سزا دیں گے جو مجرم نہیں، جو سزا کا مستحق نہیں۔

﴿فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا

''چنانچہ جب وہ اس سے ناامید ہو گئے تو الگ ہو کر مشورہ کرنے لگے، ان کے بڑے نے کہا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ بلاشبہ

اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ

تمہارے باپ نے تم سے اللہ تعالیٰ کا پختہ عہد لے رکھا ہے؟ اور اس سے پہلے یوسف کے سلسلے میں بھی تم زیادتی کر چکے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ

ہو، چنانچہ میں یہ زمین ہرگز نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ میرے والد مجھے اجازت دے دیں یا اللہ تعالیٰ میرا کوئی فیصلہ

وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿

فرمائیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے''(80)

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے آپس میں مشوروں کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... الْحٰكِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا اسْتَايْـَٔسُوْا مِنْهُ﴾ ''چنانچہ جب وہ اس سے نا امید ہو گئے'' جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے چھڑانے سے مایوس ہو گئے۔

(2)﴿خَلَصُوْا نَجِيًّا﴾ ''تو الگ ہو کر مشورہ کرنے لگے'' انہوں نے آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ اب کیا کریں کہ بنیامین تو گرفتار ہو گئے اور کسی صورت چھوٹ نہیں سکتے جب کہ ہم اپنے والد سے ان کے واپس لانے کا پختہ عہد کر کے ان کی ذمہ داری لے کر آئے ہیں۔

(3)﴿قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''ان کے بڑے نے کہا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ بلاشبہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ تعالیٰ کا پختہ عہد لے رکھا ہے؟'' بڑے بھائی روبیل یا یہودا (یہ وہی تھے جنہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں مشورہ دیا تھا کہ انہیں قتل نہ کرو بلکہ کسی کنویں میں ڈال آؤ) نے کہا بھائیو! تمہیں یہ تو معلوم ہی ہے کہ ہم نے اپنے والد سے بنیامین کے واپس لانے کے سلسلے میں کیا عہد کیا ہے۔ افسوس اب ہم نہ انہیں منہ دکھا سکتے ہیں اور نہ بھائی کو شاہی گرفتاری سے چھڑا سکتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1/895)

(4)﴿وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ﴾ ''اور اس سے پہلے یوسف کے سلسلے میں بھی تم زیادتی کر چکے ہو'' بڑے بھائی نے یاد دلایا کہ اس سے پہلے تم یوسف علیہ السلام کے بارے میں کیسی کوتاہی کے مرتکب ہو چکے ہو۔ کیسے آنکھوں دیکھتے ہم نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں کھو دیا تھا۔

(5) بڑے بھائی نے دو امور کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا۔ (i) سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں ماضی میں کی جانے والی کوتاہی۔ (ii) چھوٹے بھائی کو ساتھ لے کر نہ جانا۔

(6)﴿فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ﴾ ''چنانچہ میں یہ زمین ہرگز نہیں چھوڑوں گا'' بڑے بھائی نے کہا میں تو یہاں سے یعنی سر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمین مصر سے نہیں جاؤں گا۔(ایسر التفاسیر:690،691)

(7)﴿حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ﴾''یہاں تک کہ میرے والد مجھے اجازت دے دیں''یعنی میں تو اس وقت تک یہاں سے نہ جاؤں گا جب تک کہ والد مجھے اجازت نہ دیں۔

(8)﴿اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ﴾''یا اللہ تعالیٰ میرا کوئی فیصلہ فرمائیں''یعنی اللہ تعالیٰ میرے لئے اکیلے یا بھائی کے ساتھ آنا مقدر کردے۔(تفسیر سعدی:2/1276)

(9)﴿وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ﴾''اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے''یعنی اللہ تعالیٰ بہترین حاکم ہے۔شاید کسی تدبیر کو سجھادے کہ میں اپنے بھائی کو چھڑانے میں کامیاب ہوجاؤں۔

﴿اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا

''تم اپنے والد کے پاس جاؤ۔سو اس سے کہو:''اے ہمارے ابا جان!یقیناً آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم نے

عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ﴾

تو صرف اسی بات کی گواہی دی ہے جو ہمیں معلوم ہے اور غیب کی حفاظت کرنے والے تو ہم نہیں ہیں''(81)

سوال:بڑے بھائی نے اپنے بھائیوں کو والد کے پاس واپس جانے کا حکم دیا،اس کی وضاحت﴿اِرْجِعُوْٓا ... حٰفِظِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ﴾''تم اپنے والد کے پاس جاؤ''بڑے بھائی نے اپنے بھائیوں کو حکم دیا کہ اپنے والد کے پاس جا کر سارا واقعہ کہہ سناؤ۔

(2)﴿فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ﴾''اے ہمارے ابا جان!یقیناً آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے''یعنی یہ بتاؤ کہ وہ چوری کے الزام میں دھر لیا گیا ہے،اس لیے ہم کوشش کے باوجود اسے اپنے ساتھ نہیں لا پائے۔

(3)﴿وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا﴾''اور ہم نے تو صرف اسی بات کی گواہی دی ہے جو ہمیں معلوم ہے''یعنی ہم غیب کے بارے میں تو نہیں جانتے اور ایسی چیز کے بارے میں ہم گواہی نہیں دیتے جو ہمارے سامنے نہیں تھی۔

(4)﴿وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ﴾''اور غیب کی حفاظت کرنے والے تو ہم نہیں ہیں''یعنی ہم غیب کا علم رکھنے والے نہیں تھے۔ہم سے تو چور کی سزا پوچھی گئی تو ہم نے اپنے دین کے مطابق بتادی۔ہم نے تو دیکھا کہ بادشاہ کا پیالہ بنیامین کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خرچی سے نکلا ہے۔

(5) اگر ہمیں غیب کا علم ہوتا تو ہم اسے اپنے ساتھ لے جانے کی خواہش کرتے نہ اس کو ساتھ لے جانے کے لیے اتنی کوشش کرتے اور نہ آپ کو کوئی عہد دیتے۔ ہمارے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ معاملہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔ (تفسیر سعدی: 2/1276)

﴿وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ

''اور آپ اس بستی کے لوگوں سے پوچھ لیں جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے پوچھ لیں جس میں ہم آئے ہیں اور

وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾

بلاشبہ یقیناً ہم سچے ہیں'' (82)

سوال: برادران یوسف علیہ السلام نے اپنی صفائی کیسے پیش کی، اس کی وضاحت ﴿وَسْـَٔلِ...لَصٰدِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) بھائیوں نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا: ﴿وَسْـَٔلِ﴾ ''اور آپ پوچھ لیں'' یعنی آپ ہماری بات پر یقین نہیں رکھتے تو۔

(2) ﴿الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا﴾ ''اس بستی کے لوگوں سے جس میں ہم تھے'' اہل مصر سے پوچھ لیں اور اس قافلے سے دریافت کرلیں، جس کے ساتھ ہم آئے ہیں جو کنعانیوں میں سے ہیں، وہ لوگ اس بارے میں پوری معلومات رکھتے ہیں۔

(3) ﴿وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم سچے ہیں'' ہم نے واقعات بھی درست بتائے ہیں، جھوٹ نہیں بولا اور بنیامین کی حفاظت کرنے میں بھی ہم سچے ہیں۔ قافلے والے ہماری صداقت، امانت اور حفاظت کے گواہ ہیں۔ واقعات یہی پیش آئے ہیں۔ بنیامین چوری کے الزام میں پکڑ لیے گئے ہیں۔

﴿قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ

''اس نے کہا: ''بلکہ تمہارے دل نے ایک کام کو مزین بنا دیا ہے، سو (میرا کام) اچھا صبر ہے، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو

جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

میرے پاس لائے گا، بلاشبہ وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (83)

سوال 1: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے سارے واقعات سننے کے بعد جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...جَمِيْلٌ﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے سارے واقعات سن کر وہی جواب دیا جو مدتوں پہلے اپنے بیٹے سیدنا یوسف علیہ السلام کے گم جانے کے موقع پر کہے تھے۔ جب ان کے بیٹوں نے ان سے سیدنا یوسف علیہ السلام کی خون سے بھری ہوئی قمیص دیتے ہوئے کہا تھا کہ انہیں بھیڑیا کھا گیا۔ اس موقع پر سیدنا یعقوب علیہ السلام نے کہا:

(2) ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا﴾ ''بلکہ تمہارے دل نے ایک کام کو مزین بنا دیا ہے'' یعنی تمہارے نفسوں نے ایک بات بنالی ہے۔ نہ تو سیدنا یوسف علیہ السلام کو بھیڑیے نے کھایا ہے، نہ بنیامین نے چوری کی ہے۔

(3) ﴿فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ﴾ ''سو (میرا کام) اچھا صبر ہے'' یعنی میں اس معاملے میں صبر جمیل کی پناہ لیتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ناراضی ہے نہ بے صبری کا مظاہرہ اور نہ مخلوق کے پاس شکوہ۔ (تفسیر سعدی: 2/1277)

(4) رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور یقینا جو صبر کرے اور معاف کر دے، تو بلاشبہ یہ یقینا بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (الشوریٰ: 43)

(5) ابو مالک، سیدنا حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صبر روشنی ہے۔'' (مسلم: 534)

(6) سیدنا ابو سعید سعد بن سنان خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور جو شخص سوال سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے بچا لیتا ہے، جو بے نیازی اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے (لوگوں سے) بے نیاز کر دیتا ہے اور جو صبر کا دامن پکڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے صبر کی توفیق دے دیتا ہے اور کوئی شخص ایسا عطیہ نہیں دیا گیا، جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع تر ہو۔'' (بخاری: 1469) (7) سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، (اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے، تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے۔ (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)'' (مسلم: 7500) (8) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿اَفْضَلُ الْاِيْمَانِ الصَّبْرُ وَالسَّمَاحَةُ﴾ ''صبر کرنا اور عفو و درگزر کرنا افضل ایمان ہے۔'' (صحیحہ: 1495)

(9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رات میرے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی۔ میں نے اس لڑکے کا نام اپنے باپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے نام پر رکھا۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لڑکا ام سیف کو دے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیا جو کہ ایک لوہار کی بیوی تھی اور اس لوہار کو ابوسیف کہا جاتا تھا (ایک دن) آپ ﷺ ابوسیف کی طرف چلے اور میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا۔ جب ہم ابوسیف کے ہاں پہنچے تو وہ اپنی لوہے کی بھٹی دھونک رہے تھے اور ان کا گھر دھوئیں سے بھرا ہوا تھا تو میں نے جلدی جلدی رسول اللہ ﷺ سے پہلے جا کر اس سے کہا: اے ابوسیف! ٹھہر جاؤ! رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں تو وہ ٹھہر گئے۔ نبی ﷺ نے بچے کو بلایا اور اسے آپ ﷺ نے اپنے سینے سے چمٹا لیا اور آپ ﷺ نے وہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس بچے کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دم توڑ رہا ہے (یہ دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''آنکھیں اشک آلود ہیں اور دل غم زدہ ہے اور ہم وہ بات نہیں کہتے کہ جس سے ہمارا رب راضی نہ ہو۔ اللہ کی قسم! اے ابراہیم! ہم تیری وجہ سے غم زدہ ہیں۔'' (مسلم:6025)

(10) سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی ایک صاحبزادی (سیدہ زینب رضی اللہ عنہا) نے آپ ﷺ کو اطلاع کرائی کہ میرا ایک لڑکا مرنے کے قریب ہے، اس لیے آپ ﷺ تشریف لائیں۔ آپ ﷺ نے انہیں سلام کہلوایا اور کہلوایا کہ اللہ تعالیٰ ہی کا سارا مال ہے، جو لے لیا وہ اسی کا تھا اور جو اس نے دیا وہ بھی اسی کا تھا اور ہر چیز اس کی بارگاہ سے وقت مقررہ پر ہی واقع ہوتی ہے۔ اس لیے صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھو۔ پھر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے قسم دے کر اپنے یہاں بلوا بھیجا۔ اب رسول اللہ ﷺ جانے کے لیے اٹھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور بہت سے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ بچے کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے کیا گیا۔ جس کی جانکنی کا عالم تھا۔ ابوعثمان نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جیسے پرانا مشکیزہ ہوتا ہے (اور پانی کے ٹکرانے کی اندر سے آواز ہوتی ہے۔ اسی طرح جانکنی کے وقت بچہ کے حلق سے آواز آ رہی تھی) یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ یا رسول اللہ! یہ رونا کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے (نیک) بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اپنے ان رحم دل بندوں پر رحم فرماتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔'' (بخاری:1284)

(11) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا وہ مومن بندہ جس کی محبوب ترین چیز میں واپس لے لوں، لیکن وہ اس پر ثواب کی نیت سے (صبر و رضا کا مظاہرہ کرے) اس کے لیے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے۔'' (بخاری:6424)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے بندے کو اس کی دو پیاری چیزوں کے ذریعے سے (یعنی آنکھوں سے محروم کر کے) آزماؤں پس وہ اس پر صبر کرے تو میں اس کے بدلے اسے جنت دوں گا۔'' (بخاری:5653)

(13) عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''کیا میں تجھے جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا، کیوں نہیں، (ضرور دکھلایئے!) انہوں نے فرمایا: یہ کالی عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا: مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں (کہ اس بیماری سے نجات مل جائے)۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو چاہے تو اس تکلیف پر صبر کر، اس کے بدلے تیرے لئے جنت ہے اور اگر تو چاہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے اس بیماری سے عافیت دے دے۔ اس نے کہا: میں صبر ہی اختیار کرتی ہوں۔ تاہم (دورے کے وقت) میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیں کہ میں ننگی نہ ہوا کروں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے لئے یہ دعا فرمائی۔'' (بخاری:5652)

(14) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کے لیے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے جلد ہی دنیا میں سزا دے دیتا ہے اور جب بندے سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے گناہ کی سزا روکے رکھتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اسے پوری سزا دے گا۔'' اس سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''بڑا ثواب بڑی آزمائش کے ساتھ ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ محبت کرتا ہے تو ان کو کسی آزمائش میں ڈال دیتا ہے جو اس آزمائش پر راضی ہوا تو اس کے لیے رضا ہے۔ جو اس آزمائش پر ناراض ہوا تو اس کے لیے ناراضگی ہے۔'' (ترمذی:2396)

(15) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان دار مرد اور عورت اپنے نفس، اولاد اور مال کی آزمائش میں ہمیشہ رہتے ہیں حتیٰ کہ اس کی ملاقات اپنے رب سے ایسے حال میں ہوتی ہے کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔'' (ترمذی:2399)

(16) ابو ابراہیم سیدنا عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض ان ایام میں، جن میں آپ کا مقابلہ دشمن سے ہوا انتظار فرمایا یہاں تک کہ جب آفتاب ڈھل گیا تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''اے لوگو! دشمن سے ملاقات (لڑائی) کی آرزو مت کرو، اور اللہ تعالیٰ سے عافیت (سلامتی) مانگو۔ لیکن جب ایسا موقع آجائے کہ تمہاری دشمن سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدمی سے لڑو اور یہ بات جان لو کہ جنت تلواروں کے سایے تلے ہے۔ پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ﴿اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ﴾ ''اے اللہ! کتاب (قرآن مجید) کے اتارنے والے، بادلوں کو چلانے والے، (دشمن کے) لشکروں کو شکست دینے والے! ان کو شکست فاش سے دوچار فرما اور ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔'' (مسلم:4542)

(17) اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بے بسی کا اظہار کرنا بے صبری نہیں ہے۔ ﴿قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''میں اپنی ظاہر ہو جانے والی بے قراری اور غم کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں۔'' (یوسف:86) سیدنا ایوب علیہ السلام نے صبر میں بے مثال اسوہ چھوڑا ہے، انہوں نے ارحم الراحمین سے فریاد کی۔ ﴿وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''اور ایوب کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں میں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' (الانبیاء:83)

(18) نبی ﷺ کی سیرت پڑھنے والے جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے احکام الٰہی کی تبلیغ، اہل ایمان کی تعلیم، اہل خسران کے انذار، اہل عالم کی تدبیر، اور اعلائے کلمۃ الحق کی تدبیر میں کس قدر مصائب و نوائب اور ہموم و غموم کی شدت برداشت فرمائی تھی۔ کبھی رسول اللہ ﷺ کے آستانہ فیض پر غلاظت گرائی جاتی جس سے تشتت طبع اور پریشانی دماغ پیدا ہو، کبھی رسول اللہ ﷺ کی راہ میں گڑھا کھود کر اسے باریک باریک لکڑیوں سے پاٹ دیا جاتا تھا، گڑھے میں کانٹے بھر دیئے جاتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز تہجد کے لیے نکلیں تو زمین سمجھ کر اس پر پاؤں رکھیں اور گڑھے میں جا گریں۔ کبھی رسول اللہ ﷺ کو سجدہ میں محو تام دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کی گردن میں چادر ڈال کر پھانسی کا رسہ بنایا جاتا گردن کو افشار سے بھینچا جاتا۔ کبھی رسول اللہ ﷺ کی پشت مبارک پر (بحالت سجود) اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی جاتی اور اسے کفار کی تفریح و طبع کا سامان سمجھا جاتا، کبھی رسول اللہ ﷺ پر پتھر برسائے جاتے اور قرأت قرآن پاک سے آپ ﷺ کو روکا جاتا۔ کئی سال کا زمانہ رسول اللہ ﷺ پر ایسا بھی گزرا ہے جب رسول اللہ ﷺ کو ایک گھاٹی میں محصور رکھا گیا اور دانہ و خورش کا داخلہ بند کیا گیا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کا ہی حوصلہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا ہی دل تھا کہ صبر کیا اور وہ صبر کیا کہ مالک نے بھی ﴿وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ''اور تمہارا صبر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔'' (سورۃ النحل:127) کے تمغہ سے رسول اللہ ﷺ کو مشرف فرمایا۔ (رحمۃ للعالمین)

سوال 2: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے رب سے امید باندھ لی، اس کی وضاحت ﴿عَسَى اللّٰهُ ... الْحَكِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿عَسَى اللّٰهُ﴾''امید ہے کہ اللہ تعالیٰ'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے رب سے اس وقت امید باندھی جب کہ حالات ناامیدی کے تھے۔یہی زندگی ربانی زندگی ہے جہاں دل کہیں مصائب پر صبر کر کے عبادت کرتا ہے،کہیں رب کی رضا پر راضی ہو کر عبادت کرتا ہے،کہیں رب سے امید باندھ کر عبادت کرتا ہے۔یہ ساری عبادات ہیں جو غم کے سیاہ بادلوں میں،اداسی کی دلدل میں،کرب کی شدت میں کی جاتی ہیں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان عبادات کی سعادت کس کو نصیب ہوتی ہے؟یہ عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے آپ کو خالص کرنے والوں،اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے اپنے معاملات اس کے سپرد کرنے والوں،اس سے محبت کرنے والوں،اس سے خوف رکھنے والوں کو نصیب ہوتی ہیں۔یا ارحم الراحمین ہمیں دل کی عبادات نصیب فرما دے۔(آمین)

(2)﴿اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا﴾''کہ ان سب کو میرے پاس لائے گا'' مجھے امید ہے کہ میرا رب میرے تینوں بچھڑے ہوئے بیٹوں کو ملا دے گا یعنی یوسف علیہ السلام،بنیامین اور سب سے بڑے بیٹے کو جو مصر میں رہ گیا تھا۔

(3)﴿اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ﴾''بلاشبہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے'' بے شک میرا رب میرے حالات کو جانتا ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس کی طرف سے کشادگی اور نوازش کا محتاج اور اس کے احسان کا ضرورت مند ہوں۔

(تفسیر سعدی:2/1277)

(5)اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے،زمین و آسمان کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے حالات سے واقف ہے،ان حالات و واقعات سے بھی جو کائنات میں جاری ہیں اور ان حالات سے بھی جو کسی انسان کی زندگی میں پیش آتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہر طرح کے حالات میں انسانوں کے دلوں کی کیفیات کو بھی جانتا ہے۔

(6)﴿الْحَكِيْمُ﴾''کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے احکامات اور فیصلوں میں کمال حکمت والا ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کائنات میں اصل حکمت اللہ تعالیٰ کے پاس ہے،اس کے سارے کام سارے فیصلے حکیمانہ ہوتے ہیں اور حالات و واقعات اس کی حکمت کے مطابق وقوع پذیر ہوتے ہیں اور اس کی حکمت کے مطابق لوگوں کے سامنے کھلتے ہیں۔

(8)اللہ تعالیٰ کے العلیم اور الحکیم ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے،اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور اللہ تعالیٰ ہی پر یقین رکھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ

'اوراس نے ان سے منہ موڑا اور کہنے لگا: ''ہائے افسوس یوسف پر!'' اور غم سے اس کی آنکھیں سفید ہوگئیں،

الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ﴾

چنانچہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا'' (84)

سوال: نئی خبر نے سیدنا یعقوب علیہ السلام کا پرانا زخم تازہ کر دیا، اس کی وضاحت ﴿وَتَوَلّٰى... كَظِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ﴾ ''اور اس نے ان سے منہ موڑا'' بیٹوں سے بنیامین کی خبر سن کر سیدنا یوسف علیہ السلام کا پرانا زخم تازہ ہوگیا۔ انہوں نے بیٹوں کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

(2) ﴿وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ﴾ ''اور کہنے لگا: ''ہائے افسوس یوسف پر!'' انہوں نے سرد آہ بھر کر کہا ہائے یوسف پر افسوس ہے۔

(3) یعنی پرانا حزن وغم اور نہ ختم ہونے والا اشتیاق جو سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے دل میں چھپا رکھا تھا، ظاہر ہوگیا اور اس نئی اور پہلی مصیبت کی نسبت قدرے ہلکی مصیبت نے پہلی مصیبت کی یاد تازہ کر دی۔ (تیسیر سعدی: 2/1277، 1278)

(4) ﴿وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ﴾ ''اور غم سے اس کی آنکھیں سفید ہوگئیں'' غم اور کرب کی وجہ سے ان کی آنکھیں رو رو کر سفید ہوگئی تھیں۔ یوسف علیہ السلام کے فراق میں سیدنا یعقوب علیہ السلام کی بینائی چلی گئی تھی، کسی سے شکوہ نہیں کرتے تھے، دل میں صدمے سے گھلے جا رہے تھے۔

(5) ﴿فَهُوَ كَظِيْمٌ﴾ ''چنانچہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا'' سیدنا یعقوب علیہ السلام کا دل غم سے بھر چکا تھا، ان کے دل کا پیمانہ غم اور حزن سے لبریز ہوگیا تھا۔ (6) آیت کے آخری حصے ﴿فَهُوَ كَظِيْمٌ﴾ میں اشارہ ہے کہ ان کا دل غم سے متاثر تھا، لیکن اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ (تیسیر الرحمن: 1/1694)

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا

''بیٹوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ تو یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ آپ گھل کر

اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ﴾

مرنے کے قریب ہو جائیں یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں'' (85)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: بیٹوں نے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی حالت دیکھ کر کیسے ہمدردی کا اظہار کیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... الْهٰلِكِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ ''بیٹوں نے کہا'' سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے ان کے حالات پر تعجب کرتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی قسم! آپ تو یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے'' باپ کی حالت دیکھ کر بیٹے بھی صدمے میں تھے۔ انہوں نے اپنے والد کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ آپ سیدنا یوسف علیہ السلام کی جدائی میں گھل گھل کر ختم ہو جائیں گے۔

(3) ﴿حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا﴾ ''یہاں تک کہ آپ گھل کر مرنے کے قریب ہو جائیں'' یعنی آپ حرکت تک نہیں کر سکیں گے اور آپ میں بولنے کی طاقت نہیں رہے گی۔ (تفسیر سعدی: 2/1278)

(4) ﴿اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ﴾ ''یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں'' یعنی سیدنا یوسف علیہ السلام کی جدائی کے صدمے میں گھل گھل کر ختم ہو جائیں گے یعنی آپ یوسف علیہ السلام کو یاد کرنا نہیں چھوڑ سکتے۔

﴿قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ

''یعقوب نے کہا: ''میں اپنی ظاہر ہو جانے والی بے قراری اور غم کا شکوہ صرف اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں اور

مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' (86)

سوال: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی بات کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے کہا۔

(2) ﴿اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ﴾ ''میں اپنی ظاہر ہو جانے والی بے قراری کا شکوہ کرتا ہوں'' میں اپنے اضطراب کو کھولتا ہوں یعنی میں اپنی پریشانیوں اور غموں کا شکوہ۔

(3) ﴿وَحُزْنِيْٓ﴾ ''اور غم کا'' اور وہ غم جو میرے دل میں رچا بسا ہے جو پوشیدہ ہے۔

(4) ﴿اِلَى اللّٰهِ﴾ ''صرف اللہ تعالیٰ سے ہی'' اللہ تعالیٰ کے سامنے یعنی اس کے پاس کرتا ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) یہ بات سیدنا یعقوب علیہ السلام کے گہرے تعلق باللہ کا پتہ دیتی ہے۔اس بات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بظاہر مایوس کن حالات ان کی امید کو متاثر نہ کر سکے کیونکہ ان کا رب سے گہرا رابطہ تھا، پیغمبر کے دل میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اللہ تعالیٰ کے اختیارات کا کتنا گہرا شعور ہوتا ہے۔

(6) ﴿وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے جو یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے اس علم کے بارے میں ایک قول تو یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے جو خواب دیکھا تھا کہ مجھے گیارہ ستارے، چاند اور سورج سجدہ کر رہے ہیں اس کی تعبیر اب تک پوری نہیں ہوئی تھی وہ جانتے تھے کہ ایسا ہونا ضرور ہے کہ یوسف موجود ہو اور گیارہ ستارے یعنی سارے بھائی (جن میں بنیامین بھی تھے اور وہ بڑا بھائی بھی تھا جو مصر میں رہ گیا تھا) اور ماں باپ سجدہ کریں گے لہٰذا یوسف کو نہ موت آئی ہے نہ اس کی ملاقات سے پہلے مجھے دنیا سے جانا ہے سب کو ایک دن جمع ہونا ہی ہے۔اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں الہام ہو گیا ہو یا بذریعہ وحی اطلاع دے دی گئی۔(انوار البیان:3/117،118)

(7) یعنی میں اللہ تعالیٰ کے لطف، احسان اور مصیبت پر ثواب کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔

(8) اللہ تعالیٰ کی جانب سے خیر اور بھلائی کا جو معاملہ میرے علم میں ہے وہ آپ کے علم میں نہیں ہے۔

(9) میں جانتا ہوں کہ میرا رب سب کو میرے پاس لوٹا لائے گا۔

﴿يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا

''اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت

يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا'' (87)

سوال: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو یوسف علیہ السلام اور بنیامین کو تلاش کرنے بھیج دیا، اس کی وضاحت ﴿يٰبَنِيَّ ... الْكٰفِرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰبَنِيَّ﴾ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا اے میرے بیٹو!

(2) ﴿اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ﴾ ''جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو'' سیدنا یعقوب علیہ السلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے بیٹوں کو یوسف علیہ السلام اور بنیامین کو پوری کوشش کے ساتھ تلاش کرنے کا حکم دیا۔

(3) تحسس بھلائی کے لیے استعمال ہوتا ہے تجسس برائی کے لیے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو بھائیوں کے ڈھونڈنے کی رغبت دلا رہے ہیں۔

(4) ﴿وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا'' سیدنا یعقوب علیہ السلام بیٹوں کو اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے کی ترغیب دلا رہے ہیں۔

(5) امید بندے کو اپنے مقصد کے لیے کوشش اور جدوجہد کے لیے آمادہ کرتی ہے اور مایوسی اسے سست اور کاہل بنا دیتی ہے اور سب سے بہترین چیز جس کی بندے کو امید رکھنی چاہیے وہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ومہربانی۔ (تفسیر سعدی:2/1278)

(6) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید باندھنا دل کی عبادت ہے۔ یہ امید کا رشتہ مومن کو ٹوٹنے سے، مایوسی کی اتھاہ دلدل سے بچا لیتا ہے۔

(7) ﴿اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی مایوس نہیں ہوتا'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ کافر اللہ تعالیٰ سے ناامید ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی عظمت کو نہیں جانتا۔

(8) کیونکہ کفار اپنے کفر کی وجہ سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان سے دور ہے، اس لئے کفار کی مشابہت اختیار نہ کرو۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ بندہ اپنے ایمان کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت ومہربانی کی امید رکھتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1278،1279)

(9) ﴿قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''اور گمراہ لوگوں کے سوا اپنے ربّ کی رحمت سے کون مایوس ہوتا ہے؟'' (الحجر:56)

(10) صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ نیک گمان رکھنا چاہیے۔ (الترغیب:احسن التفاسیر) (11) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مومن کو اس سزا اور عذاب کا (کماحقہ) علم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں (نافرمانوں کے لئے) ہے تو اس کی جنت کی کوئی امید نہ کرے اور اگر کافر کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا صحیح علم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہو۔'' (مسلم:6979)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا

''چنانچہ جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے تو انہوں نے کہا: ''اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچی

بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ

ہے اور ہم معمولی رقم لے کر آئے ہیں سو آپ ہمارا ماپ پورا کر دیں اور ہم پر صدقہ بھی کریں،

اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے'' (88)

سوال: بھائی ایک بار پھر سیدنا یوسف علیہ السلام کے دربار میں پہنچ گئے اور اہل خاندان کی حالت زار کی داستان سنا دی، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... الْمُتَصَدِّقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ﴾ ''چنانچہ جب وہ یوسف کے پاس داخل ہوئے'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو بھائیوں کی تلاش کے لیے رغبت دلائی تو وہ مصر کے لیے روانہ ہو گئے اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

(2) ﴿قَالُوْا﴾ انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے کہا۔

(3) ﴿يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ﴾ ''اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف پہنچی ہے'' انہوں نے عزیز مصر کو توجہ دلائی کہ ہمارے اہل خاندان کو قحط کی وجہ سے سخت مسائل کا سامنا ہے، ہم محتاج ہو گئے ہیں۔

(4) ﴿وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ﴾ ''اور ہم معمولی رقم لے کر آئے ہیں'' ہم تھوڑی سی رقم لے کر آپ کی خدمت میں آئے ہیں، اتنی رقم سے غلہ تو نہیں ملتا مگر آپ سے امید رکھتے ہیں۔

(5) ﴿فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ﴾ ''سو آپ ہمارا ماپ پورا کر دیں'' یعنی قلیل مال کے باوجود آپ ہمیں پورا پورا غلہ عنایت فرما دیں۔ (6) ﴿وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا﴾ ''اور ہم پر صدقہ بھی کریں'' یعنی کہ قیمت میں زیادہ غلہ آپ کی طرف سے ہم پر صدقہ ہوگا۔ (7) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزا دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو دنیا اور آخرت میں بہترین اجر عطا فرماتا ہے۔

﴿قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ﴾

''یوسف نے کہا: ''کیا تمہیں علم ہے جب تم نادان تھے، تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟'' (89)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام نے معاملہ کھول دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...جٰهِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر جب بوڑھے باپ کا ذکر سنا تو ان کا دل بے قرار ہو گیا اور وہ نرم پڑ گئے، معاملہ کھولتے ہوئے فرمایا۔

(2) ﴿هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ﴾ ''کیا تمہیں علم ہے تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟'' یعنی تمہیں معلوم ہے کہ یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ جہالت میں کیا کیا تھا؟

(3) ﴿اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ﴾ ''جب تم نادان تھے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو ان کی حرکت تو یاد دلائی مگر اس خیال سے کہ وہ شرمندہ نہ ہوں خود ہی ان کے لئے معذرت کا پہلو نکال دیا۔ یہ انتہائی مروت کا مقام ہے جس کی توقع ایک نبی سے ہی ہو سکتی ہے۔ (روح المعانی، اشرف الحواشی: 1/295) (4) اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں یقیناً جہالت کا نتیجہ ہی ہوتی ہیں۔

﴿قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِيْ ۫

''انہوں نے کہا: ''کیا یقیناً تم واقعتاً یوسف ہی ہو؟'' اس نے کہا: ''میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ

قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ

نے ہم پر احسان کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی

لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

نیکی کرنے والوں کا اجر بلاشبہ ضائع نہیں کرتا'' (90)

سوال 1: سیدنا یوسف علیہ السلام کو پہچان لیا تو بھائیوں نے کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْٓا﴾ ''انہوں نے کہا'' برادران یوسف نے انہیں پہچان لیا تو تعجب سے پوچھا۔

(2) ﴿ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ﴾ ''کیا یقیناً تم واقعتاً یوسف ہی ہو؟'' برادران یوسف نے دو اڑھائی سال کی آمد و رفت کے دوران اپنے بھائی کو نہیں پہچانا تھا اور سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھی اپنا حال چھپائے رکھا۔ اس لیے انہوں نے تعجب سے کہا کہ کیا آپ یوسف ہیں؟

سوال 2: سیدنا یوسف علیہ السلام کے جواب کی وضاحت ﴿قَالَ...الْمُحْسِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾''اس نے کہا:''میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا ہے''سیدنا یوسف علیہ السلام نے کہا کہ ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا چھوٹا بھائی بنیامین ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے کہ ہمیں طویل مدت کی جدائی کے بعد ملا دیا۔

(2)اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا کہ ہمیں ایمان،تقویٰ اور صبر جیسی عظیم صفات سے نوازا اور ہمیں اقتدار عطا کیا۔

(3)﴿اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ﴾''حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے''جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے،وہ اس سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی فرماں برداری کرتا ہے اور اس کے عذاب کا خوف رکھ کر اس کی نافرمانی سے بچتا ہے۔

(4)جو شخص حرام کاموں سے بچتا ہے۔

(5)﴿قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾''اُس نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ تو صرف متقیوں ہی سے قبول کرتا ہے۔'' (المائدۃ:27)(6)﴿وَيَصْبِرْ﴾''اور صبر کرتا ہے''یعنی مصائب پر صبر کرتا ہے۔

(7)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾''اللہ تعالیٰ بھی نیکی کرنے والوں کا اجر بلاشبہ ضائع نہیں کرتا''اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر،نیک لوگوں کا انعام ضائع نہیں کرتا ہے۔(8)جو واقعتاً اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے،وہ نیک ہے۔

(9)تقویٰ اور صبر دونوں احسان کے کام ہیں۔(10)سیدنا یعقوب علیہ السلام نے زندگی بھر اللہ تعالیٰ سے امید باندھے رکھی، بیٹے کی جدائی پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صبر کیا،اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

(11)سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے سامنے ان ہی اعمال کی فضیلت رکھی کہ تقویٰ اور صبر کا اجر ضائع نہیں ہوتا۔

(12)رب العزت نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی مثال دی ہے کہ جو ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے،وہ ضرور کامیاب ہوتا ہے۔

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ﴾

''انہوں نے کہا:''اللہ کی قسم!بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم پر فوقیت دی ہے اور بیشک ہم ہی یقیناً خطا کار تھے''(91)

سوال:برادران یوسف نے اپنے قصور کا اعتراف کرلیا،اس کی وضاحت﴿قَالُوْا...لَخٰطِـِٕيْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوْا﴾برادران یوسف علیہ السلام نے کہا۔

(2)﴿تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾''اللہ کی قسم!بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم پر فوقیت دی ہے''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم پر ترجیح دی ہے۔آپ محاسن اخلاق کی وجہ سے،اپنی کریم عادات کی وجہ سے قابل ترجیح ٹھہرے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت عطا فرمائی۔انہوں نے اپنے قصوروں اور سیدنا یوسف علیہ السلام کی عظمت کا اقرار کرلیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ﴾ ''اور بیشک ہم ہی یقیناً خطا کار تھے'' ہم نے ہی آپ کو تکلیف پہنچائی، آپ کو اپنے پیاروں سے، اپنے باپ دادا سے دور کیا، یقیناً ہم قصوروار ہیں۔

﴿قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ

''یوسف نے کہا: ''آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا اور وہ

اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾

رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے'' (92)

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ...الرّٰحِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو جواب دیا۔

(2)﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ ''آج تم پر کوئی ملامت نہیں'' آج تم پر ملامت نہیں جو ہونا تھا وہ ہو گیا، مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔ آج کے بعد میں تمہارا قصور تمہیں یاد نہیں دلاؤں گا۔

(3)﴿يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے احسان کا کمال ہے۔ انہوں نے نرمی اور فراخ دلی کا جو نمونہ پیش کیا وہ اللہ تعالیٰ کے خاص لوگ ہی کر سکتے ہیں۔

(4)﴿وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جانب توجہ مبذول کروائی کہ اسی کی رحمت کی ضرورت ہے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (فتح مکہ کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی چوکھٹ کو پکڑ کر فرمایا: ''اے قریشیو! تمہارا (میرے بارے میں آج) کیا خیال ہے؟'' انہوں نے کہا، ہم تو یہی کہتے ہیں آپ ہمارے بھتیجے اور چچازاد ہیں اور آپ بڑے مہربان اور کریم ہیں۔ آپ نے ان سے پھر وہی سوال کیا اور انھوں نے نے پھر وہی جواب دیا۔ چنانچہ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہی تھی: ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ ''آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں بخشے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔'' (سنن النسائی الکبریٰ: 11298)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَ

''تم میرا یہ قمیض لے جاؤ پھر اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو، وہ بینا ہو جائے گا اور

ع 10 14 4

اْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

تم اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ'' (93)

سوال: ''ابا جان کے چہرے پر میرا کرتا ڈال دو'' سیدنا یوسف علیہ السلام کی اس تلقین کی وضاحت ﴿اِذْهَبُوْا ... اَجْمَعِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا﴾ ''تم میرا یہ قمیض لے جاؤ پھر اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو، وہ بینا ہو جائے گا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں کو تلقین کی: میری قمیض لے جاؤ اور میرے والد کے چہرے پر ڈال دو۔ ان کی بینائی واپس آ جائے گی۔

(2) کیونکہ ہر بیماری کا علاج اس کی ضد کے ذریعے سے کیا جاتا ہے۔ اس قمیص میں چونکہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی خوشبو کا اثر تھا جس کی جدائی نے اپنے باپ کے دل کو اس قدر حزن و غم سے لبریز کر دیا تھا جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام چاہتے تھے کہ یہ قمیص ان کے باپ کو سنگھائی جائے تو ان کی روح، ان کا نفس اور ان کی بصارت لوٹ آئے گی۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اور اسرار پنہاں ہیں جن کو بندے نہیں جانتے مگر اس معاملے پر سیدنا یوسف علیہ السلام کو مطلع کیا گیا۔ (تفسیر سعدی: 2/1281)

(3) ہر مرض کی اللہ تعالیٰ کے ہاں دوا ہے اور شدت فرح سے بینائی میں قوت پیدا ہو جانا طبی طور پر بھی ثابت ہے۔ (رازی، اشرف)

(4) ﴿وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور تم اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے حکم دیا کہ اپنے تمام اہل خانہ کو میرے پاس لے کر آؤ تا کہ حالات بدل جائیں۔

﴿وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ﴾

''اور جب قافلہ جدا ہوا تو ان کے باپ نے کہا: ''یقیناً میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں، اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو'' (94)

سوال: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے قمیض یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کر لی، اس کی وضاحت ﴿وَلَمَّا ... تُفَنِّدُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ﴾ ''اور جب قافلہ جدا ہوا'' جب برادران یوسف کا قافلہ مصر سے فلسطین کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روانہ ہوا۔

(2)﴿قَالَ اَبُوْهُمْ﴾ ''تو ان کے باپ نے کہا'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے کنعان میں اپنے بیٹوں سے جو ان کے پاس تھے۔

(3)﴿اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ﴾ ''یقیناً میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں، اگر تم مجھے بہکا ہوا نہ سمجھو'' اگر میرا مذاق نہ اڑاؤ، میری بات کا یقین کر لو تو مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔

(4) یعنی یہ نہ سمجھو کہ بات مجھ سے غیر شعوری طور پر صادر ہوئی ہے، کیونکہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اس حال میں ان کی طرف سے تعجب کا مظاہرہ ہی دیکھا جو اس قول کا موجب بنا۔ (تفسیر سعدی: 2/1281)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو زور کی ہوا چلی اور یہی ہوا سیدنا یعقوب علیہ السلام کے پاس سیدنا یوسف علیہ السلام کی خوش خبری لائی اور انہیں سیدنا یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو محسوس ہونے لگی۔ (عبدالرزاق)

(6) اتنے فاصلے سے خوشبو کو محسوس کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزہ تھا۔ یہ اس حقیقت کا اعلان تھا کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو بھی جب تک اللہ تعالیٰ خبر نہ دے وہ بے خبر رہتا ہے۔ چاہے بیٹا قریب کے کسی کنوئیں میں کیوں نہ ہو اور جب اللہ تعالیٰ اس کا انتظام فرما دے تو مصر جیسے دور کے علاقے میں بھی بیٹے کی خوشبو آ سکتی ہے۔

(7) شہر مصر سے کنعان تک سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق آٹھ دن کی مسافت کا راستہ تھا اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسی (80) فرسخ یعنی تقریباً ڈھائی سو میل کا فاصلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی دور سے قمیص سیدنا یوسف علیہ السلام کے ذریعہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی خوشبو سیدنا یعقوب علیہ السلام کے دماغ تک پہنچا دی اور یہ عجائب میں سے ہے کہ جب سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے وطن کنعان ہی کے ایک کنوئیں میں تین روز تک پڑے رہے تو اس وقت یہ خوشبو محسوس نہیں ہوئی، یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی معجزہ پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ (معارف القرآن: 5/143)

﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ﴾

''انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک آپ تو یقیناً اپنے پرانے خبط میں ہیں'' (95)

سوال: بیٹوں کے جواب کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... الْقَدِیْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا تَاللّٰهِ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم!'' سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا۔

(2)﴿تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک آپ تو یقیناً اپنے پرانے خبط میں ہیں'' آپ تو اپنی پرانی غلطی پر ہیں۔ آپ تو یوسف کی محبت میں اس قدر ڈوبے ہوئے ہیں کہ آپ کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ آپ کیا کہہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے ہیں۔(3) بیٹوں نے باپ سے سخت بات کی۔ یہ بات کسی بیٹے کے لائق نہیں کہ وہ اپنے باپ سے اتنی توہین آمیز بات کرے۔

﴿فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ

''سوجب خوش خبری لانے والا آیا اس نے یوسف کا قمیص اس کے چہرے پر ڈال دیا چنانچہ وہ بینا ہو گیا اس نے کہا:

اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' (96)

سوال: یہودا قمیض لے کر پہنچ گئے، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّآ ... لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ﴾ ''سوجب خوش خبری لانے والا آیا'' بشیر سے مراد قاصد یہودا تھے، آپ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحب زادے ہیں۔ آپ ہی اللہ تعالیٰ کے نبی کے پاس سیدنا یوسف علیہ السلام کی خون سے لت پت قمیض لائے تھے۔ آپ ہی گناہ کی تلافی کے لیے بشیر بن کر سیدنا یوسف علیہ السلام کی قمیض لائے اور باپ کے منہ پر لا کر ڈال دی، قمیض کے پڑتے ہی آپ کی بینائی بحال ہو گئی۔ (مختصر ابن کثیر: 1/899)

(2) ﴿اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا﴾ ''اس نے یوسف کا قمیص اس کے چہرے پر ڈال دیا چنانچہ وہ بینا ہو گیا'' جب قمیض سیدنا یوسف علیہ السلام کے چہرے پر ڈالی گئی تو وہ پہلے جیسی بصارت کی حالت میں آ گئے۔

(3) ﴿قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اس نے کہا: کیا میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمت پر خوش ہو کر اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں تو تمہیں شروع سے یہی کہتا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ باتیں معلوم ہیں جنہیں تم نہیں جانتے۔ یہ اس قول کی طرف اشارہ ہے۔ ﴿اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے'' (یوسف: 86) میں تو سیدنا یوسف علیہ السلام کے ملنے کی امید رکھتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ سیدنا یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لائے گا اور غم کا یہ دور ختم ہو جائے گا۔

﴿قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ﴾

''انہوں نے کہا: ''اے ہمارے ابا جان! آپ ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بخشش کی دعا کریں، یقیناً ہم ہی خطا کار تھے'' (97)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: بیٹوں نے اعتراف جرم کرلیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... خٰطِـِٕيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ "انہوں نے کہا" سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا۔

(2) ﴿يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ﴾ "اے ہمارے ابا جان! آپ ہمارے لیے ہمارے گناہوں کی بخشش کی دعا کریں، یقیناً ہم ہی خطا کار تھے" بیٹوں نے باپ کے سامنے اعتراف جرم کیا اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم سے واقعی بہت بڑی خطا ہوئی ہے۔ ہم نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا اس کی وجہ سے ہم خطا کار ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے گناہوں کی معافی مانگیں۔

﴿قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾

"یعقوب نے کہا: "میں تمہارے لئے جلد ہی اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا، یقیناً وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (98)

سوال: سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی ندامت محسوس کرنے پر جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... الرَّحِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ "یعقوب نے کہا:" سیدنا یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی ندامت محسوس کر کے کہا۔

(2) ﴿سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ﴾ "میں تمہارے لئے جلد ہی اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا" دعا قبول ہونے کا وقت آنے دو، میں اپنے رب سے تمہارے گناہوں کے لیے استغفار کروں گا۔

(3) سیدنا یعقوب علیہ السلام نے استغفار کو فضیلت والے مبارک وقت تک کے لیے مؤخر کر دیا تاکہ استغفار قبول ہو جائے۔

(4) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف آتے ہوئے ایک شخص سے دعا سنتے ہیں۔ اے اللہ! تو نے مجھے بلایا میں آ گیا تو نے مجھے حکم فرمایا میں نے اس کی تعمیل کی۔ یہ سحر کا وقت ہے اپنے فضل سے مجھے بخش دے۔ آواز پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ آواز سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر سے آ رہی ہے۔ آپ اس بارے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں تو سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے دعائے مغفرت کے لیے سحر ہی کا وعدہ فرمایا تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ یہ جمعہ کی رات تھی۔ (مختصر ابن کثیر: 1/900)

(5) ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ "یقیناً وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" وہ خطاؤں کو بے حد بخشنے والا ہے، مہربان ہے۔ جو بھی سچے دل سے توبہ کرتا ہے وہ اس پر رحم فرماتا ہے، اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ تمہیں معاف کر دے گا اور تمہیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم گناہ نہ کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں فنا کر دے گا اور ایسے لوگوں کو پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے اور پھر اس سے بخشش مانگیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کو بخشے گا۔'' (مسلم:6965)

﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ

''پھر جب وہ سب یوسف کے پاس داخل ہوئے تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس ہی جگہ دی اور کہا: ''مصر میں داخل ہو جاؤ

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ﴾

اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امن والے ہوں گے'' (99)

سوال: سیدنا یوسف علیہ السلام نے والدین کا استقبال کیسے کیا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... اٰمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا﴾ ''پھر جب'' جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے بلاوے پر ان کے بھائی، والد اور تمام گھر والے مصر جانے کے لیے تیار ہو گئے وہ فلسطین چھوڑ کر مصر کی طرف چل پڑے، ان کا مقصد مصر میں آباد ہونا تھا۔

(2) جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو خبر ملی کہ آپ کے گھر والے قریب آ گئے ہیں تو آپ ان کے استقبال کے لیے روانہ ہو گئے، امراء، رؤساء، حکام اور شہر کے معززین بھی آپ کے ساتھ تھے تا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا شاندار خیر مقدم کیا جائے۔ خود شاہ مصر بھی مجلس استقبالیہ میں شامل تھے۔

(3) ﴿اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ﴾ ''تو اس نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس ہی جگہ دی'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو عزت و احترام سے اپنے پاس بٹھایا۔ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔

(4) ﴿وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ﴾ اور کہا: ''مصر میں داخل ہو جاؤ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو امن والے ہوں گے'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا: اب آپ لوگ مصر میں امن اور سلامتی سے رہیں۔ اب آپ لوگ قحط کی سختیوں، معاشی بدحالیوں سے محفوظ رہ کر امن اور اطمینان کی زندگی گزارو۔

﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ

''اور اس نے اپنے والدین کو اٹھا کر تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لیے سجدے میں جھک گئے اور یوسف نے کہا: ''اے

رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ

میرے ابا جان! یہ میرے اس سے پہلے کے خواب کی تعبیر ہے، یقیناً میرے رب نے اسے سچا کر دیا ہے اور بے شک اس نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ

میرے ساتھ احسان کیا جب مجھے قید خانے سے نکالا اور آپ سب کو صحرا سے یہاں لے آیا، اس کے بعد کہ شیطان نے

بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ

میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا تھا۔ یقیناً میرا رب جو چاہتا ہے اس کی باریک تدبیر کرنے والا ہے،

اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴾

یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے" (100)

سوال 1: خواب کی تعبیر ظاہر ہونے کا وقت آ گیا، اس کی وضاحت ﴿وَرَفَعَ ... الْحَكِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ﴾ "اور اس نے اپنے والدین کو اٹھا کر تخت پر بٹھایا" سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو شاہی تخت پر عزت سے بٹھالیا۔

(2) ﴿وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا﴾ "اور سب اس کے لیے سجدے میں جھک گئے" سیدنا یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائی ان کی عزت کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ (3) وہ گیارہ بھائی تھے جنہوں نے سجدہ کیا۔

(4) ﴿وَقَالَ﴾ "اور یوسف نے کہا" سیدنا یوسف علیہ السلام نے انہیں سجدے میں پڑے دیکھ کر کہا۔

(5) ﴿يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ﴾ "اے میرے ابا جان! یہ میرے اس سے پہلے کے خواب کی تعبیر ہے" ابا جان! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بہت پہلے دیکھا تھا۔

(6) یعنی اس سے پہلے جو میں نے خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ ہے اس خواب کی تعبیر۔ (7) ﴿قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا﴾ "یقیناً میرے رب نے اسے سچا کر دیا ہے" میرے رب نے اس خواب کو حقیقت بنا کر دکھایا اور اسے خواب پریشان نہ بنایا۔ (تفسیر سعدی: 2/1283)

(8) شریعت ابراہیمی میں تعظیمی سجدہ جائز تھا جو سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت تک جائز رہا پھر شریعت محمدیہ ﷺ میں حرام کر دیا گیا اور سجدہ رب ہی کے لیے مخصوص ہو گیا۔ حدیث میں ہے کہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے شام سے واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: "معاذ! یہ کیا کر رہے ہو؟" کہنے لگے میں نے شام میں دیکھا کہ لوگ اپنے پادریوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ زیادہ حق دار ہیں کہ آپ ﷺ کو سجدہ کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، کیونکہ شوہر کا اس پر بڑا حق ہے'' (مگر یہ بھی حکم نہیں کیونکہ سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہے) بہرحال پہلی شریعتوں میں غیر اللہ کو سجدہ جائز تھا، اسی وجہ سے بھائیوں نے اور ماں باپ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ (ابن ماجہ:1853)(مختصر ابن کثیر:1/901)

(9)﴿وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْ﴾ ''اور بے شک اس نے میرے ساتھ احسان کیا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات یاد دلائے۔

(10)﴿اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ﴾ ''جب مجھے قید خانے سے نکالا'' انہوں نے اسی ضمن میں قید خانے سے رہائی پانے کا ذکر کیا اور کہا کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا۔

(11)﴿وَجَآءَ بِکُمْ مِّنَ الْبَدْوِ﴾ ''اور آپ سب کو صحرا سے یہاں لے آیا'' اس نے احسان کا ذکر کیا کہ آپ لوگوں کو جنگل اور دیہات سے لاکر بچھڑے ہوؤں کو ملا دیا۔

(12) سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اونٹ اور بکریاں پال رکھی تھیں اس لیے ان کا زیادہ وقت جنگلات میں گزرتا تھا وہ فلسطین کے کسی دیہات میں رہتے تھے۔

(13) یہ یوسف علیہ السلام کی مہربانی اور حسن تخاطب ہے کہ انہوں نے اپنے بھائیوں کے لیے اتمام عفو کی خاطر اپنی حالت قید کا تو ذکر کیا مگر اندھے کنوئیں میں ان پر جو کچھ گزری اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ انہوں نے اپنے بھائیوں کے قصور کا ذکر کیا۔ (تفسیر سعدی:2/1283)

(14)﴿مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْ﴾ ''اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈال دیا تھا'' پھر سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ شیطان نے تو ہمیں جدا کر دیا تھا مگر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے شیطان کو رسوا کر دیا، ہمیں تکلیف دہ جدائی کے بعد ملا دیا سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس انداز سے بات کی کہ گناہ اور جہالت کو شیطان کی طرف منسوب کیا۔

(15) سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھوک اور معاشی بدحالی سے نکال کر یہاں لے آیا اور نہ یہ کہا کہ اس نے تم پر احسان کیا بلکہ یہ کہا کہ اس نے مجھ پر احسان کیا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے احسان کو اپنی جانب لوٹایا یہ ان کی شخصیت کا عظیم پہلو ہے۔

(16)﴿اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ﴾ ''یقیناً میرا رب جو چاہتا ہے اس کی باریک تدبیر کرنے والا ہے'' سیدنا یوسف علیہ السلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اس موقع پر سب کو رب کے احسانات یاد دلانے کے بعد اس کی عظمت کا یہ پہلو بھی یاد دلایا کہ وہ ''لطیف'' ہے۔ اپنے بندے پر احسانات کرنے کے لیے وہ تدبیر اختیار کرتا ہے اور ایسے کرم کرتا ہے کہ بندوں کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ وہ غیب سے اس کے لیے ظاہری اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ اپنی حکمت سے ناپسندیدہ امور کے ذریعے بلند ترین مقام تک پہنچا دیتا ہے جیسے سیدنا یوسف علیہ السلام کو کنوئیں کے ذریعے مصر اور قید خانے کے ذریعے مصر کے اقتدار تک پہنچا دیا۔ بڑا ہی برکت والا ہے وہ جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لیے خاص کر لیتا ہے۔

(17) ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾ ''یقیناوہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ بندوں کے دلوں کے رازوں اور ان کے معاملات کے ظاہری و باطنی سب پہلوؤں کو جانتا ہے۔ ﴿الْحَكِيْمُ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ کمال حکمت والا ہے، اس کا ہر کام حکمت سے بھرپور ہے۔ وہ ہر اس چیز کو اس کے جائز مقام پر رکھتا ہے اور تمام امور کو ان کے مقررہ وقت پر وقوع پذیر کرتا ہے۔

سوال 2: شیطان انسان کو کیسے حسد میں مبتلا کر دیتا ہے؟

جواب: (1) شیطان انسان کے دل میں کسی کے بارے میں برا خیال ڈالتا ہے۔

(2) اگر انسان اس خیال کو جھٹک دے تو شیطان اپنا کام نہیں کر پاتا۔

(3) اگر انسان شیطان کے ڈالے ہوئے خیال پر غور و فکر شروع کر دے تو انسان بدگمان ہو جاتا ہے۔

(4) بدگمانی جب دل میں جگہ بنا لیتی ہے تو انسان کے اندر ہی اندر اگلا process جاری ہو جاتا ہے۔

(5) انسان اپنی بدگمانی کے تحت ان کے ہر کام کا جائزہ لینا شروع کر دیتا ہے جن کے بارے میں بدگمانی ہوتی ہے اور ہر بار غور و فکر کے نتیجے میں کوئی نہ کوئی ایسی بات انسان کو مل جاتی ہے جو بدگمانی میں اضافہ کر سکے حتیٰ کہ انسان کا دل بغض سے بھر جاتا ہے۔ (6) جب انسان کا دل کینے اور بغض سے بھر جاتا ہے تو وہی شخص جس کے بارے میں ابتداء میں برا خیال آیا تھا اس سے حسد کرنے لگتا ہے۔ (7) انسان جب حسد کی آگ میں جلنے لگتا ہے تو کسی نہ کسی طرح اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کرنے لگتا ہے جس سے حسد رکھتا ہے۔

(8) انسان کی انتقامی کاروائیاں اس حد کو جا پہنچتی ہیں جہاں انسان محسود کو، اس کے وجود کو برداشت ہی نہیں کر سکتا۔ اگر حاسد کو موقع مل جائے تو وہ محسود کو قتل کرنے تک سے گریز نہیں کرتا۔

سوال 3: حسد کے کیا مراتب ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: حسد کے تین مراتب ہیں: (1) دوسرے کی نعمت چھن جانے کی تمنا کرنا، یہ انتہائی خطرناک اور سخت حرام ہے۔
(2) کسی کے لیے یہ تمنا کرنا کہ وہ ہمیشہ نعمت سے محروم رہے یعنی انسان یہ تمنا کرے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کسی نعمت سے نہ نوازے بلکہ جو جس پریشانی میں ہے وہ اس میں مبتلا رہے، یہ بھی حرام ہے۔
(3) تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ آدمی یہ تمنا کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی ان نعمتوں سے نواز دے جن نعمتوں سے اس نے دوسروں کو نوازا ہے۔ اس طرح کی تمنا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایسا آدمی قابل ملامت نہیں ہے بلکہ اس کا معنیٰ ''منافسۃ'' (رغبت رکھنا) کے قریب ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ ''اور اس میں رغبت رکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ مقابلہ کریں۔'' (المطففین:26)

سوال 4: حسد کے کیا اسباب ہیں؟

جواب: حسد کے چند اسباب ہیں جو اس کے معاونین اور طبیعت وفطرت کو غذا اور قوت فراہم کرتے ہیں، جس سے حاسد کا دل، جس سے وہ حسد کرتا ہے اس کے خلاف غیظ وغضب سے بھر کر سیاہ ہو جاتا ہے اور مخالف کے قتل پر بھی آمادہ ہو جاتا ہے۔ انہی اسباب میں سے چند اہم اسباب کا ذکر کیا جا رہا ہے:
(1) دنیاوی امور میں اللہ تعالیٰ کی تقسیم وتقدیر پر راضی وقانع نہ ہونا، ایسا شخص ہمیشہ غم وغصے میں رہتا ہے اور سوچتا رہتا ہے کہ فلاں کے پاس مال ودولت ہے، میرے پاس کیوں نہیں ہے؟ اور فلاں قابل قدر ومنزلت ہے میں کیوں نہیں ہوں؟ تمام باتیں وہ اسی طرح سوچتا رہتا ہے۔
(2) کینہ وبغض اور عداوت رکھنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت مخالف کے پاس دیکھنا قطعی پسند نہیں کرتا، بلکہ اس کی خواہش اس کے برعکس ہوتی ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا﴾ ''اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔'' (آل عمران:120) اور یہ سبب اسے مخالف کو قتل کرنے، اس کی جائیداد ہڑپ کرنے اور تذلیل وتوہین کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔
(3) حسد کا ایک سبب خود پسندی ہے، یہ ایک ایسا مہلک مرض ہے جو خود پسند شخص کو حسد بلکہ حق کا انکار کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی: ﴿اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ﴾ ''اور کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے ایک نصیحت تمہارے پاس تم میں سے ایک آدمی پر آئی ہے۔'' (الاعراف:63) اسی طرح خود پسند اور مغرور شخص کسی دوسرے کو اپنے سے آگے بڑھتا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرتا۔
(4) ہم پیشہ وہم منصب ہونا بھی حسد کا باعث بن جاتا ہے۔ جیسے ایک ہی جماعت اور معاشرہ میں اہل علم کا ایک دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے حسد کرنا اور ایک تاجر کا دوسرے تاجر سے حسد کرنا وغیرہ۔ یہ آپس میں حسد کرتے ہیں، کسی دوسرے معاشرے اور دوسرے پیشے سے تعلق رکھنے والے سے حسد نہیں کرتے۔

سوال 5: حسد کا علاج کیا ہے؟

جواب: (1) حاسد کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ اس نے مومنین سے حسد کر کے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی مشارکت اختیار کی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن مومنین پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر دیکھنا ناپسند کرتے ہیں اور وہ بھی ان کا شریک کار ٹھہرا ہے۔

(2) حاسد یہ بھی جان لے کہ اس کا حسد مخالف کو کوئی ضرر و نقصان نہیں پہنچا سکے گا، بلکہ حسد کی وجہ سے اس کا تمام تر حزن و ملال اور غم و غصہ اور قلق اسی کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ تمام حاسدین کی خواہش کے مطابق کام کر دے تو مخالفین پر کوئی بھی نعمت باقی نہ رہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر مکمل طور پر راضی ہونا اور دنیا کی کسی چیز کے فوت ہونے یا نہ ملنے پر قطعی افسوس نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ اس کا انجام کار فنا و زوال ایک لازمی امر ہے، ساتھ ہی حاسد اس بات کو بھی ذہن میں رکھے کہ اس کا حسد اللہ تعالیٰ کے حکم اور قضا و قدر کے خلاف ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''کیا یہ لوگ تیرے ربّ کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیا ہے۔ اور ہم نے ایک دوسرے پر ان کے درجے بلند کیے ہیں تا کہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنا لے اور آپ کے ربّ کی رحمت اس سے بھی بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کرتے ہیں۔'' (الزخرف:32)

﴿رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾

''اے میرے رب! یقیناً تو نے مجھے حکومت میں سے حصہ دیا اور تو نے مجھے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھایا، اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات آدینا اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دینا'' (101)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: سیدنا یوسف علیہ السلام کی دعا ﴿رَبِّ ... بِالصّٰلِحِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں اقتدار عطا کیا اور گھر والوں سے طویل جدائی کے بعد ملا دیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کیا، اس کا شکر ادا کیا اور اسلام پر ثابت قدمی کی دعا کی۔

(2) ﴿رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ﴾ ''اے میرے رب! یقیناً تو نے مجھے حکومت میں سے حصہ دیا'' اے میرے رب تو نے مجھے بادشاہت میں سے حصہ دیا۔

(3) یہ انہوں نے اس لئے کہا تھا کہ وہ زمین کے خزانوں کے منتظم اور بادشاہ کے بہت بڑے وزیر تھے۔ (تفسیر سعدی: 2/1284)

(4) ﴿وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾ ''اور تو نے مجھے باتوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھایا'' یعنی مجھے آسمانی کتاب کی تفسیر اور خوابوں کی تعبیر کا علم سکھایا۔ (تفسیر سعدی: 2/1284)

(5) ﴿فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا﴾ ''اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دینا'' اے عزت وجلال والے رب! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے جس طرح آپ نے دنیا میں اپنی نعمتوں کی تکمیل کی ہے اسی طرح آخرت میں بھی مکمل فرما دے۔

(6) ﴿اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے'' حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ایمان والوں کا ولی ہے۔ (7) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔'' (البقرہ: 257)

(8) سیدنا یوسف علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے گہرے تعلق کا اندازہ ان کی دعاؤں سے ہوتا ہے وہ اقتدار پانے کے باوجود اللہ تعالیٰ ہی کی مدد اور نصرت کے طلب گار رہیں۔ (9) ﴿تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا﴾ ''مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دینا'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ! مجھے اسلام پر ثابت قدمی عطا فرما اور اسلام پر ہی وفات دینا۔

(10) سیدنا یوسف علیہ السلام یہ دعا کرتے ہیں کہ مجھے اسلام کی حالت میں وفات دینا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آخری وقت تک اسلام پر قائم رکھنا۔ یہ بات انہوں نے اپنے گہرے شعور کی وجہ سے کہی کیونکہ دنیا کی رغبتیں انسان کو ثابت قدم رہنے نہیں دیتیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ثابت قدم رہنا ممکن نہیں اس لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی۔

(11) ﴿وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دینا'' یعنی مجھے انبیاء اور صالحین کے ساتھ شامل فرما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو تیرے چنے ہوئے نیک بندے ہیں مجھے ان کی رفاقت نصیب فرما۔

(12) سیدنا یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ان لوگوں کا ساتھ، ان لوگوں کی صحبت مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پسند پر چلنے کی توفیق پاتے ہیں اور آخرت میں ہمیشہ کے انعامات حاصل کرتے ہیں۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بادشاہوں کے مقابلے میں یہ کتنا اعلیٰ درجے کا شعور ہے۔ عام طور پر صاحب اقتدار لوگ ایسے لوگوں کو اپنے اردگرد پسند کرتے ہیں جو ان کی تعریف کریں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام ان کی قربت چاہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہوں۔

(13) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں جلد موت کی تمنا کی، ہوسکتا ہے یہ ان کی شریعت میں جائز ہو جیسا کہ رسول ﷺ نے قرب موت کے وقت اس قسم کے اشتیاق کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ مجھے رفیق اعلیٰ سے ملادے۔'' (ابن کثیر)(اشرف) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ موت کے وقت انگلی اٹھا کر یہ دعا مانگ رہے تھے: ﴿فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى﴾ ''مجھے اعلیٰ دوست سے ملادے، مجھے اعلیٰ دوست سے ملادے'' یہاں تک کہ آپ ﷺ رحلت فرما گئے اور آپ کا ہاتھ جھک گیا (اور یہ آپ کا آخری کلمہ تھا، جو آپ نے ارشاد فرمایا)۔ (بخاری:4449، 4451)

(14) حدیث میں ہے کہ کوئی مصیبت یا تکلیف سے گھبرا کر موت کی تمنا نہ کرے۔ البتہ جب دین میں فتنہ کا خوف ہو تو تمنا کرسکتا ہے جیسا کہ فرعون کے جادوگروں نے اسلام لانے کے بعد دعا کی۔ ﴿رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ﴾ (الاعراف:126) اور سیدہ مریم علیہا السلام نے کہا: ﴿يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا﴾ (مریم:23)

(15) امام بخاری کو جب امیر خراسان سے جھگڑا پیش آیا تو انہیں یہ دعا کرنی پڑی اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِيْ اِلَيْكَ ''اے اللہ مجھے اپنی طرف بلا لے۔'' (مختصر ابن کثیر)

سوال 2: سیدنا یوسف علیہ السلام اپنے والد اور بھائیوں کی ملاقات کے موقع پر کن کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں؟

جواب: (1) سیدنا یوسف علیہ السلام خوشی اور عیش و آرام کی تقریب میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور اس سے مناجات میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ (2) سیدنا یوسف علیہ السلام ایک سچے اور شکر گزار بندے کی حیثیت میں سامنے آتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں مسلمان ہونے کی حالت میں وفات دیں اور صالحین کا ساتھ نصیب فرمائیں۔

سوال 3: سیدنا یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کن الفاظ میں بیان کرتے ہیں؟

جواب: (1) اے میرے رب تو نے مجھے حکومت بخشی۔ (2) اے میرے رب تو نے مجھے خوابوں کی تعبیر سکھائی۔

(3) اے آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا ولی، دوست اور کارساز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: سیدنا یوسف علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا شعور کیسے اُجاگر ہوا؟

جواب: (1) سیدنا یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے اللہ تعالیٰ کی ذات کو جاننے والے تھے۔ اُن پر وحی نازل ہوتی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا شعور رکھتے تھے۔ (2) سیدنا یوسف علیہ السلام ہر انعام کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے سمجھتے تھے۔ اقتدار کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھا، خوابوں کی تعبیر کو اللہ تعالیٰ کی عطا سمجھا۔

(3) سیدنا یوسف علیہ السلام مصائب کو اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سمجھتے تھے کہ یہ ترقی کا زینہ ہوتے ہیں۔

سوال 5: ایک عام انسان کے دل میں انعام کے موقع پر اپنی ذاتی عظمت کا احساس اجاگر ہوتا ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام سے ذاتی عظمت کا احساس کیسے چھن گیا تھا؟

جواب: (1) سیدنا یوسف علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات کا اتنا گہرا احساس تھا جس نے ذاتی عظمت کا احساس چھین لیا تھا (2) سیدنا یوسف علیہ السلام دنیا کے اقتدار کی بلندی پر پہنچ کر بھی یہی کہتے ہیں اے اللہ تو ساری قوتوں کا مالک ہے تو سارے کام بنانے والا ہے دنیا و آخرت میں میری مدد فرما مجھے نیک لوگوں میں شامل فرما لے۔

سوال 6: انسان ذات کی بڑائی کے حصار سے کیسے نکل سکتا ہے؟

جواب: انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت کے شعور سے ذات کی بڑائی کے حصار سے نکل آتا ہے۔

سوال 7: اقتدار کی اعلیٰ منزلوں تک پہنچنے کے بعد جسے لوگ کامیابی کی اعلیٰ منزل سمجھتے ہیں سیدنا یوسف علیہ السلام اسلام پر وفات اور صالحین کے ساتھ کے لیے دعا کرتے ہیں اس سے کامیابی کی کیا اصل صورت سامنے آتی ہے؟

جواب: اصل کامیابی اقتدار کا حصول نہیں۔ اصل کامیابی اللہ تعالیٰ کے حضور سرخروئی ہے جو اسلام پر ثابت قدمی اور صالحین کے ساتھ سے ہی مل سکتی ہے۔

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا

''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں، ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہ تھے جب یوسف کے

اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ﴾

بھائیوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کیا اور جب وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے'' (102)

سوال: یہ واقعات وحی الٰہی میں سے ہیں اور رسالت کی دلیل ہیں، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ ... وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ﴾ ''یہ'' یعنی یہ واقعات جن سے ہم نے آپ کو آگاہ کیا ہے۔

(2)﴿مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ﴾ ''غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں'' یہ خبریں ہم نے وحی کے ذریعے آپ تک پہنچائی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ وحی نہ کرتے تو یہ خبریں نہ پہنچتیں، تاکہ ایمان لانے والے واقعات سے عبرت حاصل کریں۔

(3)﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ﴾ ''اور نہ آپ ان کے پاس موجود نہ تھے جب یوسف کے بھائیوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کیا'' جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سازش تیار کی تھی اس وقت رسول اللہ ﷺ وہاں موجود نہیں تھے لیکن اس کے باوجود اس کا علم میں آجانا یہ ثابت کرتا ہے کہ قرآن وحی الٰہی ہے کلام انسانی نہیں ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے تاکہ وحی کا انکار کرنے والے بھی یہ ضرور سوچیں کہ آپ تو برادران یوسف کے ساتھ نہیں تھے جب وہ انہیں کنوئیں میں ڈالنے کی تدبیر کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے ان حالات سے آگاہ کیا۔ یہ آپ کی رسالت کی کھلی دلیل ہے۔

(5)﴿وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ﴾ ''اور جب وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے'' یعنی جب برادران یوسف باپ اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالنے کے لیے تدابیر کر رہے تھے اس وقت کوئی یہ نہیں جان سکتا تھا حتیٰ کے سیدنا یوسف علیہ السلام کو بھی نہیں پتہ چل سکا تھا۔ رب العزت نے وحی کے ذریعے اس کی خبر دی ہے۔

(6) جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اور آپ مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو حکم عطا کیا اور نہ ہی آپ حاضر ہونے والوں میں سے تھے۔'' (القصص:44)

﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے'' (103)

سوال: اکثریت کیسے لوگوں کی ہوتی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَآ ... بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے'' آپ لوگوں کے ایمان کی شدید خواہش رکھیں تب بھی اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)لوگوں کی اکثریت دلائل کو تسلیم نہیں کرتی۔وہ آیات پر غور وفکر نہیں کرتے ،کائنات میں بکھری ہوئی نشانیوں پر غور وفکر نہیں کرتے اور واقعات کو عبرت پذیری کے لیے نہیں سنتے لہٰذا ایمان سے محروم رہتے ہیں۔

(3)﴿وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ ''اور اگر آپ اکثریت کی اطاعت کریں جو زمین میں بستے ہیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے،وہ تو محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض قیاس آرائیاں کرتے ہیں۔''(الانعام:116)

(4)﴿بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''ہرگز مومن نہیں ہوتے'' کیونکہ ان کے مدارک ومقاصد فاسد ہو چکے ہیں اس لئے خیر خواہوں کی خیر خواہی انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی اگرچہ موانع معدوم ہی کیوں نہ ہوں،یعنی اگرچہ یہ خیر خواہ انہیں تعلیم دیتے رہیں انہیں ان امور کی طرف بلاتے رہیں جن میں ان کے لیے بھلائی اور ان سے شر کا دفعیہ ہے،خواہ یہ خیر خواہ اپنی صداقت پر شواہد،آیات اور دلائل ہی کیوں نہ پیش کریں۔(تفسیر سعدی:2/1286)

﴿وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

''حالانکہ آپ اس پر ان سے کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتے۔یہ تو جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے''(104)

سوال1:انبیاء تبلیغ پر اجرت نہیں لیتے،اس کی وضاحت ﴿وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ ... لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ﴾ ''حالانکہ آپ اس پر ان سے کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتے'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ سے یہ فرمایا کہ آپ ﷺ تو نصیحت کرنے پر،بھلائی کی طرف بلانے پر لوگوں سے اجرت نہیں مانگتے۔ آپ ﷺ تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے دنیا کے لوگوں سے خیر خواہی کا معاملہ کر رہے ہیں۔

(2)انسان کو جہاں مال خرچ کرنا ہوتا ہے وہاں وہ کئی بار سوچتا ہے اور جو کام اس کی وسعت سے زیادہ مال مانگتا ہو اس کو انسان چھوڑ دیتا ہے۔اس لئے یہ بات کہہ کر کہ آپ ﷺ ان سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے ،ایمان نہ لانے والوں کے شعور کو بیدار کیا گیا ہے کہ زندگی کی راہ نمائی کے لیے کچھ خرچ نہیں کرنا کہ سوچ میں پڑے ہوئے ہیں یا انکار کر رہے ہیں۔

(3)﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یہ تو جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے'' یہ قرآن تو جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔یہ ساری انسانیت کے لیے خیر وبرکت کا ذریعہ ہے۔اس قرآن کے ذریعے سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ کیا چیز نفع مند ہے اور کیا نقصان دہ ہے؟ یہ قرآن تو عمل کے لیے ہے تاکہ دنیا وآخرت کی سعادت حاصل ہو۔

سوال2:قرآن حکیم کی راہ نمائی کیسے جہان والوں کے لیے عام ہے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) قرآن حکیم کی راہ نمائی کسی خاص قوم اور قبیلے تک محدود نہیں۔

(2) قرآن حکیم کی کوئی قیمت مقرر نہیں کہ کوئی اسے ادا کرنے سے قاصر ہو۔

(3) قرآن حکیم کے علم کے حصول لیے جسمانی قوت کی شرط نہیں کہ صرف طاقتور لوگ حاصل کر سکیں۔ قرآن حکیم تمام جہان والوں کے لیے کھلی نصیحت ہے۔

﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ﴾

''آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے وہ لوگ گزر جاتے ہیں اور وہ ان سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں''(105)

سوال: لوگ دلائل توحید پر غور وفکر نہیں کرتے، اس کی وضاحت ﴿وَكَاَيِّنْ... مُعْرِضُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا﴾ ''آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اکثر لوگوں کی غفلت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرنے والی نشانیوں پر غور وفکر نہیں کرتے، جیسے سورج، چاند، ستارے، بارش، زمین، پہاڑ، دریا، درخت وغیرہ۔ جیسا کہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ (۲) وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (۳)﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر کسی ستون کے بلند کیا ہے، تم انہیں دیکھتے ہو، پھر وہ اپنے عرش پر بلند ہوا اور اُس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا، ہر ایک مقررہ مدت کے لیے چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہی سارے کام کی تدبیر کرتا ہے، وہ نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا ہے اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے ہیں اور اس میں ہر طرح کے پھل سے ایک ایک جوڑا دو دو قسم کا بنایا، وہی رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، بلاشبہ ان لوگوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔'' (الرعد:2،3)

(2) ﴿يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا﴾ ''جن پر سے وہ لوگ گزر جاتے ہیں'' لوگ دن رات ان نشانیوں پر غور وفکر کیے بغیر گزر جاتے ہیں۔(3) آسمان کی وسعتیں، رات کی تاریکی، دن کی روشنی، گردش کرنے والے اور ٹھہرے ہوئے تارے، سرسبز وشاداب کھیت، پہاڑوں کے وسیع سلسلے، موجیں مارتے سمندر، بنجر صحرا، قسم قسم کی نباتات، مختلف طرح کے جان دار، طرح طرح کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھل جن کے رنگ اور ذائقے جدا ہیں، سب اللہ تعالیٰ کی توحید کے گواہ ہیں۔اس کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کو پکار رہا ہے۔

(4)﴿وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ﴾ ''اور وہ ان سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں'' اور وہ اپنے خالق، اپنے رازق، اپنے مالک سے بے پرواہ ہیں۔

﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾

''اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہوتے ہیں'' (106)

سوال 1: اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کو خالق ماننے کے باوجود شرک کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... مُّشْرِكُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ ''اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ وہ مشرک ہوتے ہیں'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کا ایمان یہ ہے کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آسمانوں کو کس نے پیدا کیا؟ زمین کو کس نے پیدا کیا؟ پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا؟ تو جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔(تفسیر طبری:13/100)

(2) یعنی وہ اگرچہ توحید ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، رازق اور تمام امور کی تدبیر کرنے والا ہے مگر وہ توحید الوہیت میں شرک کرتے ہیں۔پس یہ لوگ اب اس حالت کو پہنچ گئے ہیں کہ ان پر نزول عذاب کے سوا کوئی بات نہیں رہی اور یہ کہ ان کے پاس اچانک عذاب آجائے اور وہ اپنے آپ کو محفوظ اور مامون سمجھتے ہوں۔ (تفسیر سعدی:2/1286)

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مشرکین (احرام باندھ کر لبیک پکارتے ہوئے) کہتے ''لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ'' (اے اللہ! ہم حاضر ہیں، تیرا کوئی شریک نہیں) تو رسول اللہ ﷺ فرماتے: ''ہلاکت ہو تمہارے لیے! بس یہیں رک جاؤ (آگے کچھ نہ کہو)۔'' لیکن وہ کہتے: ﴿اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ﴾ ''سوائے ان شریکوں کے جن کا مالک بھی تو ہے، وہ کسی چیز کے مالک نہیں۔'' (مسلم:2815)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔(لقمان:13)

(5) نیک کام دکھاوے کے لیے کیا جائے تو وہ بھی شرک ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ صَلّٰى يُرَآئِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ مَنْ صَامَ يُرَآئِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَآئِيْ فَقَدْ اَشْرَكَ﴾ جو دکھاوے کے لیے نماز پڑھتا ہے وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرک کرتا ہے، جو دکھاوے کے لیے روزہ رکھتا ہے، وہ شرک کرتا ہے اور جو دکھاوے کے لیے صدقہ کرتا ہے، وہ شرک کرتا ہے۔(مسند احمد:17270)

سوال 2: ایمان کو خالص کرنے کے لئے کیا کرنے کی ضرورت ہے؟

جواب: (1) ایمان کو خالص کرنے کے لئے دل کو ہر قسم کے شیطانی وسوسوں سے پاک کرنے کی ضرورت ہے۔

(2) ایمان کو خالص کرنے کے لئے دل کو دنیا کی آرائشوں سے پاک کرنے کی ضرورت ہے۔

(3) ایمان کو خالص کرنے کے لئے اپنی سوچ، ہر عمل اور ہر قسم کے اقدامات میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

(4) ایمان کو خالص رکھنے کے لئے ہر وقت بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔

(5) ایمان کو خالص رکھنے کے لئے پوری زندگی پر اللہ تعالیٰ کی حکمرانی کی ضرورت ہے۔

(6) ایمان کو خالص رکھنے کے لئے خالص اللہ تعالیٰ کی بندگی کی ضرورت ہے۔

﴿اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً

''تو کیا وہ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کوئی ڈھانپ لینے والی آفت آجائے یا اچانک

وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

ان پر قیامت ہی آجائے اور وہ اس کا شعور بھی نہ رکھتے ہوں''(107)

سوال: مشرکوں کو جو تنبیہ کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَفَاَمِنُوْٓا ۔۔يَشْعُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَفَاَمِنُوْٓا﴾ ''تو کیا وہ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں'' کیا شرک کرنے والے بے خوف ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کرنے والے بے خوف ہیں؟

(2) ﴿اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ﴾ ''کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کوئی ڈھانپ لینے والی آفت آجائے'' یعنی ان پر ایسا عذاب آئے جو ان کو گھیر لے اور ان کی جڑ کاٹ دے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (۴۵) اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (۴۶) اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۴۷)﴾ ''تو کیا وہ لوگ جنہوں نے بری تدبیریں کیں بالکل ہی بے خوف ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا دے؟ یا ان پر عذاب وہاں سے آجائے جہاں سے وہ سوچتے ہی نہ ہوں۔ یا وہ ان کے چلنے پھرنے میں ہی ان کو پکڑ لے، چنانچہ وہ کسی طرح بھی عاجز کرنے والے نہیں یا وہ انہیں خوف زدہ ہونے پر پکڑ لے، پس یقیناً تمہارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (النحل:45-47)

(4) ﴿اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً﴾ ''یا اچانک ان پر قیامت ہی آجائے'' سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت قائم ہوگی اور آدمی اونٹنی کا دودھ نکال رہا ہوگا اور برتن اس کے منہ تک نہ پہنچے گا کہ قیامت قائم ہوجائے گی اور دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے اور ان کی خرید و فروخت مکمل ہونے سے پہلے قیامت قائم ہوجائے گی اور کوئی آدمی اپنے حوض کو درست کر رہا ہوگا اور وہ اس سے دور نہ ہوگا کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔'' (مسلم:7413)

(5) ﴿وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور وہ اس کا شعور بھی نہ رکھتے ہوں'' کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن چکے ہیں۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں توبہ کریں اور ان اسباب کو ترک کر دیں جو ان کے لئے عذاب کا باعث ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1286)

(6) مشرکوں کے شعور پر یہ ضرب اس لئے لگائی گئی ہے تاکہ وہ غفلت کے برے انجام سے ڈریں اور اپنی غفلت دور کریں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تو کسی وقت بھی دبوچ سکتا ہے۔

(7) ﴿اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ (۹۷) اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ (۹۸) اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (۹۹)﴾ ''تو کیا بستیوں والے اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ہمارا عذاب ان پر رات کے وقت آجائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں؟ اور کیا بستیوں والے بے خوف ہو گئے کہ ان پر دن چڑھے ہمارا عذاب آجائے اور وہ کھیل رہے ہوں؟ کیا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔''

(الاعراف:97-99)

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ

''آپ کہہ دیں: ''یہی میرا راستہ ہے، میں دلیل و برہان کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور وہ بھی جنہوں نے

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

میری پیروی کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں'' (108)

سوال 1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے اور سنت کی وضاحت ﴿قُلْ...الْمُشْرِكِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ کہہ دو۔

(2)﴿هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ﴾ ''یہی میرا راستہ ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے جس کی طرف میں تمہیں بلاتا ہوں۔ یہ راستہ اس کی جنت تک پہنچاتا ہے۔

(3) یہ راستہ علم کا راستہ ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص علم کے راستہ پر چلتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔'' (ابوداؤد، ابن ماجہ) (4) یہ راستہ دین پر عمل کرنے کا راستہ ہے۔

(5) یہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کے دین کو ترجیح دینے کا راستہ ہے۔

(6) یہ راستہ اخلاص کا راستہ ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ ''اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے، یکسو ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے۔'' (البینۃ:5)

(7)﴿اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ﴾ ''میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں'' میں ساری مخلوقات کو اپنے رب کے پاس پہنچنے کے لیے ترغیب دیتا ہوں۔ میں انہیں ہر اس چیز سے بچاتا ہوں جو انہیں اپنے رب سے دور کر دے۔

(8) یہ میرا طریقہ ہے، میری سنت ہے، میں ساری دنیا کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا پیغام دیتا ہوں۔

(9) نبی کریم ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ مشرکین سے کہہ دیجئے کہ ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلانا میرا طریقہ، میرا مسلک اور میری سنت ہے۔ (تیسیر الرحمن:1/702)

(10)﴿عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا﴾ ''میں دلیل و برہان کی روشنی میں'' یعنی یقینی علم کے ساتھ، کسی شک اور شبہ کے بغیر میں اپنے دین کے بارے میں پورے علم اور یقین پر ہوں۔

(11)﴿وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ﴾ ''اور وہ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے'' میری پیروی کرنے والے بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلاتے ہیں جیسے میں پورے یقین اور بصیرت کے ساتھ بلاتا ہوں۔

(12) اسلام کی دعوت دلیل و حجت کی بنیاد پر ہے قرآن کریم نے اسی کی تعلیم دی ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام اسی منہج پر قائم رہے۔ انہوں نے لوگوں کو دلائل کے ذریعہ قائل کرنے کی کوشش کی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کے ماننے والے ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اس کی توحید و عبادت کی دعوت دیتے رہیں گے اور دعوت میں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ گفتگو مخاطب کی عقل و سمجھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق ایسی صاف ستھری ہو کہ وہ آسانی کے ساتھ قرآن وسنت کی دعوت کو سمجھ لے اور داعی الی اللہ کا فرض ہے کہ جب تک وہ زندہ رہے بھلائی کا حکم دیتا رہے اور برائی سے روکتا رہے۔ اس لیے کہ اس کی خاموشی دنیا میں فساد کو پھیلنے کا موقع دے گی، بھلائی دب جائے گی اور برائی سر اٹھا کر دندناتی پھرے گی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ (تیسیر الرحمن:1/702)

(13) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں مقام خیف پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش وخرم رکھے، جس نے میری بات سنی اور اسے آگے پہنچا دیا، کیونکہ کئی لوگوں کے پاس فقہ کی بات ہوتی ہے اور خود فقیہ نہیں ہوتے اور کئی لوگ فقہ کی بات اپنے سے زیادہ سمجھ دار فقیہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں مومن کا دل خیانت نہیں کرتا، وہ یہ کہ عمل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خلوص کے ساتھ ادا کرنا، مسلمانوں کے سربراہوں سے خیر خواہی کرنا اور ان کی جماعت میں بہر حال شامل رہنا، کیونکہ ان کی دعوت ان سب کو محیط ہوتی ہے۔'' (جیسے ایک دیوار اور ان کا احاطہ کرتی ہے اسی طرح ان کی دعوت، جو دعوت اسلام ہے، وہ بھی ان سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور انہیں فرقہ بندی سے محفوظ رکھتی ہے، اس لیے ان کی جماعت کے ساتھ مل کر رہنا اشد ضروری ہے) (ابن ماجہ:3056)

(14) ﴿وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پاک ہے'' اللہ تعالیٰ ان تمام امور سے پاک ہے جو اس کے کمال کے منافی ہیں اور اس کے جلال کے لائق نہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1287)

(15) ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے یقیناً وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل:44)

(16) ﴿وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں'' میں تو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوں اور دین کو اس کے لیے خالص کر کے اس کی عبادت کرتا ہوں۔

سوال 2: پیغمبر اور ان کی اتباع کرنے والے کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟

جواب: پیغمبر اور ان کی اتباع کرنے والے اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔

سوال 3: پیغمبر اور ان کی اتباع کرنے والے کیسے دعوت دیتے ہیں؟

جواب: (1) پیغمبر اور ان کی اتباع کرنے والے خود بھی پوری روشنی میں راستہ دیکھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں بصیرت اور بصارت کے ساتھ چلتے ہیں۔

(2) پیغمبر اور ان کی اتباع کرنے والے اللہ تعالیٰ کو شرک سے پاک سمجھتے ہیں اور ان لوگوں سے قطع تعلق کرنے والے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں ﴿وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ میں شرک کرنے والوں میں سے نہ ہونے سے یہی مراد ہے۔(3) پیغمبر اور ان کی اتباع کرنے والے دوٹوک بات کرتے ہیں۔

(4) پیغمبر اور ان کی اتباع کرنے والے وہ یہ اعلان کرتے ہیں کہ وہ ایک علیحدہ اُمت ہیں اور ان لوگوں سے الگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید کو تسلیم نہیں کرتے۔

(5) پیغمبر اور ان کی اتباع کرنے والے لوگ دعوت دین کا حق ادا کرتے ہیں اور اپنے اردگرد کی جہالتوں میں گھل مل کر نہیں رہتے نہ ایسے معاشرے کے طور طریقے اختیار کرتے ہیں۔

(6) پیغمبر اور ان کی اتباع کرنے والے لوگوں کو رب سے جوڑتے ہیں۔

سوال 4: کسی خدا فراموش معاشرے میں گُھل مل کر رہنے سے کیا نتائج سامنے آتے ہیں؟

جواب: کسی خدا فراموش معاشرے میں گُھل مل کر رہنے سے دعوت کے اثرات زائل ہو جاتے ہیں۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ سب مرد ہی تھے ہم بستیوں والوں میں سے ان کو وحی کرتے تھے،

يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ

تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا؟ کہ وہ دیکھیں ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ اور یقیناً آخرت کا گھر ان کے لیے

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں، کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو؟'' (109)

سوال 1: تمام رسول انسان اور مرد تھے، اس کی وضاحت ﴿وَمَآ ... اَهْلِ الْقُرٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ سب مرد ہی تھے'' اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے مردوں کو ہی رسول بنا کر بھیجا۔ مقام رسالت نہ تو فرشتوں کو ملا، نہ جنوں کو، نہ عورتوں کو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۭ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (الفرقان:20)

(3)جب پہلے نبی انسان تھے تو اب محمد ﷺ کی رسالت پر قوم کو اعتراض کیوں ہے؟

(4)﴿نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ ''ہم بستیوں والوں میں سے ان کو وحی کرتے تھے'' یعنی انبیاء شہروں کے رہنے والے تھے، صحراؤں کے رہنے والے نہ تھے۔ بدوؤں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا﴾ ''دیہاتی کفر اور نفاق میں زیادہ سخت ہیں۔'' (التوبہ:97)

(5)انبیاء سب سے زیادہ صحیح رائے رکھنے والے، کمال درجے کی عقل رکھنے والے تھے۔

سوال2: پچھلے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کی جائے، اس کی وضاحت ﴿اَفَلَمْ ... تَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ﴾ ''تو کیا انہوں نے زمین میں سفر نہیں کیا ؟'' اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کی قوم کے بارے میں فرمایا کہ کیا نبی ﷺ کو نہ ماننے والوں نے دنیا نہیں دیکھی یعنی جب وہ آپ ﷺ کی بات نہیں مانتے تو ذرا دنیا کو گھوم پھر کر ہی دیکھ لیتے۔

(2)﴿فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''کہ وہ دیکھیں ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟'' یعنی وہ دیکھتے کہ رسولوں کو جھٹلانے والی قوموں کا کس قدر خوف ناک انجام ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کی وجہ سے انہیں کیسے کیسے عذابوں سے ہلاک کر دیا۔ انہیں پچھلے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

(3)دوسروں کے انجام سے سبق حاصل کرنے کے لیے اس وجہ سے کہا کہ اگر تم بھی ان جیسے رویے پر قائم رہے تو تم پر بھی عذاب نازل ہو جائے گا۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ﴾ ''تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔" (الحج:46)

(5) اگر لوگ پچھلی قوموں کی ہلاکت سے آگاہ ہو جاتے تو انہیں یقین آ جاتا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بچا لیتا ہے اور کافروں کو عذاب سے ہلاک کر دیتا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (٥١) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (٥٢)﴾ "یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے بدترین گھر ہوگا۔" (مؤمن:51-52) (6) ﴿وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ﴾ "اور یقیناً آخرت کا گھر" یعنی جنت اور اس کی سدا بہار دائمی نعمتیں۔

(7) ﴿خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا﴾ "ان کے لیے ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں" یعنی جو اللہ تعالیٰ سے اجر پانے کی امید میں اس کے احکامات کی فرماں برداری کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے ڈرتے ہیں۔

(8) آخرت کا گھر اس لیے بہتر ہے کہ وہ کبھی فنا ہونے والی نہیں اور دنیا فانی ہے اور آخرت کی نعمتیں کامل ہیں اور دنیا کی نعمتیں ناقص ہیں۔

(9) ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ "کیا پھر بھی تم سمجھتے نہیں ہو؟" یعنی کیا وہ اتنی عقل بھی نہیں رکھتے کہ اعلیٰ اور ادنیٰ کے فرق کو سمجھ سکیں۔

سوال 3: پچھلی قوموں کے حالات جاننے کا کیا فائدہ ہے؟

جواب: (1) پچھلی قوموں کے حالات میں عبرت ہے۔ (2) پچھلی قوموں کے حالت جاننے والوں کے دل نرم ہو جاتے ہیں۔

(3) پچھلی قوموں کے حالات سے ان کی سرگرمیوں کا پتہ چلتا ہے کہ کس طرح وہ شان و شوکت سے رہے اور کیسے مٹی میں مل گئے۔ ان کی بستیاں، ان کے علوم و فنون، ان کی ثقافت ان کا عروج ان کے افکار کیسے مٹی میں مل گئے اس سے غافلوں کے دل بھی نرم پڑھ جاتے ہیں۔

(4) پچھلی قوموں کے حالات جان کر انسان یہ جان لیتا ہے کہ اس کا بھی یہی انجام ہونے والا ہے۔

﴿حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ

"حتیٰ کہ جب رسول مایوس ہو گئے اور لوگوں نے سمجھا کہ یقیناً ان سے واقعی جھوٹ کہا گیا تھا تو ان کو ہماری مدد پہنچ گئی پھر جسے

نَّشَآءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾

ہم نے چاہا اسے بچا لیا گیا اور مجرموں سے ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جاتا" (110)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: انبیاء کو مشکل اوقات میں مدد سے نوازا جاتا تھا، اس کی وضاحت ﴿حَتّٰٓى ... الْمُجْرِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا ہے کہ مشکل حالات اور نازک اوقات میں اس کی طرف سے رسولوں پر فتح ونصرت نازل ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ﴾ ''اور وہ بری طرح ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول بھی اور وہ لوگ جو اُس کے ساتھ ایمان لائے کہہ اُٹھے اللہ تعالیٰ کی مدد کب ہوگی؟'' (البقرہ:214) (المصباح المنیر: 397/3)

(2) ﴿حَتّٰٓى اِذَا اسْتَايْـَٔسَ الرُّسُلُ﴾ ''حتیٰ کہ جب رسول مایوس ہوگئے'' جب انبیاء کو ان کی قوم کے مجرم جھٹلا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں مہلت دیتا ہے تو نوبت یہاں تک آتی ہے کہ وہ چاروں طرف سے گھر کر مایوس ہوجاتے ہیں اور ان کی نظریں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر لگ جاتی ہیں۔

(3) ﴿وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾ ''اور لوگوں نے سمجھا کہ یقیناً ان سے واقعی جھوٹ کہا گیا تھا'' اور ان کی پیروی کرنے والے سمجھنے لگے کہ ان سے جو دشمن کی ہلاکت اور فتح ونصرت کے وعدے کیے گئے، ان کے خلاف کیا گیا۔ (ایسر التفاسیر:700)

(4) ﴿جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ﴾ ''تو ان کو ہماری مدد پہنچ گئی پھر جسے ہم نے چاہا اسے بچالیا گیا'' تو عین وقت پر اللہ تعالیٰ کی مدد آجاتی ہے۔

(5) عروہ بن زبیر نے خبر دی اور ان سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا۔ عروہ نے ان سے آیت ﴿حَتّٰٓى اِذَا اسْتَايْـَٔسَ الرُّسُلُ﴾ کے متعلق پوچھا۔ عروہ نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا تھا (آیت میں) كُذِبُوا (تخفیف کے ساتھ) یا كُذِّبُوا (تشدید کے ساتھ) اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ كُذِّبُوا (تشدید کے ساتھ) اس پر میں نے ان سے کہا کہ انبیاء تو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ ان کی قوم انہیں جھٹلا رہی ہے پھر ظَنُّوْا سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا: اپنی زندگی کی قسم بے شک پیغمبروں کو اس کا یقین تھا۔ میں نے کہا: كُذِبُوا تخفیف زال کے ساتھ پڑھیں تو کیا قباحت ہے۔ انہوں نے کہا: معاذ اللہ کہیں پیغمبر اپنے پروردگار کی نسبت ایسا گمان کرسکتے ہیں میں نے کہا: اچھا اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے کہا مطلب یہ ہے کہ پیغمبروں کو جن لوگوں نے مانا ان کی تصدیق کی جب ان پر ایک مدت دراز تک آفت اور مصیبت آتی رہی اور اللہ تعالیٰ کی مدد آنے میں دیر ہوئی اور پیغمبر ان کے ایمان لانے سے ناامید ہوگئے جنہوں نے ان کو جھٹلایا تھا اور یہ گمان کرنے لگے کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اب وہ بھی ہم کو جھوٹا سمجھنے لگیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ کی مدد آن پہنچی۔ (بخاری:4695)

(6) انبیاء ومرسلین کے یقین کامل اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ ووعید کی تصدیق کے باوجود کبھی کبھی ان کے دل میں مایوسی کا کوئی خیال گزر جاتا ہے اور ان کے علم اور یقین میں ایک قسم کا ضعف سا آجاتا ہے۔ جب معاملہ اس حال کو پہنچ جاتا ہے تو ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پاس ہماری مدد پہنچ گئی۔(تفسیر سعدی:2/1288،1289)

(7)﴿وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ﴾''اور مجرموں سے ہمارا عذاب ٹالا ہی نہیں جاتا''یعنی اللہ تعالیٰ کے عذاب کو مجرموں سے دور نہیں کیا جاسکتا جو شرک اور نافرمانیاں کرتے ہیں۔(8)اللہ تعالیٰ کے آگے کسی کی نہیں چل سکتی۔

(9)﴿اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾

''کیا ان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو ان سے پہلے تھے؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر آئے تو ایسا نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''(التوبہ:70)

﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى

''بلاشبہ یقیناان کے واقعات میں ہمیشہ سے عقل مندوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔ یہ ایسی بات نہیں ہے جو گھڑ لی گئی ہو لیکن

وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً

اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾

جو ایمان لاتے ہیں''(111)

ع 12 6

سوال1: قوموں کے واقعات میں عقل مندوں کے لیے عبرت ہے، اس کی وضاحت ﴿لَقَدْ...الْاَلْبَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ﴾''بلاشبہ یقیناان کے واقعات میں ہمیشہ سے عقل مندوں کے لیے بڑی عبرت ہے''یعنی قوموں کے واقعات میں، انبیاء کے حالات میں، ایمان والوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت میں عقل والوں کے لیے بڑی نصیحت ہے۔یعنی وہ اہل خیر اور اہل شر کے بارے میں عبرت لیتے ہیں۔جو کوئی ان جیسے افعال کا ارتکاب کرے گا تو اپنے فعل کے مطابق کرامت یا اہانت کا مستحق ٹھہرے گا۔وہ ان قصوں میں سے اللہ تعالیٰ کی صفات کمال اور اس کی عظیم حکمت کا استنباط کرتے ہیں۔نیز وہ ان قصوں سے اس حقیقت کو اخذ کرتے ہیں کہ اللہ واحد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے سوا عبادت کسی کے لیے مناسب نہیں۔(تفسیر سعدی:2/1289)

سوال2: پچھلے پیغمبروں اور ان کی قوموں کے قصوں میں انسانوں کے لئے کیسے عبرت ہے؟

جواب:1۔ پچھلے لوگوں کے قصے عبرت کے اعتبار سے تمام لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

2۔انسان عقل سے کام لے تو وہ ماضی کے واقعات میں اپنے حال کے لئے نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔

3۔انسان دوسروں کے حالات کو دیکھ کر اپنے حالات درست کر سکتا ہے۔

سوال3: قرآن مجید گھڑا نہیں جا سکتا، اس کی وضاحت ﴿مَا كَانَ ... يُؤْمِنُونَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ﴾ ''یہ ایسی بات نہیں ہے جو گھڑ لی گئی ہو'' یعنی قرآن مجید ایسی کتاب نہیں جسے کوئی گھڑ سکے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ غیب سے آگاہ کرتے ہیں، وہ گھڑی ہوئی کہانیوں پر مشتمل نہیں ہے۔

(2) قرآن مجید کی یہ شان نہیں کہ اسے کوئی گھڑ سکے۔

(3)﴿وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ''لیکن اس کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہے'' قرآن مجید پچھلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔

(4) یہ کتاب پچھلی کتابوں کے صحیح کو غلط سے، حلال کو حرام سے اور سچ کو جھوٹ سے علیحدہ کرتی ہے، تحریف کو چھانٹ دیتی ہے، منسوخ احکام بیان کرتی ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/906)

(5)﴿وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''اور ہر چیز کی تفصیل ہے'' قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل ہے جس کی بندوں کو ضرورت ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ہیں۔اللہ تعالیٰ کے بے مثال ہونے کی تفصیل ہے۔اس میں دین کے اصول وفروع ہیں، اس میں دلائل ہیں جس سے دلوں کو نور ہدایت ملتا ہے اور عقل والوں کو صحت اور استقامت نصیب ہوتی ہے۔

(6)﴿وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ ''اور ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لاتے ہیں'' قرآن مجید ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت ہے جو گمراہی سے نکالتی ہے اور خیر کا سرچشمہ اور رحمت ہے۔

(7) یعنی اس سبب سے کہ اس قرآن کے ذریعے سے انہیں جو حق کا علم حاصل ہوتا ہے اور وہ حق کو ترجیح دیتے ہیں انہیں ہدایت حاصل ہوتی ہے اور انہیں جو دنیاوی یا اخروی ثواب حاصل ہوتا ہے اس کے ذریعے سے رحمت سے نوازے جاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1289) ہم اپنے عظیم رب کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعا کرتے ہیں کہ ہمیں سعادت مند لوگوں میں شامل فرمالے۔آمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصے میں جو عبرتیں ہیں ان کو بیان کریں؟

جواب: (1) یہ قصہ سب سے اچھا، سب سے واضح اور سب سے صریح قصہ ہے، کیونکہ یہ مختلف انواع کے انتقالات پر مشتمل ہے، مثلاً ایک حال سے دوسرے حال میں، ایک امتحان سے دوسرے امتحان میں، امتحان سے اللہ تعالیٰ کی نوازشات میں، ذلت سے عزت میں، غلامی سے بادشاہی میں، تفرقہ وتشتت سے اجتماع واتحاد میں، حزن وغم سے مسرت وسرور میں، فراغی سے قحط میں، قحط سے شادابی میں، تنگی سے وسعت میں اور انکار سے اقرار میں انتقال۔ پس نہایت بابرکت ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جس نے یہ قصہ نہایت خوب صورت اور واضح اسلوب میں بیان کیا۔

(2) اس سورہ مبارکہ میں خواب کی تعبیر کی اصل بیان کی گئی ہے کیونکہ علم تعبیر اہم علوم میں شمار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے یہ عطا کرتا ہے۔ غالب طور پر علم تعبیر نام اور صفات میں مناسبت اور مشابہت پر مبنی ہے، کیونکہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے خواب میں دیکھا تھا کہ سورج، چاند اور ستارے ان کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ اس خواب میں مناسبت کا پہلو یہ ہے کہ روشنی کے تینوں ذرائع آسمان کی زینت اور اس کا حسن وجمال ہیں اور ان ہی پر اس کے فوائد کا دارومدار ہے، اسی طرح انبیاء اور علماء زمین کی زینت اور اس کا حسن وجمال ہیں۔ جیسے اندھیروں میں ستاروں سے راہ نمائی لی جاتی ہے، اسی طرح گمراہی کی تاریکیوں میں انبیاء اور علماء راہ دکھاتے ہیں۔ نیز سیدنا یوسف کے ماں اور باپ اصل ہیں اور ان کے بھائی فرع ہیں پس مناسبت کا تقاضا یہ ہے کہ اصل، روشنی میں بھی اپنی فرع سے سب سے زیادہ بڑا ہو اور حجم کے اعتبار سے بھی عظیم تر۔ اس لیے سورج سے یوسف کی ماں، چاند سے ان کے باپ، اور ستاروں سے ان کے بھائی مراد ہیں اور ان میں مناسبت کا پہلو یہ ہے کہ الشمس ایک مونث لفظ ہے لہٰذا اس کی مناسبت ماں سے ہے، القمر اور الکواکب مذکر ہیں اس لیے ان کی مناسبت باپ اور بھائیوں سے ہے۔ نیز اس خواب میں مناسبت کا پہلو یہ بھی ہے کہ سجدہ کرنے والا مسجود لہٗ کے لیے معظم ومحترم اور مسجود لہٗ معظم ومحترم ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سیدنا یوسف اپنے ماں باپ اور بھائیوں کے نزدیک نہایت معظم ومحترم ہوں گے اور اس کا لازم یہ ہے کہ وہ علم اور دیگر فضائل کے اعتبار سے صاحب فضیلت اور چنے ہوئے شخص ہوں گے اس لیے ان کے والد نے کہا تھا: ﴿وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾ ''اور ایسے ہی آپ کا رب آپ کو منتخب کرے گا اور آپ کو باتوں کی اصل حقیقت سمجھنے میں سے کچھ سکھائے گا'' (یوسف:6) اور اسی طرح تیرا رب تجھے چن لے گا اور تجھے باتوں کی تعبیر کا علم سکھا دے گا۔ اور دونوں نوجوان قیدیوں کے خواب میں مناسبت یہ ہے کہ پہلے نوجوان نے خواب دیکھا کہ وہ شراب کشید کر رہا ہے اور وہ شخص جو شراب کشید کرتا ہو وہ عادتاً دوسروں کا خادم ہوتا ہے شراب دوسروں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے کشید کی جاتی ہے اس لیے سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس کی یہ تعبیر کی کہ وہ اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور یہ چیز قید سے اس کی رہائی کو متضمن ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے دوسرے نوجوان کے خواب کی تعبیر، جس نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس نے اپنے سر پر روٹیاں اٹھا رکھی ہیں جنہیں پرندے کھا رہے ہیں، یہ کی کہ اس کے سر کی کھال، گوشت اور مغز وغیرہ جنہیں وہ اٹھائے ہوئے ہے، کھول کر ایسی جگہ پھینک دیا جائے گا جہاں گوشت خور پرندے اس کے سر کو نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس کے احوال کو دیکھ کر اس کے خواب کی یہ تعبیر کی کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اور قتل کرنے کے بعد صلیب پر لٹکایا جائے گا۔ یہ سب کچھ تبھی ممکن ہے جب قتل کے بعد اسے صلیب پر چڑھایا گیا ہو۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب، جس میں اس نے گائیں اور اناج کی بالیاں دیکھی تھیں، کی تعبیر شادابی اور قحط سالی سے کی۔ اس میں وجہ مناسبت یہ ہے کہ رعایا کے احوال اور اس کے مصالح کا دارومدار بادشاہ پر ہوتا ہے اگر بادشاہ ٹھیک ہے، تو رعایا بھی درست رہے گی۔ اگر بادشاہ خراب ہے تو رعایا میں خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اسی طرح سال بہ سال حالات کے ساتھ رعایا کے احوال مربوط ہیں، رعایا کی درستی، ان کے معاشی استحکام اور عدم استحکام کا دارومدار سال بہ سال (موسمی) حالات پر ہے۔ رہی گائیں تو ان کے ذریعے زمین میں ہل چلایا جاتا ہے اور اس کے ذریعے سے آب پاشی کی جاتی ہے اگر شادابی کا سال ہو تو گائیں موٹی تازی ہو جاتی ہیں اور اگر قحط سالی ہو تو گائیں دبلی اور لاغر ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح شادابی کے سالوں میں اناج کے خوشے سرسبز اور بکثرت ہوتے ہیں جب کہ خشک سالی میں یہ خوشے بہت کم پیدا ہوتے ہیں اور سوکھ جاتے ہیں اور زمین کا بہترین اناج خوشوں ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

(3) یہ قصہ نبوت محمدی ﷺ کی صحت پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے اپنی قوم کے سامنے یہ طویل قصہ بیان کیا درآں حالیکہ آپ نے گزشتہ انبیاء کی کتابیں پڑھی تھیں نہ کسی سے درس لیا تھا۔ آپ کی قوم نے آپ کا خوب اچھی طرح مشاہدہ کیا ہے۔ آپ کے شب و روز آپ کی قوم کے سامنے تھے وہ خوب جانتے تھے کہ آپ امی ہیں، آپ لکھ سکتے ہیں، نہ پڑھ سکتے ہیں۔ یہ قصہ کتب سابقہ میں مذکور قصہ سے مطابقت رکھتا ہے حالانکہ آپ وہاں موجود نہ تھے جب یوسف کے بھائی ان کے خلاف منصوبے بنا رہے تھے اور سازش کر رہے تھے۔

(4) شر کے اسباب سے دور رہنا مناسب ہے اسی طرح ایسے امور کو چھپانا مناسب ہے جن سے ضرر پہنچنے کا خدشہ ہو جیسا کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے فرمایا تھا: ﴿لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا﴾ ''اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا، وہ آپ کے خلاف سازشیں کریں گے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) کسی کے سامنے خیر خواہی کے طور پر ناپسندیدہ امور کا ذکر کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے: ﴿فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا﴾ ''وہ تجھے آزار پہنچانے کے لیے سازشیں کریں گے۔''

(6) یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ نعمت اس کے تمام متعلقین مثلاً اس کے گھر والوں، عزیز و اقارب اور دوست احباب سب کے لیے نعمت ہوتی ہے اور بسا اوقات وہ اس نعمت میں سب کو شامل کر لیتا ہے اور ان کو بھی اس کے باعث وہ چیز حاصل ہو جاتی ہے جو اسے حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ﴾ ''اور ایسے ہی آپ کا رب آپ کو منتخب کرے گا اور آپ کو باتوں کی اصل حقیقت سمجھنے میں سے کچھ سکھائے گا اور آپ پر اور اولادِ یعقوب پر اپنی نعمت پوری کرے گا۔'' جب سیدنا یوسف علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اتمام ہوا تو آل یعقوب کو بھی عزت و وقار اور ملک میں اقتدار حاصل ہوا اور سیدنا یوسف علیہ السلام کے سبب سے انہیں بھی مسرت و خوشی حاصل ہوئی۔

(7) سورۂ مقدسہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ عدل و انصاف تمام امور میں مطلوب و مقصود ہے۔ بادشاہ کا اپنی رعیت وغیرہ کے ساتھ ہی انصاف کا معاملہ کرنا ضروری نہیں، بلکہ محبت اور ترجیح دینے کے معاملے میں والد اور اولاد کے مابین بھی عدل و انصاف مطلوب ہے اگر والد کے انصاف میں خلل واقع ہو جائے تو اس کے تمام معاملے میں خلل واقع ہو جاتا ہے اور حالات خرابی کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ جب محبت کے معاملے میں سیدنا یعقوب علیہ السلام نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں پر ترجیح دی تو بھائیوں کی طرف سے خود ان پر، ان کے باپ پر اور ان کے بھائی پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے۔

(8) گناہوں کی نحوست سے بچنا چاہیے کیونکہ ایک گناہ اپنے ساتھ متعدد گناہ لاتا ہے اور بہت سے جرائم کے بعد اس گناہ کی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے باپ کے مابین جدائی ڈالنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے یہ مقصد حاصل کرنے کے لیے بہت سے حیلے استعمال کیے۔ متعدد بار جھوٹ بولا۔ انہوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام کی قمیض اور خون کے سلسلے میں باپ کے سامنے افسانہ گھڑا۔ ان کے اس افسانے اور عشاء کے وقت روتے ہوئے آنے میں نرا جھوٹ تھا اور یہ بھی کوئی بعید نہیں کہ اس مدت کے دوران اس بارے میں بہت بحث و تمحیص ہوئی ہو بلکہ شاید یہ بحث اس وقت تک ہوتی رہی ہو جب تک کہ وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ اکٹھے نہ ہوئے اور جب بھی بحث ہوتی ہے تو جھوٹی خبریں اور افترا پردازی ضرور ہوتی ہے۔ یہ گناہ کی نحوست اور اس کے آثار ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9) بندے کے احوال میں ابتدائی نقص میں عبرت نہیں ہوتی ، بلکہ کمال انتہا میں عبرت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں سے ابتدائی طور پر جو صادر ہوا وہ نقص کا سب سے برا سبب اور ملامت کا موجب تھا مگر اس کی انتہا خالص توبہ اور سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے باپ کی طرف سے کامل معافی ،مغفرت اور رحمت کی دعا پر ہوئی اور جب بندہ اپنے حق کو معاف کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔اس لیے صحیح ترین قول یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی نبی تھے اور اس کی دلیل اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ﴾ ''اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم ،اسماعیل ،اسحاق ،یعقوب اور اولاد یعقوب علیہ السلام کی طرف۔'' (النساء:163) یہاں ﴿وَالْأَسْبَاطِ﴾ سے مراد سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے اور ان کی اولاد ہے۔نیز ان کی نبوت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے خواب میں ان کو روشن ستاروں کے طور پر دیکھا اور ستاروں میں روشنی اور راہ نمائی ہوتی ہے اور یہ انبیاء کے اوصاف ہیں اور اگر وہ نبی نہیں تھے تو وہ راہ نمائی کرنے والے علماء تھے۔

(10) اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو علم ،حلم ،مکارم اخلاق اور اللہ اور اس کے دین کی طرف دعوت سے نوازا۔ نیز یہ بھی ان پر اللہ تعالیٰ کی نوازش اور عنایت ہی تھی کہ انہوں نے اپنے خطا کار بھائیوں کو فوراً معاف کر دیا اور اس معافی کی تکمیل یہ کہہ کر کر دی کہ اب وہ ان کا کوئی مواخذہ کریں گے نہ اس پر انہیں کوئی عار دلائیں گے پھر سیدنا یوسف علیہ السلام کا اپنے ماں باپ کے ساتھ عظیم نیکی کرنا اور اپنے بھائیوں بلکہ تمام مخلوق کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

(11) کچھ برائیاں دوسری برائیوں سے خفیف تر اور چھوٹی ہوتی ہیں۔(اگر دو برائیوں میں سے ایک کا ارتکاب ناگزیر ہو تو) اس برائی کا ارتکاب کرنا جس کا ضرر کم تر ہو ،اس برائی کے ارتکاب سے اولیٰ وافضل ہے جس کا ضرر بڑا ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے قتل اور ان کو کہیں دور زمین میں پھینکنے پر اتفاق ہو گیا ،تو ان میں سے ایک نے کہا:﴿لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ﴾ ''یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ اسے کسی اندھے کنوئیں میں پھینک دو'' گویا اس کی تجویز سب سے بہتر اور نرم تجویز تھی۔جس کے سبب سے ان کے بھائیوں سے ایک بہت بڑا گناہ ٹل گیا ،اور یہ بڑا گناہ ایک خفیف تر گناہ میں منتقل ہو گیا۔

(12) جب کوئی چیز کاروبار میں دست بدست متداول ہو جائے اور وہ مال شمار ہونے لگے اور کاروبار کرنے والے کو اس کے غیر شرعی ہونے کا علم نہ ہو تو اس کی خرید وفروخت کا کاروبار کرنے والے ،اس میں خدمت کرنے والے ،اس سے مفاد اٹھانے والے اور اس کو استعمال میں لانے والے کے لیے کوئی گناہ نہیں۔سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے انہیں بیچ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرام کی صورت میں فروخت کیا، یہ بیع قطعاً جائز نہ تھی۔ پھر سیدنا یوسف علیہ السلام کو خریدنے والا قافلہ انہیں لے کر مصر چلا گیا اور وہاں لے جا کر فروخت کر دیا اور وہ اپنے آقا کے پاس غلام کے طور پر رہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو ''آقا'' کے نام سے موسوم کیا ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام اس کے پاس ایک مکرم غلام کے طور پر رہتے رہے۔

(13) ان عورتوں سے خلوت سے بچنا چاہیے جن کے ساتھ فتنے کا خوف ہو۔ اسی طرح ایسی محبت سے بھی بچنا چاہیے جس سے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔ عزیز مصر کی بیوی کی طرف سے جو کچھ ہوا وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ خلوت اور ان کے ساتھ اس کی شدید محبت کے سبب سے ہوا، محبت نے اس عورت کو اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اس نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کے لیے ڈورے نہیں ڈالے، پھر ان پر بہتان لگایا اور سیدنا یوسف علیہ السلام اس بہتان کے سبب سے طویل مدت تک قید میں رہے

(14) سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس عورت کے ساتھ ارادہ کیا پھر اسے اللہ تعالیٰ کی خاطر ترک کر دیا۔ اس ترک ارادہ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے اور قریب کر دیا کیونکہ اس قسم کا ارادہ نفس امارہ کے اسباب میں شمار ہوتا ہے جو ہمیشہ برائی کا حکم دیتا ہے اور اکثر لوگوں کی یہی فطرت ہے۔ پس جب انہوں نے اس ارادے کا اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت کے ساتھ تقابل کیا تو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی خشیت نفس امارہ کے داعیے، اس کی خواہش پر غالب آ گئی۔ گویا آپ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى﴾ ''جو کوئی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکتا رہا۔'' (النازعات:40) اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق، ان سات قسم کے لوگوں میں سے ہیں جنہیں قیامت کے روز عرش کے سائے میں جگہ ملے گی، جس روز اس کے سائے کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا اور ان سات قسم کے لوگوں میں سے ایک وہ شخص ہوگا جسے حسن و جمال رکھنے والی اور منصب و حیثیت کی حامل کوئی عورت بدکاری کی دعوت دیتی ہے اور وہ جواب میں کہتا ہے ''میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔'' (صحیح بخاری:660) اور وہ ارادہ جس پر بندہ قابل ملامت ہے، وہ ارادہ ہے جو دل میں جاگزیں ہو کر عزم بن جائے جس کے ساتھ بسا اوقات فعل مل جاتا ہے۔

(15) جس کے دل میں ایمان جاگزیں ہو جاتا ہے اور وہ تمام امور میں اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایمان، صدق اور اخلاص کی برہان کے ذریعے سے مختلف اقسام کی برائیوں، بے حیائی اور گناہوں کے اسباب سے مدافعت کرتا ہے۔ یہ مدافعت اس کے ایمان اور اخلاص کی جزا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾ (سورۃ یوسف:24) (لنصرف) کے یہ معنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لام کے کسرے کے ساتھ ہیں، (جیسا کہ متداول قراءت میں ہے) اور اگر اسے لام کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ کا اسے اپنے لیے چن لینا اور یہ خود اس کے اخلاص کو متضمن ہے، یعنی جب بندہ اپنے عمل کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے برائی اور بے حیائی سے پاک کر کے اپنے لیے چن لیتا ہے۔

(16) بندہ مومن کے لیے مناسب یہ ہے کہ جب وہ کوئی ایسا مقام دیکھے جہاں فتنہ اور معصیت کے اسباب موجود ہوں تو مقدور بھر وہاں سے نکلنے اور بھاگنے کی کوشش کرے تاکہ وہ گناہ سے بچ سکے، کیونکہ جب سیدنا یوسف علیہ السلام پر اس عورت نے، جس کے گھر میں وہ رہ رہے تھے، ڈورے ڈالنے شروع کیے تو وہ اس جگہ سے فرار ہو کر دروازے کی طرف بھاگے، تاکہ وہ اس عورت کے شر سے بچ جائیں۔

(17) اشتباہ کے موقع پر قرائن سے کام لیا جا سکتا ہے، چنانچہ اگر خاوند اور بیوی گھر کے ساز و سامان کی ملکیت کے بارے میں جھگڑ پڑیں اور دونوں کے پاس اپنی ملکیت کا واضح ثبوت نہ ہو تو جو چیز مرد کے حال کے مطابق ہے وہ مرد کی ملکیت ہے اور جو عورت کے حال کے مطابق ہے وہ اس کی مالک ہے۔ اسی طرح اگر بڑھئی اور لوہار کسی اوزار کی ملکیت پر جھگڑ پڑیں اور دونوں میں سے کسی کے پاس بھی کوئی ثبوت نہ ہو تو قرائن پر عمل کیا جائے گا۔ ملتی جلتی چیزوں اور نشان قدم میں قیافہ پر عمل کرنا بھی اسی باب میں شامل ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے گواہ نے قرینے کی گواہی دی تھی۔ اس نے قمیص کی پھٹن کو دیکھ کر قرینے کی گواہی دی اور قمیص کو پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھ کر سیدنا یوسف علیہ السلام کی صداقت اور اس عورت کے جھوٹے ہونے پر استدلال کیا۔ اس قاعدے کی صحت پر ایک دلیل یہ ہے کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائی کی خرجی میں سے گیہوں ناپنے والے پیالے کے پائے جانے سے استدلال کرتے ہوئے بغیر کسی ثبوت اور اقرار کے اس پر چوری کا حکم لگایا گیا۔ پس اگر مال مسروقہ چور کے قبضے میں پایا جائے، خاص طور پر جب کہ وہ چوری کرنے میں مصروف ہو تو اس پر چوری کا حکم لگایا جائے گا اور یہ (عینی) شہادت سے زیادہ بلیغ شہادت ہے اسی طرح اگر کوئی شخص شراب کی قے کرتا ہے یا کوئی ایسی عورت جس کا شوہر یا آقا نہیں، حاملہ پائی جاتی ہے تو اس پر حد جاری کی جائے گی بشرطیکہ کوئی مانع موجود نہ ہو۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے قرینے کے اس فیصلے کو شاہد سے موسوم کیا ہے۔ ﴿وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا﴾

(18) سیدنا یوسف علیہ السلام ظاہری اور باطنی حسن و جمال کے حامل تھے ان کا ظاہری حسن و جمال اس عورت کے لیے، جس کے گھر میں سیدنا یوسف علیہ السلام تھے اس امر کا موجب بنا جس کی تفصیل گزری اسی طرح ان کا حسن و جمال ان عورتوں کے لیے بھی، جن کو عزیز مصر کی بیوی نے ان کے ملامت کرنے پر اکٹھا کیا تھا، اس امر کا موجب بنا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کاٹ لیے اور وہ بے ساختہ پکار اٹھیں کہ ﴿مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ﴾ ''یہ شخص انسان نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔'' رہا اس میں ان کا باطنی حسن و جمال تو وہ ان کی عظیم عفت تھی۔ گناہ میں پڑنے کے بہت سے اسباب کے باوجود گناہ سے بچے رہے۔ اس کے بعد خود عزیز مصر کی بیوی اور ان عورتوں نے آپ کی عفت اور پاک دامنی کی شہادت دی۔ اس لیے عزیز مصر کی بیوی نے کہا: ﴿وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ﴾ ''میں نے اسے پھسلانے کی بھرپور کوشش کی تھی مگر وہ بچ نکلا۔'' اس کے بعد اس نے کہا: ﴿اَلْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''اب حق واضح ہو گیا ہے، میں نے ہی اسے پھسلانے کی کوشش کی تھی اور بے شک وہ سچا ہے۔'' عورتوں نے کہا: ﴿حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ ''حاشا للہ! ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔'' سیدنا یوسف علیہ السلام نے معصیت کے مقابلے میں قید کو ترجیح دی۔ بندہ مومن کے یہی شایان شان ہے کہ اگر وہ دو امور کے بارے میں کسی آزمائش میں مبتلا ہو جائے۔ ایک طرف کسی معصیت کا ارتکاب ہو اور دوسری طرف دنیاوی عقوبت تو وہ گناہ کی بجائے، جو دنیا و آخرت میں سخت عقوبت کا موجب ہے، دنیاوی عقوبت کو ترجیح دے۔ ایمان کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ بندہ کفر کی طرف لوٹنے کو، جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچا لیا ہے، اسی طرح ناپسند کرے جس طرح وہ آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

(19) بندہ مومن کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اسباب گناہ کے موجود ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آ کر اسی کی پناہ میں رہے اور اپنی قوت و اختیار سے دست بردار ہو جائے جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ﴾ ''اگر تو نے ان کی چالوں کو مجھ سے دور نہ ہٹایا تو میں ان کی چالوں میں آ کر جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔''

(20) جس طرح فراخی میں بندے پر اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا التزام واجب ہے، اسی طرح تنگی میں بھی اس پر یہ التزام واجب ہے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے رہے۔ جب وہ قید میں ڈال دیے گئے تب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت پر قائم رہے اور ان دونوں جوان قیدیوں کو (جو ان کے ساتھ قید میں ڈالے گئے تھے) توحید کی دعوت دی اور ان کو شرک سے روکا۔ یہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی ذہانت تھی کہ جب انہوں نے دیکھا کہ ان نوجوان قیدیوں میں ان کی دعوت قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔۔۔۔ کیونکہ وہ دونوں سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں حسن ظن رکھتے تھے چنانچہ ان کا قول تھا: ﴿يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ﴾ اور وہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس اپنے اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئے اور سیدنا یوسف علیہ السلام نے بھی دیکھا کہ وہ ان کے پاس اپنے خواب کی تعبیر جاننے کا اشتیاق رکھتے ہیں، تو سیدنا یوسف علیہ السلام نے اس موقع کو غنیمت جانا اور ان کو ان کے خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے توحید کی دعوت دی تا کہ وہ اپنا مطلوب ومقصود حاصل کرنے میں کامیاب ہوں۔ سب سے پہلے آپ نے ان کے سامنے واضح کیا کہ جس نے آپ کو علم وکمال کے اس مقام پر پہنچایا، جسے وہ دیکھ رہے ہیں، وہ ہے ایمان، توحید اور ان لوگوں کی ملت کو چھوڑ دینا جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہ زبان حال سے ان کو توحید کی دعوت دینا ہے۔ پھر آنجناب نے ان کو زبان قال سے توحید کی دعوت دی۔ آپ نے ان کے سامنے شرک کی خرابی بیان کی اور اس کی دلیل اور برہان پیش کی اور دلیل وبرہان ہی کے ساتھ ان کے سامنے حقیقت توحید کو بیان کیا۔

(21) معاملات میں، اہم ترین معاملے سے ابتدا کرنی چاہیے۔ جب مفتی سے کوئی سوال کیا جائے اور سائل اس سوال سے زیادہ کسی اور چیز کا ضرورت مند ہو تو مفتی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ سب سے پہلے اسے اس چیز کی تعلیم دے جس کا وہ زیادہ حاجت مند ہے۔ یہ معلم کی خیر خواہی، اس کی فطانت اور اس کے حسن تعلیم وارشاد کی علامت ہے۔ جب نوجوان قیدیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے ان کو خواب کی تعبیر بتانے سے قبل اللہ وحدہ لا شریک کی طرف دعوت دی۔

(22) اگر کوئی شخص کسی ناخوشگوار صورتحال اور کسی سختی میں گرفتار ہو جائے تو کسی ایسے شخص سے مدد لینا جو اس صورتحال سے نجات میں مددگار ثابت ہو سکتا ہو، یا اسے اپنے حال سے آگاہ کرے تو یہ مخلوق کے پاس شکوے کے زمرے میں نہیں آتا کیونکہ اس کا تعلق امور عادیہ سے ہے جو عرف عام میں لوگوں کی ایک دوسرے کی مدد کے ذریعے سے انجام پاتے ہیں۔ بنابریں سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان نوجوان قیدیوں میں سے جس کے رہا ہونے کی امید تھی، اس سے کہا: ﴿اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ﴾ ''اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا۔''

(23) معلم کے لیے تاکید ہے کہ وہ تعلیم دینے میں کامل اخلاص سے کام لے اور اپنی تعلیم کو کسی سے معاوضہ میں مال وجاہ یا کوئی منفعت حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنائے۔ تعلیم دینے میں خیر خواہی سے کام لے جب تک سائل کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے معلم کو تکلیف پہنچے، تعلیم دینے سے یا اس کی خیر خواہی کرنے سے انکار نہ کرے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے ان دو نوجوان قیدیوں میں سے جس کو تاکید کی تھی کہ وہ اپنے آقا کے پاس ان کا ذکر کرے مگر اسے اپنے آقا کے سامنے سیدنا یوسف علیہ السلام کا ذکر کرنا یاد نہ رہا۔ جب انہیں سیدنا یوسف علیہ السلام کے پاس سوال کرنے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے اسی نوجوان کو بھیجا وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس خواب کی تعبیر کے بارے میں پوچھنے کے لیے سیدنا یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے محض اس بنا پر کہ اس نے ان کا ذکر اپنے آقا کے پاس نہیں کیا، اس پر ناراضی کا اظہار کیا نہ اس پر زجر و توبیخ کی، بلکہ اس کے برعکس انہوں نے اسے ہر لحاظ سے اس کے سوال کا مکمل جواب دیا۔

(24) مسئول کو چاہئے کہ وہ سوال کا جواب دیتے وقت سائل کی ایسے معاملے کی طرف راہ نمائی کرے جو اس کے سوال سے متعلق اور اس کے لئے فائدہ مند ہو۔ اسے وہ راستہ دکھائے جس پر گامزن ہو کر وہ دین و دنیا میں فائدہ اٹھائے۔ یہ اس کی طرف سے کامل خیر خواہی، اس کی فطانت اور اس کا حسن ارشاد ہے کیونکہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر کو صرف اس کے خواب کی تعبیر بتانے پر اکتفا نہیں کیا تھا، بلکہ آپ نے خواب کی تعبیر بتانے کے ساتھ ساتھ ان کی راہ نمائی فرمائی کہ وہ شادابی کے سالوں میں بکثرت پیدا ہونے والے اناج اور محاصل کو ذخیرہ کرنے کے لیے کیا انتظامات کریں۔

(25) اگر کوئی شخص اپنے ذمے کسی تہمت کو دور کرنے اور اپنی براءت کو ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کو ملامت نہیں کی جا سکتی، بلکہ اس کا یہ فعل قابل ستائش ہے۔ جیسے جناب یوسف علیہ السلام نے اس وقت تک قید سے رہا ہونے سے انکار کر دیا تھا جب تک کہ ان عورتوں کے احوال کے ذریعے سے لوگوں کے سامنے آپ کی براءت نہ ہو جائے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔

(26) ان آیات کریمہ سے علم یعنی علم شریعت و احکام، علم تعبیر، علم تدبیر اور علم تربیت کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے۔ نیز علم ظاہری شکل و صورت سے افضل ہے خواہ یہ ظاہری شکل و صورت حسن یوسف ہی کو کیوں نہ پہنچ جائے، کیونکہ سیدنا یوسف علیہ السلام کو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے ابتلا و محن اور قید و بند کا سامنا کرنا پڑا اور اپنے علم کے سبب انہیں عزت، سربلندی، زمین میں اقتدار حاصل ہوا۔ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی علم کے آثار اور اس کے موجبات ہیں۔

(27) علم تعبیر، علوم شریعہ میں شمار ہوتا ہے، اس کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہونے والے کو ثواب حاصل ہوتا ہے اور خواب کی تعبیر فتویٰ میں داخل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ﴾ ''اس بات کا فیصلہ کر دیا گیا جس کے بارے میں تم فیصلہ طلب کر رہے تھے'' اللہ تعالیٰ نے بادشاہ کا قول نقل فرمایا: ﴿أَفْتُونِي فِي رُؤْيَايَ﴾ ''مجھے میرے خواب کے بارے میں فتویٰ دو۔'' نجات پانے والے نوجوان نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے کہا: ﴿أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ﴾ ''ہمیں سات گایوں کے بارے میں فتویٰ دو'' ان تمام آیات میں تعبیر کے لیے فتویٰ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس لیے علم کے بغیر خواب کی تعبیر نہیں بتانی چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(28) اگر انسان اپنی صفت کمال مثلاً علم یا عمل وغیرہ کے بارے میں کسی حقیقی مصلحت کے تحت لوگوں کو آگاہ کرتا ہے، نیز اس سے ریاکاری مقصود نہ ہو اور جھوٹ سے محفوظ ہو۔۔۔تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا تھا: ﴿قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ﴾ ''مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے۔ میں حفاظت کرنے والا ہوں اور ان کے انتظام کا علم بھی رکھتا ہوں۔'' اسی طرح عہدہ قابل مذمت نہیں جب کہ اس عہدے پر متعین شخص مقدور بھر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت کرتا ہو اور اسی طرح اس عہدے کی طلب کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں جب کہ وہ کسی دوسرے سے زیادہ اس عہدے کا اہل ہو، عہدہ طلب کرنا اس وقت قابل مذمت ہے جب وہ اس عہدے کا اہل نہ ہو اور اس عہدے کی قابلیت رکھنے والا اس جیسا یا اس سے زیادہ قابل کوئی اور شخص موجود ہو۔ یا وہ اس عہدے کے ذریعے سے ان امور کو قائم کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو جن کو قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر اسے عہدہ حاصل کرنے سے روکا جائے گا۔

(29) اللہ تبارک وتعالیٰ کا جود وکرم بحر بے کراں کی مانند ہے۔ وہ اپنے بندے کو دنیا وآخرت کی بھلائی سے نوازتا ہے۔ آخرت کی بھلائی کے دو اسباب ہیں: ایمان اور تقویٰ۔ آخرت کی بھلائی، دنیاوی ثواب اور دنیاوی اقتدار سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ بندے کو چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے لیے دعا کرتا رہے اور اسے اخروی ثواب کا شوق دلاتا رہے اور وہ نفس کو یوں ہی نہ چھوڑ دے کہ دنیاداروں کی زیب وزینت اور لذات کو دیکھ کر غم زدہ ہوتا رہے۔ درآں حالیکہ وہ ان کے حصول پر قادر نہ ہو، بلکہ اس کے برعکس وہ اخروی ثواب اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ذریعے سے اسے تسلی دیتا رہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ﴾ ''اور آخرت کا اجر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ایمان لائے اور تقویٰ سے انہوں نے کام لیا۔''

(30) غلے اور اناج کو جمع اور ذخیرہ کر کے رکھنا، جب کہ اس سے لوگوں کی فلاح وبہبود اور ان کے لیے وسعت مقصود ہو، اور اس سے لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچتا ہو، کوئی حرج نہیں۔ سیدنا یوسف علیہ السلام نے شادابی اور فراوانی کے ایام میں غلے اور اناج کو جمع کر کے رکھنے کا حکم دیا تاکہ خشک سالی کے ایام کا مقابلہ کرنے کی تیاری کی جا سکے اور اس طرح غلہ جمع کرنا توکل کے منافی نہیں، بلکہ بندہ مومن کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور وہ تمام اسباب کام میں لائے جو اس کے لیے دین ودنیا میں فائدہ مند ہوں۔

(31) یہ قصہ دلالت کرتا ہے کہ جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو زمین کے خزانوں کا منتظم مقرر کیا گیا تو انہوں نے حسن انتظام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کام لیا یہاں تک کہ ان کے ہاں بکثرت اناج جمع ہو گیا اور دوسرے ملکوں سے لوگ غلہ اور خوراک حاصل کرنے کے لیے مصر کا قصد کرنے لگے، کیونکہ انہیں علم تھا کہ مصر میں غلہ بکثرت موجود ہے اور سیدنا یوسف علیہ السلام ہر آنے والے کو بقدر حاجت غلہ دیتے ہیں، وہ غلہ زیادہ دیتے تھے نہ کم، چنانچہ ہر آنے والے کو ایک بار شتر سے زیادہ غلہ نہیں دیتے تھے۔

(32) مہمان نوازی مشروع ہے اور یہ انبیاء مرسلین کی سنت ہے مہمان کی عزت وتکریم سیدنا یوسف علیہ السلام کے اس قول سے مستفاد ہے: ﴿اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْٓ اُوْفِی الْكَیْلَ وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ﴾ ''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں اناج پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں بہترین مہمانی کرتا ہوں۔''

(33) قرینے کی دلیل موجود ہوتے ہوئے بدظنی ممنوع ہے نہ حرام کیونکہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا اور ان کے بیٹوں نے سخت اصرار کیا اور جب انہوں نے جھوٹا بہانہ بنایا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا، تو یعقوب علیہ السلام نے ان سے کہا: ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا﴾ ''بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لیے ایک کام کو مزین کر کے آسان بنا دیا۔'' پھر سیدنا یعقوب علیہ السلام نے دوسرے بھائی (بنیامین) کے بارے میں فرمایا: ﴿هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُ﴾ ''کیا میں اس کے بارے میں بھی اسی طرح اعتماد کر لوں جس طرح میں نے اس سے پہلے اس کے بھائی کے بارے میں اعتماد کیا تھا'' اور جب سیدنا یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے پاس روک لیا اور اس کے بھائی اپنے باپ سیدنا یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے تو سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ان سے پھر یہی کہا: ﴿بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا﴾ حالانکہ دوسری مرتبہ انہوں نے کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ البتہ ان سے ایک ایسا کام سرزد ہوا جس پر ان کے باپ کو یہ کہنا پڑا، جس میں کوئی گناہ اور حرج نہیں۔

(34) نظر بد کے اثرات کے سد باب یا اس کے اثر انداز ہونے کے بعد اس اثر کو ختم کرنے کے لیے اسباب کو استعمال کرنا ممنوع نہیں، بلکہ جائز ہے، اگرچہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر ہی ہے، چنانچہ سیدنا یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اسباب اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے ان سے فرمایا: ﴿یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ﴾ ''اے میرے بیٹو! ایک ہی دروازے میں سے شہر میں مت داخل ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔''

(35) اس سورۂ مقدسہ سے، حقوق کے حصول کے لیے، حیلہ سازی کا جواز مستفاد ہوتا ہے اور خفیہ طریقوں کو استعمال کر کے ایسی معلومات حاصل کرنا، جن کے ذریعے سے ان کے مقاصد تک پہنچنا آسان ہو، ایسے امور میں سے ہے، جس پر بندہ قابل ستائش ہے۔ صرف ایسی حیلہ سازی حرام اور ممنوع ہے جس سے کسی واجب کا اسقاط اور کسی حرام کا ارتکاب لازم آتا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(36)اس شخص کے لیے جو کسی کو کسی ایسے معاملے میں وہم میں ڈالنا چاہتا ہے جس کے بارے میں اسے مطلع کرنا اسے پسند نہ ہو، مناسب ہے کہ وہ ایسی قولی اور فعلی تعاریضات استعمال کرے، جو جھوٹ سے مانع ہوں۔ جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے کیا تھا، چنانچہ انہوں نے گیہوں ناپنے والا پیمانہ اپنے بھائی کی خرجی میں ڈالوا دیا۔ پھر اس میں سے نکال دکھایا اور ظاہر کیا کہ وہ چور ہے اور اس میں اس کے بھائیوں کے لیے اس کے چور ہونے کا بس ایک قرینہ تھا۔ اس کے بعد سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا: ﴿مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ﴾ ''اللہ کی پناہ! ہم اس شخص کو چھوڑ کر جس کے پاس ہم نے اپنا سامان پایا ہے دوسرے کو کیسے پکڑ سکتے ہیں۔'' نیز سیدنا یوسف علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا: ﴿مَنْ سَرَقَ مَتَاعَنَا﴾ ''جس نے ہمارا سامان چوری کیا'' اور نہ یہ فرمایا: ﴿اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ﴾ ''بیشک ہم نے اپنا سامان ان کے پاس پایا ہے۔'' بلکہ انہوں نے ایک ایسے اسلوب میں بات کی جس کا اطلاق ان کے بھائی کے علاوہ کسی اور پر بھی ہو سکتا تھا اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے بچا جانا چاہیے، اس میں صرف یہ ایہام ہے کہ وہ چور ہے تاکہ وہ مقصد حاصل ہو سکے جو ان کے پیش نظر تھا اور ان کا بھائی ان کے پاس رہ سکے اور جب صورت حال واضح ہو گئی تو ان کے بھائی سے یہ ایہام بھی زائل ہو گیا۔

(37)انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے علم، تحقیق، مشاہدہ اور قابل اعتماد خبر جس پر اطمینان نفس ہو کے علاوہ کسی اور چیز کے مطابق گواہی دے۔ سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا تھا: ﴿وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا﴾ ''ہم تو صرف اس کے مطابق گواہی دے سکتے ہیں جس کے متعلق ہم جانتے ہیں۔''

(38)یہ ایک عظیم آزمائش تھی جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اپنے چنے ہوئے بندے، سیدنا یعقوب علیہ السلام کو آزمایا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے بیٹے سیدنا یوسف علیہ السلام کے درمیان جدائی ڈال دی جن سے ایک گھڑی کے لیے جدا ہونا بھی ان کے بس میں نہ تھا، اتنی سی جدائی بھی انہیں سخت غم زدہ کر دیتی تھی۔ پس طویل عرصے تک وہ ایک دوسرے سے جدا رہے جو تیس سال سے کم نہ تھا اس عرصہ کے دوران حزن و غم سیدنا یعقوب علیہ السلام کے دل سے کبھی جدا نہ ہوا: ﴿وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ﴾ ''غم سے ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں اور وہ غم سے گھل رہا تھا۔'' اور معاملہ اس وقت اور بھی زیادہ سخت ہو گیا جب ان کا دوسرا بیٹا، یوسف کا حقیقی بھائی بھی، ان سے جدا ہو گیا۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر کی امید میں اس کے حکم کے مطابق صبر کر رہے تھے انہوں نے اپنے آپ سے صبر کا عہد کر لیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اپنے عہد پر پورے اترے۔ ان کا یہ قول صبر کے منافی نہیں ﴿اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس شکوہ کرنا صبر کے منافی نہیں ہوتا۔ صرف وہ شکوہ صبر کے منافی ہے جو مخلوق کے پاس کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(39) دکھ کے بعد سکھ اور تنگی کے بعد فراخی ضرور آتی ہے۔ سیدنا یعقوب علیہ السلام پر رنج وغم کی مدت بہت طویل ہوگئی۔ شدت غم اپنی انتہا کو پہنچ گئی اور آل یعقوب کو بدحالی نے لاچار کر دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان پر خوش حالی بھیج دی۔ انتہائی سخت حالات میں ان کی ملاقات ہوئی اور یوں اجر کی تکمیل ہوگئی اور انہیں راحت وسرور حاصل ہوا۔ اس سے یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو سختی اور نرمی، تنگ دستی اور فراخ دستی کے ذریعے سے آزماتا ہے، تاکہ ان کے صبر وشکر کا امتحان لے اور اس طرح ان کے ایمان، یقین اور عرفان میں اضافہ ہو۔

(40) اگر انسان اپنے موجودہ احوال یعنی کسی مرض اور فقر وغیرہ کے بارے میں ناراضی کا اظہار کیے بغیر کسی کو آگاہ کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔ یوسف کے بھائیوں نے سیدنا یوسف علیہ السلام سے کہا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ﴾ ''اے عزیز مصر! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو مصیبت اور بدحالی نے آگھیرا ہے'' اور ان کے اس قول پر سیدنا یوسف علیہ السلام نے نکیر نہیں فرمائی۔ (41) اس پورے قصے میں تقویٰ کی فضیلت مستفاد ہوتی ہے۔ دنیا وآخرت کی ہر بھلائی تقویٰ اور صبر کے آثار کی وجہ سے ہے۔ اہل تقویٰ اور اہل صبر کا انجام بہترین انجام ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا بے شک اگر کوئی تقویٰ اور صبر سے کام لے تو اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔''

(42) جس کسی کو شدید محتاجی اور بدحالی کے بعد اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے نوازا ہو اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرے اور اپنی پہلی بدحالی اور محتاجی کو یاد رکھے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا رہے۔ جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿وَّقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَاۗءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور تم لوگوں کو صحرا سے یہاں لایا۔''

(43) سیدنا یوسف علیہ السلام پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا عظیم لطف وکرم تھا کہ اس نے آپ کو ان احوال سے منتقل کر کے سختیوں اور مصائب میں مبتلا کیا، تاکہ اس کے ذریعے سے وہ آپ کو اعلیٰ ترین منازل اور بلند ترین درجات پر فائز کرے۔

(44) بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے ایمان پر ثابت قدمی کے لیے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتا رہے اور ایسے اسباب روبہ عمل لاتا رہے جو ایمان پر ثابت قدمی کے موجب ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اتمام نعمت اور خاتمہ بالخیر کا سوال کرتا رہے۔ جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے عرض کیا: ﴿رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِالصّٰلِحِيْنَ﴾ ”اے میرے رب! تو نے مجھے اقتدار عطا کیا اور تو نے مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے دنیا و آخرت میں تو ہی میرا سرپرست ہے۔ اسلام پر مجھے موت دے اور مآل کار مجھے نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر۔“ اس بابرکت قصے میں یہ چند نکات اور تعبیرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے آسان فرمایا اور ضروری ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس قصے میں غور و فکر کرنے والے پر تعبیرات کے کچھ اور دریچے وا کر دے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے علم نافع اور عمل مقبول کا سوال کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ جود و کرم کا مالک ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1290-1303)

آیاتُها 43	13 - سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ - 96	رُكُوْعَاتُهَا 6

سوال 1: سورۃ الرعد کہاں نازل ہوئی؟

جواب: سورۃ الرعد مدینہ میں نازل ہوئی۔

سوال 2: اس سورت میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس سورت میں 6 رکوع اور 43 آیات ہیں۔

سوال 3: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: نزولی ترتیب کے اعتبار سے 96 نمبر کی سورت ہے اور مصحف کے اعتبار سے 13 نمبر پر ہے۔

سوال 4: اس سورت کا نام الرعد کیوں ہے؟

جواب: اس سورت میں الرعد، البرق، الصواعق اور بادلوں سے بارش برسنے کا ذکر ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ﴾ ”اور بادل کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے اور وہ کڑکنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے انہیں گرا دیتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ بہت سخت قوت والا ہے۔“ (الرعد: 13)

سوال 5: سورت الرعد کا موضوع کیا ہے؟

جواب: اس سورت میں توحید، رسالت اور نبوت، بعث اور جزا کا اثبات ہے اور مشرکین کے شبہات کا رد ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۭ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

''المر۔ یہ کتاب الٰہی کی آیات ہیں اور جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے لیکن اکثر لوگ

النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

ایمان نہیں لاتے''(1)

سوال1: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی برحق کتاب ہے، اس کی وضاحت ﴿الٓمّٓرٰ ... يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿الٓمّٓرٰ﴾ ''المر'' حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی جس سورت کی بھی ابتدا حروف مقطعات سے ہوئی ہے، اس سے اس کا اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی برحق کتاب ہے، جس کی حقانیت وصداقت میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہے، اسی لیے تو اس جیسا کلام کوئی انسان نہیں لاسکتا ہے۔(ابن کثیر:3/30)

(2)﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ﴾ ''یہ کتاب الٰہی کی آیات ہیں'' اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن، کتاب اللہ کی آیات ہیں جو دین کے اصول وفروع میں ہر اس چیز کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں جس کے بندے محتاج ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1303)

(3)﴿وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''اور جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے'' اور وہ قرآن عظیم ہے۔(جامع البیان:13/94)(4)﴿الْحَقُّ﴾ ''حق ہے'' یعنی وہ ثابت شدہ حق ہے۔(فتح القدیر:3/83)

(5)اور یہ قرآن جو رسول اللہ ﷺ پر آپ کے رب کی طرف سے اتارا گیا وہ واضح حق ہے، کیونکہ اس کی خبریں صدق پر مبنی اور اس کے اوامر ونواہی سراسر عدل ہیں اور قطعی دلائل وبراہین ان کی تائید کرتے ہیں۔ جو کوئی اس کے علم کی طرف متوجہ ہوتا ہے وہی حقیقی اہل علم میں شمار ہوتا ہے اور اس کا علم اس کے لیے عمل کا موجب بنتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1303)

سوال2: اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، اس کی وضاحت ﴿وَلٰكِنَّ ... لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ﴾ ''لیکن اکثر لوگ'' یعنی اہل مکہ۔

(2)﴿لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''ایمان نہیں لاتے'' یعنی وہ تصدیق نہیں کرتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔(تفسیر سمرقندی:2/224)

(3)اے پیارے نبی! جو کتاب آپ پر آپ کے رب کے پاس سے اتاری گئی ہے وہ سرتاپا حق ہے، اس کی صحت وصداقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کلام نہیں، لیکن پھر بھی اکثر لوگ اسے نہیں مانتے۔ (مختصر ابن کثیر:1/907)

(4) یعنی اکثر لوگ یا تو (قرآن) سے جہالت، اس سے روگردانی اور اس کی طرف عدم توجہ کی بنا پر یا محض عناد اور ظلم کی وجہ سے، اس قرآن پر ایمان نہیں رکھتے۔ بنا بریں اکثر لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے، اس کی وجہ اس سبب کا معدوم ہونا ہے جو فائدہ اٹھانے کا موجب ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1304)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور آپ خواہ کتنی ہی حرص رکھیں، اکثر لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔'' (یوسف:103)

(6) یہ آیت دلیل ہے کہ ایمان لانے والے کم لوگ ہوتے ہیں جو جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''پس جو لوگ ایمان لائے تو وہ جانتے ہیں کہ یقیناً وہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے۔'' (البقرہ:26)

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ

''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر کسی ستون کے بلند کیا ہے، تم انہیں دیکھتے ہو، پھر وہ اپنے عرش پر بلند ہوا

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا، ہر ایک مقررہ مدت کے لیے چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہی سارے کام کی تدبیر کرتا ہے، وہ نشانیوں

لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ﴾

کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو'' (2)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت کی وضاحت ﴿اَللّٰهُ ... تَرَوْنَهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا ہے'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کمال اور اس کے غلبہ اقتدار کی وسعت وعظمت کا بیان ہے کہ اس نے اپنے حکم سے ستونوں کے بغیر تمہارے سروں پر بہت سے آسمان بنا دیے۔ (مختصر ابن کثیر:2/907، 908)

(2) جب اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ قرآن حق ہے تو یہ بھی بیان فرمایا کہ جس نے اسے نازل کیا وہ کمال پر قادر ہے لہٰذا اس کی مصنوعات دیکھو تاکہ تم اس کی قدرت کے کمال کو پہچان لو۔ (قرطبی:5/196)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) آسمان وسعت والے ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں کیسے بلند کر رکھا ہے۔

(4) ﴿بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا﴾ ''بغیر کسی ستون کے، تم انہیں دیکھتے ہو'' یعنی آسمانوں کو سہارا دینے کے لیے ان کے نیچے کوئی ستون نہیں اور ان کو ستون نے سہارا دیا ہوتا تو وہ تمہیں ضرور دکھائی دیتے۔ (تفسیر سعدی:2/1304)

(5) اس بات کا امکان ہے کہ آسمان ستونوں یا سہاروں پر قائم ہوں لیکن وہ ستون یا سہارے غیر مرئی ہوں، انہیں ہم دیکھ نہیں سکتے۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد، حسن بصری، قتادہ رحمہم اللہ اور بعض دوسروں سے ایسی ہی روایت کی گئی ہے۔ ان غیر مرئی سہاروں کو ہم آج کل کی زبان میں کشش ثقل کہہ سکتے ہیں۔ (تیسیر القرآن:2/423، 424)

سوال 2: وہ عظیم قوت کون ہے جس نے کائنات کو تخلیق کیا؟

جواب: (1) وہ جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا ہے۔ (2) وہ جس نے سورج اور چاند کو ماتحتی میں لگا رکھا ہے۔

(3) وہ جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ (4) وہ جس نے زمین پھیلا کر بچھا دی اور اس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کی۔

(5) وہ جس نے ہر طرح کے پھل پیدا کیے۔ (6) وہ جو رات کو دن سے چھپا دیتا ہے۔

(7) وہ اللہ تعالیٰ ہے جو عرش پر مستوی ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے استواء علی العرش کی وضاحت ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''پھر وہ اپنے عرش پر بلند ہوا'' یعنی اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا جو اس کی ذات اور اس کے جلال کے لائق ہے۔ (ایسر التفاسیر:701)

(2) سلف صالحین کا عقیدہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے لیے استواء علی العرش کو ثابت کیا ہے، تو اس پر ایمان رکھا جائے، اس کی کوئی کیفیت بیان کی جائے، نہ دوسری شے کے ساتھ تشبیہ دی جائے اور نہ اس کی تاویل کر کے قرآن میں ثابت لفظ کو بے کار بنا دیا جائے۔ (تیسیر الرحمن:1/705)

سوال 4: اللہ تعالیٰ ہی نے سورج اور چاند کو مسخر کیا، اس کی وضاحت ﴿وَسَخَّرَ ... مُّسَمًّى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ ''اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا'' یعنی دن میں سورج کی روشنی اور رات میں بنی آدم کے لیے چاند کی روشنی۔ (تفسیر سمرقندی:2/225)

(2) بندوں کے مصالح نیز ان کے مویشیوں، باغات اور کھیتوں کے مصالح کی خاطر۔ (تفسیر سعدی:2/1305)

(3) ﴿كُلٌّ﴾ ''ہر ایک'' یعنی چاند اور سورج۔ (4) ﴿يَجْرِي﴾ ''چل رہا ہے'' یعنی مقررہ اندازے پر چل رہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿لِاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''ایک مقررہ مدّت کے لیے'' یعنی معلوم وقت جو کہ دنیا کی فنا کا ہے اور قیامت قائم ہونے کا ہے۔ ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (۳۸) وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ (۳۹) لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ(۴۰)﴾ ''اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے، یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔'' (یٰس:40-38)

(6) سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب سورج غروب ہوا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی کو علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے پہنچ کر پہلے سجدہ کرتا ہے پھر دوبارہ آنے کی اجازت چاہتا ہے اور اسے اجازت دی جاتی ہے اور وہ دن بھی قریب ہے جب یہ سجدہ کرے گا تو اس کا وہ سجدہ قبول نہ ہوگا اور اجازت چاہے گا لیکن اجازت نہ ملے گی بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جا! چنانچہ اس دن وہ مغرب ہی سے نکلے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ (سورہ یٰس:38) میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔'' (صحیح بخاری:3199)

(7) دونوں ایک منظم رفتار سے چل رہے ہیں، جس میں کوئی فرق آتا ہے نہ ان کی رفتار میں کوئی سستی آتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت مقرر آ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس جہان آب وگل کی بساط لپیٹ دے گا اور بندوں کو دار آخرت میں منتقل کر دے گا جو ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ تب اس وقت اللہ تعالیٰ ان آسمانوں کو لپیٹ دے گا اور ان کو اور ہی آسمانوں سے بدل دے گا اور اسی طرح اس زمین کو دوسری زمین سے بدل دے گا۔ سورج اور چاند بے نور کر دیئے جائیں گے اور ان کو اکٹھا کر کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا، تاکہ ان کی عبادت کرنے والے دیکھ لیں کہ وہ عبادت کے مستحق نہ تھے، تاکہ وہ سخت حسرت زدہ ہوں اور کفار کو معلوم ہو جائے کہ وہ جھوٹے تھے۔ (تفسیر سعدی:2/1305)

(8)﴿كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ حالانکہ ''کل'' کا لفظ دو کے لیے نہیں آتا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ سورج اور چاند کی طرح کے سب سیارے اپنی اپنی ڈگر پر چل رہے ہیں اور قیامت تک یہ چلتے ہی رہیں گے۔ ضمناً اس سے دو باتیں اور معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ جو لوگ سورج کو ساکن سمجھتے ہیں یا سمجھتے رہے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ لفظ جریان کا اطلاق گردش محوری پر نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ضروری ہے اور ہماری زمین بھی چونکہ ایک سیارہ ہے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے اس کی گردش بھی ثابت ہوتی ہے۔ سیاروں کی گردش کے جو قاعدے اور قوانین مقرر کر رکھے ہیں، وہ ان کے پابند ہیں کیونکہ جو چیز حرکت میں ہے، وہ خراب بھی ہو سکتی ہے حتیٰ کہ کسی وقت تباہ بھی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی تمام باتوں کی تدبیر بھی کر رہا ہے ان سیاروں کو صرف ان کی قوت جاذبہ اور دافعہ کے سپرد ہی نہیں کر رکھا بلکہ اس کی پوری پوری نگہداشت اور ان کی تدبیر یا واقع ہونے والی خامیوں کا علاج بھی کر رہا ہے۔ (تیسیر القرآن:2/423،424)

سوال 5: اللہ تعالیٰ سارے کاموں کی تدبیر فرماتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی سارے کام کی تدبیر کرتا ہے'' یعنی وہ اپنے ملک میں تمام حالات میں مکمل تصرف کرتا ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، وہ ایجاد کرتا ہے اور معدوم کرتا ہے۔ وہ غنی کرتا ہے اور فقیر کرتا ہے اور اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی نازل کرتا ہے اور یہ اس کی قدرت اور رحمت پر دلیل ہے۔ (تفسیر مراغی:5/53)

(2) ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ ''سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے۔'' (الاعراف:54)

(3) یہاں خلق و امر کو اکٹھا کیا گیا ہے یعنی اللہ عظمت والا تخت اقتدار پر مستوی ہے اور وہ عالم علوی اور عالم سفلی کی تدبیر کر رہا ہے، پس وہی پیدا کرتا ہے اور رزق عطا کرتا ہے، وہی غنی کرتا اور محتاج کرتا ہے، وہ کچھ قوموں کو سربلند کرتا ہے اور کچھ قوموں کو قعر مذلت میں گرا دیتا ہے، وہی عزت عطا کرتا ہے، وہی ذلت سے ہمکنار کرتا ہے، وہی گراتا ہے اور وہی رفعتیں عطا کرتا ہے، وہی لغزشوں پر عذر قبول کرتا ہے، وہی مصیبتوں اور تکلیفوں کو دور کرتا ہے، وہی تقدیر کو اس کے وقت مقرر پر نافذ کرتا ہے، جو اس کے احاطہ علم میں ہے اور جس پر اس کا علم جاری ہو چکا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان فرشتوں کو تدبیر کائنات کے لئے بھیجتا ہے جن کو اس تدبیر کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ وہ کتب الٰہی کو اپنے رسولوں پر نازل فرماتا ہے، احکام شریعت اور اوامر و نواہی کو جن کے بندے سخت محتاج ہیں، کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1305)

سوال 6: اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں کھول کر بیان کرتے ہیں، اس کا مقصد ﴿يُفَصِّلُ ... تُوْقِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ﴾ ''وہ نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو'' یعنی قرآنی آیات جس میں وہ قصص، ضرب الامثال، حلال و حرام کو بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لاؤ اور اس کی عبادت کرو، اور اس کو عبادت میں ایک سمجھو اور تاکہ تمہاری روحیں اور تمہارے اخلاق کمال کو پہنچیں اور تم دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کرو۔ (ایسر التفاسیر:701)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) نشانیوں کے ذریعے انسان اس نتیجے تک پہنچ جاتا ہے کہ اس زندگی کی بعد ایک اور زندگی ہوگی۔ اس طرح انسان اُس زندگی کے لیے سوچنے اور کچھ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

سوال 7: رب کی ملاقات کا یقین انسان کے اندر کیا تبدیلی لے کر آتا ہے؟

جواب: (1) رب کی ملاقات کے یقین سے حساب کتاب کا یقین آتا ہے۔

(2) رب کی ملاقات کے یقین سے جزا سزا کا یقین آتا ہے۔

(3) رب کی ملاقات کے یقین سے انسان رب کی رضا کے لیے کام کرتا ہے۔

(4) رب کی ملاقات کے یقین سے ہی انسان ربانی بنتا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ

''اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا ہے اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے ہیں اور اس میں ہر طرح کے پھل سے ایک ایک

جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

جوڑا دو دو قسم کا بنایا، وہی رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، بلاشبہ ان لوگوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾

جو غور و فکر کرتے ہیں'' (3)

سوال: زمین میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں، ان کی وضاحت ﴿وَهُوَ ... يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی نشانیاں بکھری ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ﴾ ''اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا ہے'' وہ قدرت والا رب ہے جس نے زمین کو زندگی کے لیے بچھا دیا۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنے بندوں کے لئے تخلیق کیا، اس کو وسعت بخشی، اس میں برکت عطا کی، اپنے بندوں کے لیے اس کو پھیلایا اور اس کے اندر ان کے لیے فوائد و مصالح ودیعت کئے۔ (تفسیر سعدی: 2/1306)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۙ﴿۶﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ﴿۷﴾ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۙ﴿۸﴾﴾ ''کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟ اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔'' (النباء: 6-8)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) آیت شریفہ میں جو یہ فرمایا ہے کہ زمین کو پھیلا دیا یہ پھیلانا زمین کے کرہ ہونے کے منافی نہیں ہے۔ اگر زمین کروی ہو جیسا کہ اہل سائنس کہتے ہیں تو یہ زمین کے پھیلاؤ کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے کیونکہ پھیلاؤ کے لیے کسی چیز کا اول سے اخیر تک سطح واحد ہونا ضروری نہیں ہے۔ زمین چونکہ بہت بڑی ہے اس لیے انسانوں کا اس پر رہنا، چلنا پھرنا اور سفر کرنا ایسا محسوس ہوتا ہے جیسا کہ سطح واحد پر ہی جا رہے ہیں۔ چیونٹی کے طول وعرض کو جو ایک بہت بڑی گیند سے نسبت ہے انسانوں کی آبادیوں کو زمین کے پھیلاؤ سے وہ نسبت بھی نہیں ہے۔ (انوار البیان:3/143)

(5) ﴿وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا﴾ ''اور اس میں پہاڑ اور دریا بنائے ہیں'' یعنی زمین پر پہاڑوں کی میخیں ٹھونک دیں اور اس میں نہریں، دریا، چشمے، ندی، نالے بہا دیے۔

(6) یعنی زمین پر بڑے بڑے پہاڑ رکھ دیئے تاکہ زمین مخلوق کے ساتھ ڈھلک نہ جائے۔ اس لیے اگر پہاڑ نہ ہوتے تو زمین اپنے رہنے والوں کے ساتھ ایک طرف جھک جاتی، کیونکہ زمین پانی کی سطح پر تیر رہی ہے جس کو ثبات واستقرار نہیں۔ مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے پہاڑوں کے ذریعے سے اس میں توازن پیدا کیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے لئے میخیں بنایا ہے۔ ﴿وَأَنْهَارًا﴾ یعنی زمین کے اندر دریا بنائے جو انسانوں، ان کے مویشیوں اور ان کے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں۔ پس ان دریاؤں کے ذریعے سے درخت، کھیتیاں اور باغات اگائے اور ان کے ذریعے سے خیر کثیر برآمد کیا۔ (تفسیر سعدی:2/1306)

(7) ﴿وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ﴾ ''اور اس میں ہر طرح کے پھل سے ایک ایک جوڑا دو دو قسم کا بنایا'' یعنی دو قسمیں، دو اصناف پیدا کیں جیسے میٹھے اور کڑوے اور زرد اور سیاہ۔ (ایسر التفاسیر:701)

(8) یہ علم الٰہی ہے کہ آج سے چودہ سو برس پہلے حیاتیات کا یہ مخفی راز برملا بیان کر دیا گیا۔ بتا دیا کہ درختوں کو پھل لانے کے لیے بھی اسی عملیے کی ضرورت ہے جو حیوانوں کی افزائش نسل کا سبب ہے۔ یہ راز جدید علم نباتات نے بتایا کہ تتلیاں اور دوسرے پرندے درختوں کی باروری کا وسیلہ ہیں کہ تتلیاں نر کا تخم مادہ درختوں تک پہنچا دیتی ہیں اور یوں درخت پھل لاتے ہیں۔ (تعارف الفرقان:3/118)

(9) ﴿يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ﴾ ''وہی رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے'' یعنی وہ رات کو دن پر اس طرح سے ڈھانپ دیتا ہے کہ روشنی کا کوئی وجود باقی نہیں رہتا۔ (ایسر التفاسیر:701)

(10) وہ دن پر رات کو طاری کر دیتا ہے جس سے تمام آفاق پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور ہر جاندار اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ کر دن بھر کی مشقت اور تھکن کو دور کرنے کے لیے آرام کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1306)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11)رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''کیاانہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناہم نے رات بنائی تا کہ لوگ اس میں آرام کریں اور دن کو دکھلانے والا بنایا؟ واقعی اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (النمل:86)

(12)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ﴾ ''بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں'' یعنی ان بکھری ہوئی نعمتوں میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

(13)﴿لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرتے ہیں'' جو غور وفکر کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں۔

(14)یعنی ان لوگوں کے لئے جو ان آیات ودلائل میں غور وفکر کرتے ہیں، انہیں عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو اس ہستی کی طرف راہنمائی کرتی ہیں جس نے ان کو تخلیق کیا، ان کی تدبیر کی اور ان میں تصرف کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے سوا کوئی الٰہ اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ وہ غائب اور موجود ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہ مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ اپنے ہر کام میں حکمت رکھتا ہے، اپنے خلق وامر میں قابل تعریف، نہایت بابرکت اور بہت بلند ہستی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1306)

﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ

''اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں، بعض

وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ

کئی تنوں والے ہیں اور بعض ایک تنے والے ہیں، سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو مزے میں بعض

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾

پر فوقیت دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقینا نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں'' (4)

سوال: زمین کے باہم ملے ہوئے ٹکڑے اور ایک ہی پانی سے سیراب ہونے والے انواع واقسام کے درخت اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَفِي الْاَرْضِ ... يَّعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ﴾ ''اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال اور اس کی نشانیوں میں سے زمین میں الگ الگ مگر ایک دوسرے سے ملے ہوئے ٹکڑے ہیں ساری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمین ایک ہے مگر ہر جگہ کی الگ خصوصیات ہے۔

(2) متجاورات ایک دوسرے سے ملے ہوئے قریب قریب اور مجاہد نے کہا متجاورات کا معنی یہ ہے کہ بعض قطعے عمدہ قابل زراعت ہیں بعض خراب شور کھارے ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(3) ﴿وَجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ﴾ ''اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوروں کے درخت ہیں'' زمین کے اندر باغات ہیں۔ انگوروں اور کھجوروں کے اور کھیتیاں ہیں جن میں انواع واقسام کے درخت اور پودے ہیں۔

(4) ﴿صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ﴾ ''بعض کئی تنوں والے ہیں اور بعض ایک تنے والے ہیں'' صنوان وہ کھجور کے درخت جن کی جڑ ملی ہوئی ہو (ایک ہی جڑ پر کھڑے ہوں) غیر صنوان الگ الگ جڑ پر سب ایک ہی پانی سے اگتے ہیں (ایک ہی ہوا سے ایک ہی زمین میں) آدمیوں کی بھی یہی مثال ہے کوئی اچھا کوئی برا حالانکہ سب ایک باپ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(5) ﴿يُسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ﴾ ''سب کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے'' سب ایک ہی پانی سے پروان چڑھتے ہیں لیکن ہر ایک دوسرے سے الگ رہتا ہے۔

(6) سردار انبیاء نے اس آیت کی تفسیر بیان فرمائی کہ کوئی ترش ہوتا ہے، کوئی کسیلا کوئی میٹھا ہوتا ہے اور کوئی کھٹا۔ (ترمذی)

(7) ایک ہی پانی اور ایک ہی مٹی کے باوجود ذائقوں کا اختلاف خالق کا پتہ دیتا ہے کہ وہ عظیم قوت رکھنے والا، بہترین منصوبہ بندی کرنے والا ہے۔

(8) ﴿وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ﴾ ''اور ہم ان میں سے بعض کو مزے میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں'' یعنی رنگ، ذائقہ، فوائد اور لذت میں بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ پس یہ اچھی اور زرخیز زمین ہے جس میں بکثرت سرسبز گھاس، بیل بوٹے، درخت اور کھیتیاں اگتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ملی ہوئی زمین کی ایک قسم وہ ہے جس میں گھاس اگتی ہے، نہ وہ پانی کو روک کر اس کا ذخیرہ کر سکتی ہے۔ زمین کی ایک قسم وہ ہے جو پانی کو روک کر ذخیرہ کرتی ہے مگر اس میں ہریالی نہیں اگتی، ایک زمین وہ ہے جس میں درخت اور کھیتیاں اگتی ہیں مگر گھاس نہیں ہوتی۔ کوئی پھل شیریں ہے، کوئی تلخ اور کسی کا ذائقہ ان کے بین بین ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1307)

(9) حسن بصری رحمہ اللہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے لیے مثال بیان کی ہے کہ ان کی اصل ایک ہے اور وہ خیر اور شر، ایمان اور کفر میں مختلف ہیں جیسا کہ پھلوں میں اختلاف ہے جو ایک ہی پانی سے سینچے جاتے ہیں۔

(10) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾ ''بلاشبہ اس میں'' یعنی زمین کے مختلف خطوں میں، پھلوں کے ذائقوں، رنگوں اور خوشبوؤں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختلاف میں۔

(11)﴿لَاٰيٰتٍ﴾ ''یقینا نشانیاں ہیں'' یعنی اس کی توحید اور اس کی ملاقات کے دلائل جو اس پر ایمان کو واجب کرتے ہیں۔

(12)﴿لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں'' نشانیاں ان ہی کے لیے ہیں جو غور وفکر کریں، سوچیں، سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا خالق ہے جس نے ان کو جداگانہ بنایا اور ہر ایک کو اپنی منشا کے مطابق پیدا کیا۔ (مختصر ابن کثیر:1/910)

(13) کیا یہ تنوع ان کا ذاتی اور طبعی ہے یا غالب اور رحم کرنے والی ہستی کی مقرر کردہ تقدیر ہے؟ ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقینا نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں'' یعنی اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایسی عقل سے بہرہ ور ہیں جو ان کی ان امور کی طرف راہ نمائی کرتی ہے جو ان کے لئے مفید ہیں۔ یہ عقل ان امور کی طرف لے چلتی ہے جن کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے اوامر ونواہی کو سمجھتے ہیں۔ رہے روگرداں اور بلید الذہن لوگ، وہ اپنے نظریات کے اندھیروں میں حیران اور سرگرداں اور اپنی گمراہی میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ اپنے رب کی طرف انہیں کوئی راہ سجھائی دیتی ہے نہ اس کی بات کو یاد رکھتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1307)

(14)﴿اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ(۶۰)﴾ ''(کیا وہ شریک بہتر ہیں) یا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اُتارا؟ پھر ہم نے اس سے پُر رونق باغ اُگائے، تمہارے بس میں نہ تھا کہ تم اُس کے درختوں کو اُگاتے، کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بلکہ وہ لوگ راستے سے ہٹ رہے ہیں۔'' (النمل:60)

﴿وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۗ

''اور اگر تم تعجب کرو تو تعجب کے قابل ان کی یہ بات ہے کہ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعتا ہم یقینا نئی تخلیق میں ہوں گے؟

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا کفر کیا اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے

وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

اور یہی آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (5)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: زندگی بعد الموت کا انکار قابل تعجب نظریہ ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... جَدِیْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ تَعْجَبْ﴾ ''اور اگر تم تعجب کرو'' اے نبی! اگر آپ ﷺ کو ان کے آپ کی رسالت پر ایمان نہ لانے اور رب کی توحید کو نہ ماننے پر تعجب ہے۔ (ایسر التفاسیر: 703)

(2) ﴿فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ﴾ ''تو تعجب کے قابل ان کی یہ بات ہے'' یقیناً مشرکوں کی باتیں تو قابل تعجب ہی ہیں۔

(3) ﴿ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ ''کہ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا واقعتا ہم نئی تخلیق میں ہوں گے؟'' یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت، اس کی توحید کی نشانیوں کو دیکھ کر کافر اعتراف بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ایجاد کرنے والا ہے مگر پھر بھی زندگی بعد موت کو نہیں مانتے اور اللہ تعالیٰ کی خبر پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ جسے یہ جھٹلا رہے ہیں اس سے زیادہ حیرت انگیز مشاہدہ یہ کر چکے ہیں۔ ایک موٹی عقل والا بھی جانتا ہے کہ زمین و آسمان کی پیدائش کے مقابلے میں انسان کی پیدائش کچھ بھی نہیں۔ پھر ابتدائی پیدائش کے مقابلے میں دوسری پیدائش کچھ نہیں۔

(4) دوسری زندگی کا انکار کرنے والوں کا قول قابل تعجب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ: (i) پہلی زندگی کا انکار کرنا انسان کے لیے ممکن نہیں کیونکہ انسان اُسے برت رہا ہے۔ (ii) جب پہلی زندگی کا وجود میں آنا ممکن ہے تو دوسری زندگی کا وجود میں آنا کیسے ناممکن ہو سکتا ہے؟ (iii) جو پہلی بار وجود میں لا سکتا ہے وہ نئی شکل میں بھی پیدا کر سکتا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾﴾ ''اور انسان کہتا ہے کہ کیا جب میں مر جاؤں گا تو واقعی جلد ہی میں زندہ کر کے نکالا جاؤں گا؟ اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا؟'' (مریم: 66-67)

(6) ﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٤٩﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿٥٠﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿٥١﴾﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا یقیناً ہم نئی پیدائش پر ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ آپ کہہ دیں تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بھی بڑی ہو۔ تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو۔'' (بنی اسرائیل: 49-51)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ ''اور کیا بھلا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو ان کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الاحقاف:33)

(8) زندگی بعد الموت کا انکار کرنے والوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ربّ کا کفر کیا'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو جھٹلایا، رب کا انکار کیا، رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے، ان کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے لیے آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور ان کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں، یہی لوگ غافل ہیں۔'' (الاعراف:179)

(9) جو لوگ دوسری زندگی کے وجود میں آنے کا انکار کرتے ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت اس کا تخلیق اور اس کی تدبیر کا انکار کرتے ہیں۔

(10)﴿وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ﴾ ''اور یہی لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے'' یہ طوق ہیں جو ان کو ہدایت سے روکتے ہیں۔ ان کی گردنوں میں کل آگ کے طوق ہوں گے جن سے انہیں گھسیٹ کر جہنم میں دھکا دے دیا جائے گا۔ (11) گردن میں طوق ہونا غلامی کی علامت ہے۔ جو لوگ دنیا میں اپنے خیالات کے قیدی ہوتے ہیں آخرت میں بھی یہی سزا پائیں گے۔

(12) جو لوگ اپنی عقل سے کام نہیں لیتے دراصل دنیا میں اپنی عقل کو قید رکھتے ہیں تو عقل کو باندھنے کی وجہ سے آخرت میں گلوں میں بڑے بڑے طوق باندھے جائیں گے۔

(13) رب العزت نے فرمایا:﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ (۷۱) فِی الْحَمِیْمِ ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ (۷۲)﴾ ''جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہوں گے، وہ گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔'' (غافر:71-72)

(14) کیونکہ انہیں ایمان کی طرف بلایا گیا مگر وہ ایمان نہ لائے، ان کے سامنے ہدایت پیش کی گئی مگر انہوں نے اسے قبول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ کیا، لہٰذا سزا کے طور پر ان کے دل پلٹ دیئے گئے کیونکہ یہ لوگ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے۔ (تفسیر سعدی: 2/1308)

(15) ﴿وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ﴾ ''اور یہی آگ والے ہیں'' یہ لوگ ازلی جہنمی ہیں۔

(16) ﴿هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' وہ نہ وہاں سے منتقل ہو سکیں گے، نہ وہاں سے کبھی نکل سکیں گے۔ (17) جو لوگ دنیا میں غور و فکر نہیں کرتے جانوروں کی طرح زندگی گزارتے ہیں آخرت میں ان کے لیے بے حسی، بے فکری اور بے شعوری کی وجہ سے آگ کا عذاب ہوگا۔

﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ

''اور وہ بھلائی سے پہلے برائی کو جلدی مانگتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے بے شک بہت سی عبرتناک سزائیں گزر چکیں

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

یقیناً آپ کا رب لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بڑی بخشش والا ہے، اور یقیناً آپ کا رب بلاشبہ بہت سخت سزا والا بھی ہے'' (6)

سوال 1: کافر عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ ... الْمَثُلٰتُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ﴾ ''اور وہ بھلائی سے پہلے برائی کو جلدی مانگتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو آگاہ فرمایا ہے کہ کافر رحمت سے پہلے عذاب مانگتے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ﴾ ''سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا ہے۔'' (المعارج: 1)

(3) ﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴾ اور انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے۔'' (ص: 16)

(4) مشرکوں نے گناہوں پر فوری طور پر گرفت نہ ہونے کی وجہ سے سمجھا کہ وہ حق پر ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ عذاب لے آئیں جیسا کہ ابوجہل نے بدر کی جنگ میں جانے سے پہلے کعبے کے پردے پکڑ کر دعا کی۔ ﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جب انہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

برسایا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔'' (الانفال:32)

(5)﴿وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ﴾ ''حالانکہ ان سے پہلے بے شک بہت سی عبرتناک سزائیں گزر چکی ہیں'' المثلات مثلۃ کی جمع ہے یعنی جوڑا اور مشابہ اور دوسری آیت میں ہے ﴿اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا﴾ مگر مشابہ ان لوگوں کے دنوں کے جو پہلے گزر گئے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(6) یعنی پچھلی قوموں کے حالات اور عذاب کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ جیسے قوم ثمود نے مطالبہ کیا:﴿يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اے صالح! اگر تم واقعی رسولوں میں سے ہو تو ہم پر لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔'' (الاعراف:77)

(7)﴿قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اے نوح! یقیناً تم نے ہم سے جھگڑا کیا ہے پھر تم نے ہم سے بہت زیادہ جھگڑا کیا ہے چنانچہ وہ لے ہی آؤ جس کا تم ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچوں میں سے ہو۔'' (ہود:32)

(8) کیا وہ اپنے حالات پر غور وفکر کر کے اپنی اس روش سے باز نہیں آسکتے؟

(9) پچھلی قوموں کو عبرت ناک سزائیں ملنے کے باوجود کافر اس وجہ سے عذاب جلدی مانگتے ہیں کہ: (i) کافر کائنات میں غور وفکر نہیں کرتے۔ (ii) کافر پہلے لوگوں کے انجام پر غور وفکر نہیں کرتے۔ (iii) کافروں کو یہ یقین نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو انکار کرنے پر اللہ تعالیٰ ہمیں سزا دے گا۔

سوال 2: پہلے لوگوں کی عبرت ناک مثالوں میں کیا سبق ہے؟

جواب: پہلے لوگوں یعنی قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط وغیرہ پر عذاب اس وجہ سے آیا تھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کو نہیں پہچانا۔ اس میں ان لوگوں کے لیے سبق ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں کہ انکار پر عذاب آجاتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی صفت حلم مانع عذاب ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنَّ... الْعِقَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ﴾ ''اور یقیناً آپ کا رب لوگوں کے لیے ان کے ظلم کے باوجود بڑی بخشش والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا حلم ہے، اس کا عفو ودرگزر ہے جس کی وجہ سے بندوں پر فوراً عذاب نازل نہیں ہوتا۔ بندے شرک کریں، نافرمانی کریں، جرائم کریں تب بھی وہ انہیں اپنے فضل سے محروم نہیں کرتا۔ اگر وہ توبہ کرلیں تو وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کا ولی ہے جو انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو وہ ان کا طبیب ہے، انہیں مصائب میں مبتلا کر کے گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الزمر:53)

(3) ﴿وَاِنِّىْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾ ''اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں۔'' (طٰہٰ:82)

(4) اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال پر مؤاخذہ کریں تو زمین پر کوئی انسان زندہ نہ بچے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ انہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب اُن کا مقررہ وقت آ جائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (فاطر:45)

(5) اللہ تعالیٰ لوگوں کی نافرمانیوں اور ظلم کے باوجود انہیں مہلت دیتا ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ سے لوگ عذاب کا مطالبہ کر رہے تھے ہدایت قبول کرنے سے انکار کر رہے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت مغفرت کے ذریعے احساس دلایا ہے کہ یہ اس کی رحمت ہے کہ وہ درگزر کر رہا ہے ورنہ وہ عذاب دینے والا بھی ہے۔ فرمایا:

(7) ﴿وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور یقیناً آپ کا رب بلاشبہ بہت سخت سزا والا بھی ہے'' جو لوگ اپنے گناہوں پر اصرار کرتے ہیں اور توبہ کرنے سے انکار کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ اس کی گرفت سخت دردناک ہے۔ (8) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۡ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الانعام:165)

سوال 4: مغفرت اور عذاب کا تذکرہ اکٹھے کیا گیا، اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) امید اور خوف دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھنے کے لیے کیونکہ انسان امید کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے پر تل جاتا ہے اور خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے۔ جب کہ ایمان خوف اور امید کے بین بین ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۴۹ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝۵۰﴾ ''آپ میرے بندوں کو بتا دیں بلاشبہ میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔ اور یقیناً میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے۔'' (الحجر:50,49)

(2) ﴿غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ﴾ ''گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، بہت سخت سزا دینے والا، بڑے فضل والا ہے۔'' (المؤمن:3)

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ

''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی جانب سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ بلاشبہ آپ تو

ع 1 7

مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾

محض خبردار کر دینے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک راہ نما ہے'' (7)

سوال: کافروں نے نبی ﷺ پر جو اعتراض کیا، اس کی وضاحت ﴿وَيَقُوْلُ...هَادٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ وہ لوگ جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید، بعث اور نبوت کا انکار کیا وہ اعتراض کرتے ہیں کہ پہلے نبیوں کی طرح یہ نبی ہمارے پاس کوئی معجزہ کیوں نہیں لائے؟

(2) ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''اس پر اس کے رب کی جانب سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا؟'' یعنی کافر اپنی خواہشات کے مطابق معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جیسے عصائے موسیٰ علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی وغیرہ۔

(3) مشرک مطالبات کرتے تھے کہ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیں یا نہریں جاری کر دیں۔

(4) ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ﴾ ''بلاشبہ آپ تو محض خبردار کر دینے والے ہیں'' یعنی آپ ﷺ تو صرف لوگوں کو بے دار کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دیں۔ ان کو ہدایت دینا آپ ﷺ کی ذمہ داری نہیں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''ان کو ہدایت دینا تمہاری ذمہ داری نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' (البقرۃ:272)

(5) ﴿مُنْذِرٌ﴾ سے مراد معلم ہے۔ (قرطبی:5/201)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ ''پھر یقینا تمہارے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے۔'' (الرعد:40)

(7) کافر یہ بات اپنی معذرت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ محض خبردار کرنے والے ہیں، ان کا معجزات پر کوئی اختیار نہیں، اللہ تعالیٰ ہی معجزات نازل فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی آیات نازل کی ہیں جس میں اس کی توحید اور نبی ﷺ کی رسالت کے دلائل ہیں۔ جو کوئی حق کا طلب گار ہو وہ ان سے ہدایت پا سکتا ہے اور جہاں تک حق کا انکار کرنے والوں کا تعلق ہے وہ بے سوچے سمجھے معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ﴾ ''اور ہمیں نہیں روکا اس بات سے کہ ہم نشانیاں بھیجیں مگر ان سے پہلے لوگوں نے ان کو جھٹلایا ہے۔'' (بنی اسرائیل:59) (8) ان کے ایمان نہ لانے کی اصل وجہ خواہشات کی پیروی ہے۔

(9)﴿وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ ''اور ہر قوم کے لیے ایک راہ نما ہے'' یعنی ہر قوم میں ایک داعی ہوتا ہے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف، اس کے دین کی طرف دعوت دیتا ہے۔ نبی کے پاس دلائل ہوتے ہیں جو اس کی دعوت کی صحت پر دلالت کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ﴾ ''اور ہر امت کے لیے ایک رسول ہے۔'' (یونس:47)

(10)﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ ''اور کوئی امت نہیں مگر جس میں ایک خبردار کرنے والا نہ گزرا ہو۔'' (فاطر:24)

(11) اگر دنیا کے کسی خطے میں کسی نبی کے تشریف لانے کا تحقیقی ثبوت نہ ملے تو اس سے آیت کے مفہوم پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نبی نہ آئے تو ان کے نائب ہادی ضرور آئے گو ہمیں ان سب کی تفصیل معلوم نہ ہو۔ نیز یہ بھی سمجھ لینا چاہیے جس کسی کی نبوت کا ثبوت نہ ہو اسے خواہ مخواہ اس لیے نبیوں کی فہرست میں شمار کر لینا گمراہی ہے۔ بعض لوگ ہندوؤں، بدھسٹوں اور زرتشتوں کے بڑوں کو نبی ماننے کو تیار ہیں۔ یہ ضلالت اور جہالت کی بات ہے۔ یہ لوگ آیت کریمہ ﴿وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ سے استدلال کرتے ہیں۔ اول تو آیت میں لفظ ھاد ہے لفظ نبی نہیں ہے۔ دوسرے لفظ نبی بھی ہوتا تب بھی کسی کو بلا دلیل شرعی محض اٹکل سے نبی ماننا غلط ہے۔ (انوار البیان:3/146)

﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ

''اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ اٹھاتی ہے اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں اور ہر چیز

عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ﴾

اس کے یہاں ایک اندازے سے ہے'' (8)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے، اس کی وضاحت ﴿اَللّٰهُ ... بِمِقْدَارٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' اللہ رب العزت نے اپنے علم کے بارے میں خبر دی ہے کہ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے، وہ ہر چیز سے باخبر ہے، کوئی بھی چیز اس سے مخفی نہیں۔ تمام حیوانات کی ماداؤں کے پیٹ میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ﴾ ''اور وہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے۔'' (لقمان:34)

(2) ﴿مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى﴾ ''جو کچھ ہر مادہ اٹھاتی ہے'' یعنی انسانوں اور جانوروں میں سے ہر مادہ جو بچہ اٹھاتی ہے وہ نر ہے یا مادہ، پورا ہے یا ناقص، خوب صورت ہے یا بدصورت، لمبا ہے یا چھوٹا، خوش نصیب ہے یا بدنصیب، دوست ہے یا دشمن، سخی ہے یا بخیل، عالم ہے یا جاہل، عقل مند ہے یا بے وقوف، حسن اخلاق والا ہے یا بداخلاق، وہ ہر ایک کے بارے میں خوب جاننے والا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ﴾ ''وہی تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تاریکیوں میں ایک شکل کے بعد دوسری شکل میں پیدا کرتا ہے۔'' (الزمر:6)

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ عورتوں کے رحموں میں کیا کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب برسے گی، کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی موت کہاں ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔'' (بخاری:4697)

(4) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صادق ومصدوق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جما رہتا ہے۔ پھر اسی میں جما ہوا خون اتنی مدت رہتا ہے۔ پھر فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کا رزق، عمر، عمل اور شقی یا سعید ہونا۔'' (بخاری:6594)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے رحم مادر پر ایک فرشتہ مقرر کر دیا ہے اور وہ کہتا رہتا ہے کہ اے رب! یہ نطفہ قرار پایا ہے۔ اے رب! اب علقہ یعنی جما ہوا خون بن گیا ہے۔ اے رب! اب مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) بن گیا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی پیدائش پوری کرے تو وہ پوچھتا ہے: اے رب! لڑکا ہے یا لڑکی؟ نیک ہے یا برا؟ اس کی روزی کیا ہوگی؟ اس کی موت کب ہوگی؟ اسی طرح یہ سب باتیں ماں کے پیٹ ہی میں لکھ دی جاتی ہیں۔ دنیا میں اسی کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔'' (بخاری:6595)

(6) ﴿وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ﴾ ''اور جو کچھ رحم کم کرتے ہیں'' جو رحم کے اندر حمل میں کمی ہوتی ہے، یا جو سکڑ جاتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا ہلاک ہو جاتے ہیں۔

(7)﴿وَمَا تَزْدَادُ﴾ ''اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں'' جو کچھ رحم میں بڑھ جاتا ہے یعنی بچے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ﴾ ''قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور نہ کسی قسم کا پھل اپنے شگوفوں سے نکلتا ہے اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ ہی وہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے ہوتا ہے۔'' (حم السجدہ:47)

(8)﴿وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ﴾ ''اور ہر چیز اس کے یہاں ایک اندازے سے ہے'' کوئی چیز اس مقدار سے نہ بڑھ سکتی ہے نہ کم ہو سکتی ہے جس کا تقاضا اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کا علم کرتا ہے۔

(9)﴿بِمِقْدَارٍ﴾ یعنی اندازے سے، جوڑ سے۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

(10) اللہ تعالیٰ نے ان کا رزق اور ان کی اجل محفوظ کر رکھی ہے۔ (جامع البیان)

(11) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ﴾ ''اور کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ کوئی بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور کسی عمر پانے والے کو عمر نہیں دی جاتی اور نہ کسی کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر وہ ایک کتاب میں ہے۔'' (فاطر:11)

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ﴾

''وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، بہت بڑا ہے، نہایت بلند ہے'' (9)

سوال 1:﴿عٰلِمُ ... الْمُتَعَالِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ﴾ ''وہ پوشیدہ کو جاننے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو مخلوق سے غائب ہوتی ہے۔(2) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چھپی ہوئی چیز مخفی نہیں ہے جیسا کہ سیدنا لقمان نے یہ کہا تھا ''اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو پھر وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں اللہ تعالیٰ اسے ضرور لائے گا۔'' (لقمان:16)

(3)(i) اللہ تعالیٰ سے کسی کے دل کا حال چھپا ہوا نہیں۔(ii) وہ دل کے حال اور اعمال دونوں کو جانتا ہے۔(iii) وہ تنہائیوں اور مجلسوں کے معاملات کو جانتا ہے۔(iv) وہ ان سارے جہانوں کو بھی جانتا ہے جو انسان کے علم میں نہیں ہیں۔

(4)﴿وَالشَّهَادَةِ﴾ ''اور ظاہر کو'' اس آیت میں زمانہ حال سے متعلق دو مثالیں پیش کی گئی ہیں اور ان مثالوں میں غیب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور شہادت دونوں آجاتے ہیں۔مثلاً ایک آدمی اپنے دل میں کوئی بات کرتا ہے یا سوچتا ہے یہ ہم لوگوں کے لیے غیب ہے اور دوسرا بلند آواز سے پکار کر بات کرتا ہے یہ ہم لوگوں کے لیے شہادت ہے۔مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔وہ غیب کو ویسے ہی جانتا ہے جیسے شہادت کو۔(تیسیر القرآن:2/427)

(5)﴿الْكَبِيْرُ﴾''بہت بڑا ہے''وہ اپنی ذات اور اپنے اسماء وصفات میں سب سے بڑا ہے۔

(6)اللہ تعالیٰ عظیم الشان ہے،ہر چیز سے بڑا ہے۔اس کے مقابلے میں ہر چیز صغیر ہے۔اس کے مقابلے میں ہر چیز نقص والی ہے اس وجہ سے صغیر ہے۔جب کہ وہ نقص سے پاک ہے اس لیے کبیر ہے۔

(7)﴿الْمُتَعَالِ﴾''نہایت بلند ہے''یعنی وہ اپنی ذات،قدرت اور غلبہ کے اعتبار سے تمام مخلوق پر بلند ہے۔(تفسیر سعدی:2/1311)

سوال2:﴿الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ﴾کا انسانی ذہن پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب:﴿الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ﴾''بہت بڑا ہے،نہایت بلند ہے''یہ شعور انسان کو ساری مخلوقات کی اصل تک لے جاتا ہے۔ہر مخلوق میں نقص ہے۔ہر مخلوق حقیر ہے۔ایک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس میں کوئی نقص نہیں،وہی سب سے اعلیٰ، برتر اور بڑا ہے۔ہر چیز اس تصور کے بعد اپنی اصل حقیقت کھو بیٹھتی ہے اور ایک اللہ تعالیٰ کی ذات اصل حقیقت کی صورت میں سامنے رہ جاتی ہے۔﴿الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ﴾سے انسان اسی نتیجے تک پہنچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حق ہے۔

﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ

''اس کے لیے برابر ہے کہ جو چھپا کر بات کرے اور جو اس کو بلند آواز سے کرے اور وہ جو رات کو چھپنے والا ہے

وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾

اور دن میں چلنے والا ہے''(10)

سوال:اللہ تعالیٰ کا علم ہر چھپی ہوئی اور ظاہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے،اس کی وضاحت﴿سَوَآءٌ...بِالنَّهَارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ﴾''اس کے لیے برابر ہے کہ جو چھپا کر بات کرے اور جو اس کو بلند آواز سے کرے''اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کا علم تمام مخلوق کا احاطہ کیے ہوئے ہے،وہ مخلوق کی ہر بات کو سنتا ہے،خواہ وہ مخفی ہو یا ظاہر،اس سے کوئی بات بھی مخفی نہیں ہے۔(المصباح المنیر:3/411)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ﴾ ''اس کے لیے برابر ہے'' یعنی اس کے علم اور سمع و بصر میں۔(تفسیر سعدی:2/1311)

(3)﴿مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ﴾ ''جو چھپا کر بات کرے اور جو اس کو بلند آواز سے کرے'' اللہ تعالیٰ کے لیے برابر ہے کوئی اونچی آواز میں بات کرے یا چھپا کر کرے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَى﴾ ''اگر چہ آپ بلند آواز سے بات کریں یقیناوہ تو پوشیدہ اور پوشیدہ تر کو بھی جانتا ہے۔''(طٰہٰ:7)

(4)اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر چیز شامل ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو، وہ جانتا ہے۔''(النمل:25)

(5)﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ یقینا جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ تین میں کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ میں مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی وہ ہوتے ہیں، پھر قیامت کے دن وہ ان کو بتادے گا جو انہوں نے عمل کیے۔ اللہ تعالیٰ یقینا ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''(المجادلہ:7)

(6)﴿وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ﴾ ''اور وہ جو رات کو چھپنے والا ہے'' یعنی جو رات کے وقت کسی خفیہ مقام پر ٹھہرا ہوا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1311)

(7)﴿وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ ''اور دن میں چلنے والا ہے'' یعنی دن کے وقت اپنی پناہ گاہ کے اندر ہے۔ اور (السرب) اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں انسان چھپتا ہے، خواہ یہ جگہ گھر کے اندر ہو، کوئی غار ہو یا کوئی کھوہ وغیرہ ہو۔(تفسیر سعدی:2/1311)

(8)یعنی رات کی تاریکی میں کوئی اپنے گھر کے گوشوں میں چھپ جائے یا دن کے اجالے اور روشنی میں چلے پھرے۔ اس کے نزدیک دونوں برابر ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''سن لو! وہ اپنے سینوں کو بلاشبہ موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپ جائیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح اوڑھتے ہیں، وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔''(ہود:5)(المصباح المنیر:3/112)

(9)زمین و آسمان کی ہر چیز رب العزت کے علم میں ہے، فرمایا:﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ آپ اس کی طرف سے قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں مگر ہم تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (یونس:61)

﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

''اس شخص کے لیے اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے کئی پہرہ دار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ

حفاظت کرتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے یہاں تک کہ وہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہے، اور جب

بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ﴾

اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے لیے کوئی مددگار ہے'' (11)

سوال 1: انسان کی حفاظت پر فرشتے مامور ہیں، اس کی وضاحت ﴿لَهٗ ... اَمْرِ اللّٰهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ﴾ ''اس شخص کے لیے اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے کئی پہرہ دار ہیں'' یعنی انسان کے لیے پہرے دار فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

(2) معقبات نگہبان فرشتے جو ایک دوسرے کے بعد باری باری آتے رہتے ہیں۔ اسی سے عقیب کا لفظ نکلا ہے۔ عرب لوگ کہتے ہیں عقبت فی اثرہ یعنی میں اس کے نشان قدم پر پیچھے پیچھے گیا۔ لفظ معقبات سے مراد یہ ہے کہ رات کے فرشتے الگ اور دن کے الگ ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(3) یعنی جو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے فرشتے ہیں۔ دن کے فرشتے جاتے ہیں تو رات کے آجاتے ہیں، رات والوں کے بعد دن والے آجاتے ہیں۔

(4) ﴿يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں'' یعنی یہ فرشتے اس کے جسم و روح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ہر اس چیز سے حفاظت کرتے ہیں جو اس کو نقصان پہنچانا چاہتی ہے، وہ اس کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں اور وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ پس جیسے اللہ تعالیٰ کے علم نے انسان کا احاطہ کر رکھا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حفاظت کے لئے یہ فرشتے بھیج رکھے ہیں جب کہ انسان کے اعمال اور احوال اللہ تعالیٰ سے اوجھل ہیں نہ وہ ان میں سے کچھ بھولتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1311)

(5) ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (۱۶) اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ (۱۷) مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (۱۸) ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم اُن کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم رگِ جان سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں۔ جب کہ دو ضبط کرنے والے اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کرتے رہتے ہیں۔ کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اس کے پاس ہوتا ہے۔'' (ق: 16-18)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کئی فرشتے تمہارے پاس رات کو آتے جاتے ہیں اور کئی دن کو۔ فجر اور عصر کی نماز کے وقت وہ اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے اوپر چڑھ جاتے ہیں، جو رات تمہارے ہاں ٹھہرتے ہیں اور ان سے ان کا پروردگار پوچھتا ہے حالانکہ وہ تم کو خوب جانتا ہے، تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں جب ہم ان کے پاس سے روانہ ہوئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور جب ان کے پاس پہنچے تو بھی نماز پڑھ رہے تھے۔'' ابن خزیمہ نے ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے کہ ''انہیں قیامت کے دن بخش دینا۔'' (بخاری: 7486)

(7) امام احمد رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا ایک جنوں میں سے ساتھی اور ایک فرشتوں میں سے ساتھی مقرر کیا گیا ہے۔'' صحابہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: ''ہاں! میرے ساتھ بھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی ہے اور وہ مطیع ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہ مجھے خیر و بھلائی ہی کا حکم دیتا ہے۔'' (مسند احمد: 1/401، مسلم: 2814)

سوال 2: قوموں کے حالات کی تبدیلی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سنت کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿ اِنَّ اللّٰهَ ... وَّالٍ ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جو کسی قوم میں ہے'' بے شک اللہ تعالیٰ عافیت اور نعمت کو آزمائشوں اور عذاب سے نہیں بدلتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ ''یہاں تک کہ وہ بدل دیں جوان کے دلوں میں ہے'' یعنی طہارت، ایمان میں اخلاص اور اطاعت کو گناہوں اور برائیوں سے۔ (ایسر التفاسیر:704)

(3)﴿حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ ''یہاں تک کہ وہ بدل دیں جوان کے دلوں میں ہے'' یعنی جب تک وہ ایمان سے کفر، اطاعت سے نافرمانی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر سے ناشکری کی طرف منتقل نہیں ہوتے، (جب وہ ایسا کرتے ہیں) تب اس صورت میں اللہ تعالیٰ ان سے اپنی نعمتیں سلب کر لیتا ہے اور اسی طرح جب بندے اپنی حالت کو بدل لیتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو چھوڑ کر اطاعت کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں تو پھر ان کی بدبختی کی حالت کو بھلائی، مسرت، خوشی اور رحمت کی حالت میں بدل دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1311)

(4) اللہ تعالیٰ کسی قوم سے اپنی نعمتوں کو اس وقت تک زائل نہیں کرتا جب تک وہ اپنی حالت بدل نہیں لیتی، یعنی خیر واصلاح کی راہ سے منحرف ہو جاتی ہے اور معاصی اور گناہوں کا ارتکاب کرنے لگتی ہے۔ (تیسیر الرحمن:1/709)

(5)(i) اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ وہ اس وقت تک قوموں کے حالات نہیں بدلتے جب تک وہ اپنے حالات کو بدلنے کے لیے خود کوشش نہ کریں۔ (ii) جب تک لوگ اپنی سوچ، اپنے شعور، اپنے اعمال اور اپنی سرگرمیوں میں تبدیلی نہیں لاتے اُس وقت تک اللہ تعالیٰ حالات نہیں بدلتے۔ (iii) جب لوگ بُری تبدیلی لاتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق انہیں بُرے دن دکھاتے ہیں۔

(6)﴿وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے برائی کا ارادہ کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ جب کسی فرد یا قوم کے لیے آزمائش یا عذاب کا ارادہ کرتا ہے۔

(7)﴿فَلَا مَرَدَّ لَهٗ﴾ ''تو کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں ہوتا'' تو کوئی اس کے ارادے کو ٹال نہیں سکتا۔

(8)﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ﴾ ''اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا ان کے لیے کوئی مددگار ہے'' یعنی کوئی ایسا نہیں جو ان سے عذاب کو دور کر سکے جب تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد نہ کرے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرتا ہے تو وہ اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس سے استغفار کرتے ہیں اور اس سے توبہ کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ ان سے برائی کو دور کر دیتے ہیں اور عذاب کو ہٹا دیتے ہیں۔

(9) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور نہیں جو انسان کی سرپرستی کر سکتا ہو۔ وہی ہے جو وہ چیزیں عطا کرتا ہے جن میں انسان رغبت رکھتے ہیں اور جو انہیں محبوب ہوتی ہیں۔ اس لیے لوگوں پر لازم ہے کہ ان کاموں سے اپنے آپ کو بچائیں جو اللہ تعالیٰ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عذاب کا باعث بنتے ہیں اور وہ کام انجام دیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں جن کی وجہ سے اس کی جانب سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں مثلاً استغفار، توبہ، شکر وغیرہ۔

سوال 3: دنیا میں قوموں کا عروج وزوال کیسے ہوتا ہے؟

جواب: دنیا میں قوموں کا عروج وزوال اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور نگرانی کے تحت ہوتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کسی قوم کو جو نعمت عطا کرتے ہیں اسے کب تک برقرار رکھتے ہیں؟

جواب: دنیا میں اللہ تعالیٰ اُس وقت کسی قوم کے لیے نعمت کو برقرار رکھتے ہیں جب تک وہ اپنے اندر اس کی استعداد باقی رکھے۔

سوال 5: کسی قوم سے نعمت کب لے لی جاتی ہے؟

جواب: کسی قوم سے نعمت اس وقت لے لی جاتی ہے جب وہ نعمت کے لیے استعداد کھو دیتی ہے۔

سوال 6: اس دنیا میں کھونا اور پانا کیسے ممکن ہوتا ہے؟

جواب: (1) اس دنیا میں کھونا اور پانا اللہ تعالیٰ کے قانون کے تحت ہوتا ہے۔

(2) اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دینے والا نہیں۔ (3) اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چھیننے والا نہیں۔

﴿هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ﴾

''وہی ہے جو تمہیں خوف اور امید کے لئے بجلی دکھاتا ہے اور وہ بوجھل بادل پیدا کرتا ہے'' (12)

سوال: بجلی اور بادل اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں، اس کی وضاحت ﴿هُوَ ... الثِّقَالَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اپنی قدرت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ﴾ ''وہی ہے جو تمہیں خوف اور امید کے لئے بجلی دکھاتا ہے'' یعنی بجلی تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے، اس کے اشاروں پر چلتی ہے۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: یہ بجلی کیا ہے؟ فرمایا: پانی ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1/914)

(3) ﴿خَوْفًا وَّ طَمَعًا﴾ ''خوف اور امید کے لئے'' بجلی خوف ناک تباہی مچاتی ہے، چیزوں کو جلا ڈالتی ہے اس وجہ سے لوگ ڈرتے ہیں، عام طور پر مسافر ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بجلی کے ذریعے خوش گوار موسم کا پیغام دیتے ہیں۔ گرج چمک کے بعد موسلا دھار بارش ہوتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں۔ اس سے گھروں میں رہنے والے اور کسان فائدے کی امید رکھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)پس انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار رہے اور اس کے عذاب سے بھی ڈرتا رہے۔(اشرف الحواشی:1/301)

(5)اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے محفوظ نہ سمجھے۔

(6)﴿وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ﴾ ''اور وہ بوجھل بادل پیدا کرتا ہے'' وہ بادل جن میں پانی بھرا ہوا ہو اور وہ پانی کے بوجھ سے بھاری بھرکم ہوں۔(بخاری کتاب التفسیر)

(7)بادلوں سے جو بارش برستی ہے وہ انسانوں اور ساری مخلوقات کے لیے نفع بخش ہوتی ہے۔

(8)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنْشِئُ السَّحَابَ فَيَنْطِقُ أَحْسَنَ الْمَنْطِقِ وَيَضْحَكُ أَحْسَنَ الضَّحِكِ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ بادل پیدا کرتے ہیں، پھر وہ بادل حسین انداز میں بولتے ہیں اور خوب صورت انداز میں ہنستے ہیں۔''(صحیحہ:1665)

﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ

''اور بادل کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے اور وہ کڑکنے والی بجلیاں بھیجتا ہے

فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ﴾

پھر جس پر چاہتا ہے انہیں گرا دیتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں اور وہ بہت سخت قوت والا ہے''(13)

سوال1: کڑک اور فرشتے اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَيُسَبِّحُ ... خِيْفَتِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ﴾ ''اور بادل کی گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتی ہے'' یعنی وہ ذات ہے جس کے لیے کڑک بھی حمد بیان کرتی ہے۔

(2)(الرعد) سے مراد بجلی کی کڑک کی آواز ہے جو بادلوں سے سنائی دیتی ہے اور بندوں کو ڈرا دیتی ہے۔ یہ کڑک اپنے رب کے سامنے جھکی ہوئی، اس کی تسبیح کے ساتھ اس کی حمد کرتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1312)

(3)اسلامی عقیدہ کی رو سے یہ رعد اور برق وغیرہ طبیعی قوانین کا نتیجہ نہیں ہوتے بلکہ کائنات کے انتظام پر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے۔ وہی مدبرات امر ہیں۔ بادل اور بارش پر میکائیل فرشتہ مقرر ہے۔ وہی بادلوں کو ہانکتا اور چلاتا ہے اور اس طرف ہانکتا ہے جدھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہو۔ پھر بارش اسی مقام پر برستی ہے، جدھر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو۔ اسی فرشتہ کے کوڑا مارنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے رعد اور برق پیدا ہوتی ہے اور گرنے والی بجلی بھی صرف وہاں گرتی ہے جہاں اس فرشتے کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کا تباہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک یہودی نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اے ابوالقاسم ہمیں یہ بتایئے کہ رعد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''رعد فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر مقرر کیا ہوا ہے۔ اس کے پاس پھاڑنے والی چیزیں ہیں جو آگ کی بنی ہوئی ہیں۔ وہ ان کے ذریعے بادلوں کو ہانکتا ہے اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے وہاں لے جاتا ہے۔'' یہودیوں نے عرض کیا کہ یہ آواز کیا ہے جو سننے میں آئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بادل کو جھڑکنے کی آواز ہے۔ رعد انہیں جھڑکتا ہے یہاں تک کہ بادلوں کو وہاں لے جاتا ہے جہاں لے جانے کا حکم ہوتا ہے۔'' (ترمذی)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔'' (بنی اسرائیل:44)

(6) سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب بادل کی گرج سنتے تو باتیں کرنا چھوڑ دیتے اور یہ دعا پڑھتے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلَآئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ﴾ ''پاک ہے وہ ذات کہ گرج اس کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتی ہے اور فرشتے اس کے خوف سے (اس کی تسبیح پڑھتے ہیں) آپ رضی اللہ عنہ فرماتے: یہ گرج اور کڑک درحقیقت اہل زمین کے لیے ایک شدید وعید ہے۔'' (موطا امام مالک:26)

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب وہ بادل گرجنے کی آواز سنتے تو فرماتے: ﴿سبحَانَ الَّذِي سَبَّحَتْ لَهُ﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس کی تو نے پاکی بیان کی۔'' انہوں نے مزید فرمایا کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادلوں کو چلانے کے لیے زور سے چیختا ہے، جس طرح چرواہا اپنی بکریوں کو چرانے کے لیے زور سے پکارتا ہے۔ (صحیح الادب المفرد:722)

(8) ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ﴾ ''اور فرشتے اس کے خوف سے'' یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور وہ اپنے رب کے سامنے عاجزی سے خوف رکھتے ہوئے اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

سوال 2: ﴿وَيُرْسِلُ ... الْمِحَالِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ﴾ ''اور وہ کڑکنے والی بجلیاں بھیجتا ہے'' وہ جس پر چاہے جتنی چاہے بجلیاں گرا دیتا ہے۔

(2) اس سے مراد وہ آگ ہے، جو بادلوں سے نکلتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1313)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''پھر جس پر چاہتا ہے انہیں گرا دیتا ہے'' پھر وہ کڑکتی ہوئی بجلیاں جس پر چاہتا ہے، جس کے لیے ارادہ کرتا ہے اس پر گرا دیتا ہے۔

(4)﴿وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑ رہے ہوتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود میں اور اس کی صفات میں اور اس کی توحید میں اور اس کی اطاعت میں جھگڑتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:706)

(5)﴿وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ﴾ ''اور وہ بہت سخت قوت والا ہے'' محال کے معنی مؤاخذہ، تدبیر اور قوت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شدید المحال ہے یعنی زبردست تدبیر کرنے والا ہے، سخت مؤاخذہ کرنے والا ہے اور بڑی قوت والا ہے۔

(6)سیدنا مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: شدید المحال سے مراد شدید قوت والا ہے۔(جامع البیان:13/131)

(7)وہ بہت زیادہ قوت واختیار کا مالک ہے۔ وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، کوئی اس کے سامنے دم مار سکتا ہے نہ بھاگ کر بچ سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اکیلا ہی بندوں کے لئے بادل اور بارش لاتا ہے جس کے اندر ان کے رزق کا مادہ ہے، وہی ہے جو تمام امور کی تدبیر کرتا ہے، بڑی سے بڑی مخلوق اس کے خوف سے نہایت عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے سرافگندہ ہے، بندے اس کے خوف سے لرزاں ہیں اور وہ بہت بڑی قوت کا مالک ہے تب وہی عبادت کا مستحق ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔(تفسیر سعدی:2/1313)

سوال3: اللہ تعالیٰ کے ﴿شَدِيْدُ الْمِحَالِ﴾ ہونے کے یقین کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ کی قوت، تدبیر اور مؤاخذے کے سامنے انسان اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتا ہے۔

(2)انسان سرکشی چھوڑ دیتا ہے۔(3)انسان پر فرشتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کا خوف طاری ہونے لگتا ہے۔

﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ

''اسی کو پکارنا برحق ہے اور اس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں وہ ان کی دعا قبول نہیں کرتے مگر اس شخص کی طرح جو پانی کی طرف

اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ

اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلانے والا ہے تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ اس تک ہرگز پہنچنے والا نہیں،

وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾

اور کافروں کا پکارنا تو گمراہی میں ہے''(14)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنا برحق ہے، اس کی وضاحت ﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ﴾ ''اسی کو پکارنا برحق ہے'' یعنی صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے دعوت حق ہے۔ وہی حقیقی معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور پر الٰہ کا اطلاق باطل ہے۔ ان معبودوں کی طرف دعوت باطل ہے۔ دعوت حق بے شک صرف اللہ وحدہ کے لیے ہے۔ (ایسر التفاسیر: 706)

(2) اس سے مراد ہے کہ خوف اور امید میں صرف اللہ تعالیٰ کو پکارنا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا جس کے لیے بھی پکار رہے بے فائدہ، گمراہانہ اور باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت حق ہے۔

(3) دعوت حق سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور دعائے عبادت اور دعائے مسئلہ کو صرف اسی کے لئے خالص کرنا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو پکارا جائے، اس سے ڈرا جائے، اس پر امیدیں باندھی جائیں، اس سے محبت کی جائے، اس کی طرف رغبت رکھی جائے، اس سے خوف کھایا جائے اور اسی کی طرف رجوع کیا جائے کیونکہ اسی کی الوہیت حق ہے اور غیر اللہ کی الوہیت باطل ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1313)

(4) سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دعوت حق سے مراد توحید ہے۔ (ابن جریر)

سوال 2: مشرکوں کی مثال کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... فِيْ ضَلٰلٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ ''اور اس کے سوا جن کو وہ پکارتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ماسوا جن کو بھی لوگ پکارتے ہیں، اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

(2) ﴿لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ﴾ ''وہ ان کی دعا قبول نہیں کرتے'' یعنی یہ جھوٹے معبود جن کو یہ پکارتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں، ان کو جواب نہیں دے سکتے۔

(3) ﴿اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ﴾ ''مگر اس شخص کی طرح جو پانی کی طرف اپنی دونوں ہتھیلیاں پھیلانے والا ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ یہ مشرک کی مثال ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پوجا کرتا ہے جیسے پیاسا آدمی پانی کا تصور کر کے دور سے پانی کی طرف ہاتھ بڑھائے اور اس کو نہ لے سکے۔ ﴿اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ﴾ جو دونوں ہاتھ بڑھا کر پانی لینا چاہے۔ ﴿كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ﴾ یعنی اس شخص کی طرح جو دور سے ہاتھ پھیلا کر پانی کو زبان سے بلائے، ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرے، اس صورت میں پانی کبھی اس کی طرف نہیں آئے گا۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(4) ﴿لِيَبْلُغَ فَاهُ﴾ ''تاکہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے'' کیونکہ وہ پیاسا ہے اور شدت پیاس کی وجہ سے اپنا ہاتھ پانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی طرف بڑھاتا ہے مگر وہ پانی اس تک پہنچ نہیں پاتا۔اسی طرح کفار جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خود ساختہ معبودوں کو پکارتے ہیں، یہ معبودان کو کوئی جواب دے سکتے ہیں نہ ان کی حاجت کے شدید ترین اوقات میں ان کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں کیونکہ وہ خود اسی طرح محتاج ہیں جس طرح ان کو پکارنے والے محتاج ہیں۔وہ زمین و آسمان میں ذرہ بھر کسی چیز کے مالک نہیں، نہ وہ ان میں شریک ہیں اور نہ ان میں کوئی اللہ تعالیٰ کا مددگار ہے۔(تفسیر سعدی:2/1313،1314)

(5)وہ شخص جو زبان سے پانی پانی کہہ رہا ہے اور پانی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر رہا ہے مگر اٹھا کر پیتا نہیں اس طرح تو وہ پیاسا ہی رہے گا۔اسی طرح غیر اللہ سے دعائیں مانگنے سے ان کی مرادیں پوری نہیں ہوسکتیں جب وہ راستہ ہی چھوڑ دیا جس پر منزل مل جاتی تو بھلا منزل کہاں بلکہ منزل تو لحہ لحہ دور ہی ہوتی جا رہی ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/916)

(6)﴿وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ ''اور کافروں کا پکارنا تو گمراہی میں ہے'' اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو لوگ پکارتے ہیں ان کو پکارنا، ان کی عبادت کرنا باطل ہے۔اس لیے کافروں کی پکار سراسر گمراہی ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارنے والوں کی پکار بے فائدہ ہے کیونکہ:(i)اللہ تعالیٰ کے ماسوا جن کو پکارا جاتا ہے وہ بے شعور ہیں۔انہیں پتہ ہی نہیں کہ ہاتھ پھیلانے والے کی حالت کیا ہے۔(ii)نہ انہیں یہ پتہ ہے کہ مجھ سے کیا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔(iii)نہ ان میں یہ قوت ہے کہ مانگنے والوں کے مطالبات پورے کرسکیں۔(iv)یہ پکار بے فائدہ ہے کیونکہ اس سے کوئی نفع نہیں ہوگا۔

(8)چونکہ اللہ تعالیٰ ہی واضح حقیقی بادشاہ ہے، اس لئے اس کی عبادت حق ہے اور عبادت گزار کو دنیا و آخرت میں نفع پہنچاتی ہے۔(تفسیر سعدی:2/1314)

﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ

''اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق خوشی سے یا ناخوشی سے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے

بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ﴾

اور صبح و شام ان کے سائے بھی''(15)

سوال: کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلِلّٰهِ...وَالْاٰصَالِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

السجدۃ 2

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کا ذکر فرمایا ہے کہ کائنات کی ہر چیز اس کے سامنے سجدہ ریز ہے، ہر چیز پر اسی کا غلبہ ہے، ہر چیز اسی کی فرماں بردار ہے۔ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے، اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت میں جکڑی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق چل رہی ہے۔

(2)﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ﴾ ''اور آسمانوں کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے'' یعنی ملائکہ۔

(3)﴿وَالْاَرْضِ﴾ ''اور زمین کی تمام مخلوق'' یعنی مومن۔

(4)﴿طَوْعًا وَّ كَرْهًا﴾ ''خوشی سے یا ناخوشی سے'' مومن خوشی سے سجدہ کرتا ہے اور منافق جو کراہت سے سجدہ کرتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:707)

(5)﴿طَوْعًا﴾ اس شخص کے لئے جو اختیاری طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتا اور اسے سجدہ کرتا ہے جیسے اہل ایمان اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتے ہیں۔ ﴿كَرْهًا﴾ اس شخص کے لئے استعمال ہوا ہے جو تکبر کرتے ہوئے اپنے رب کی عبادت نہیں کرتا مگر خود اس کی فطرت اور اس کا حال اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1314)

(6)﴿وَّظِلٰلُهُمْ﴾ ''اور ان کے سائے بھی'' یعنی سجدہ کرتے ہیں۔(7)﴿بِالْغُدُوِّ﴾ ''صبح'' دن کے پہلے حصے میں۔

(8)﴿وَالْاٰصَالِ﴾ ''اور شام'' دن کے آخری حصے میں۔ (ایسر التفاسیر:707)

(9)رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ﴾ ''اور کیا وہ دیکھتے نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے ان کے سائے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہوئے دائیں بائیں ڈھلتے ہیں اس حال میں وہ سب عاجزی کرنے والے ہیں۔'' (النحل:48)

(10)جب صورت حال یہ ہے کہ تمام کائنات طوعاً و کرہاً اپنے رب کے سامنے سرافگندہ ہے تو معلوم ہوا کہ وہی الٰہ حقیقی اور وہی معبود حقیقی ہے اور غیر اللہ کی الوہیت باطل ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1315)

(11)یہ علم دے کر انسان سے یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ انسان بھی اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جائے۔

﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ

''آپ پوچھیں آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی ہے، آپ کہہ دیں کیا پھر بھی تم نے اس کے سوا کچھ

اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى

کارساز بنا رکھے ہیں جو اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے؟ کہہ دو کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ

ہیں؟ یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟ یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے

خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

پیدا کرنے کی مانند پیدا کیا ہے؟ چنانچہ تخلیق ان پر مشتبہ ہوگئی ہے، آپ کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کا خالق ہے

وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾

اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے" (16)

سوال 1: توحید کے ثبوت کی وضاحت ﴿قُلْ ... وَالنُّوْرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں توحید کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں اور نہ اس کے سوا کسی میں معبود بننے کی صلاحیت ہے، توحید ربوبیت کے تو مشرک بھی قائل ہیں، کیونکہ انہیں اعتراف ہے کہ آسمان وزمین کا خالق ورب اور مدبر صرف اللہ تعالیٰ ہے، مگر افسوس پھر بھی توحید الوہیت کے قائل نہیں ہوتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ جب اللہ تعالیٰ خالق ومدبر ہے تو وہی حق دار عبادت ہے بھی ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1/917)

(2) ﴿قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ "آپ پوچھیں آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟" یعنی آپ ﷺ ان سے پوچھیں کہ زمین وآسمان کا خالق، مالک، ان کے کاموں کی تدبیر کرنے والا کون ہے؟ (ایسر التفاسیر: 707، 708)

(3) ﴿قُلِ اللّٰهُ﴾ "کہہ دو اللہ تعالیٰ ہی ہے" اللہ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ انہیں بتا دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے جب کہ ان کے پاس بھی اس کے سوا کوئی جواب نہیں۔

(4) مشرک جن معبودوں کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے تھے وہ سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، مشرکین کو اس کا احساس دلانے کے لیے سوال کیا گیا ہے: ﴿قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ﴾ "آپ کہہ دیں کیا پھر بھی تم نے اس کے سوا کچھ کارساز بنا رکھے ہیں جو اپنی ذات کے لیے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے؟" آپ ﷺ ان سے پوچھیں جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا اولیاء بناتے ہیں، جو ان سے ویسی ہی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہئے، جو ان کی عبادت کرتے ہیں جو عبادت کے مستحق نہیں۔

(5) ﴿لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا﴾ "جو اپنی ذات کے لیے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے؟" تم ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو کارساز بناتے ہو جو اپنے ذاتی نفع ونقصان کا اختیار بھی نہیں رکھتے۔ بھلا وہ مخلوق کے ولی، سرپرست کیسے ہو سکتے ہیں؟ جس کو اپنے نفع ونقصان پر اختیار نہیں بلکہ حقیقتاً اپنے نفع ونقصان کی بھی پوری سمجھ نہیں، وہ دوسروں کی راہ نمائی کیسے کر سکتا ہے؟

(6) تم نے غیر اللہ کو اپنا سرپرست بنایا اور اس کو چھوڑ دیا جو زندوں اور مردوں کا مالک ہے، جو ساری کائنات کے نفع و نقصان کا اختیار رکھتا ہے، جو تخلیق پر قدرت رکھتا ہے، جو پوری کائنات کی تدبیر کرتا ہے وہی عبادت کا حق رکھتا ہے۔ وہی یہ حق رکھتا ہے کہ اس کی بات مانی جائے، اس کی اطاعت کی جائے۔

(7) ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ﴾ ''کہہ دو کہ کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ ان سے کہہ دیں کہ ایک خالق کو ماننے والا، اس کی عبادت کرنے والا اور مخلوق کی اطاعت کرنے والا، اس کی ماننے والا، اس کی عبادت کرنے والا برابر نہیں ہو سکتے۔ خالق کی ماننے والے بینا ہیں اور مخلوق کی ماننے والے، ان کی عبادت کرنے والے نابینا ہیں۔ کیا اندھا اور آنکھوں والے برابر ہو سکتے ہیں، خود ہی فیصلہ کرو۔

(8) ﴿اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ﴾ ''یا کیا اندھیرے اور روشنی برابر ہوتے ہیں؟'' آپ خود ہی بتاؤ کیا روشنی اور اندھیرے کا ایک ہی مزاج ہے؟ خالق کی اطاعت کرنے والے روشنی میں ہیں اور مخلوق کی اطاعت کرنے والے اندھیرے میں ہیں۔

(9) کیا کفر اور اللہ تعالیٰ کا دین اور اس کی شریعت اور اس کی ہدایت برابر ہو سکتے ہیں؟ (الاساس فی التفسیر: 2/2735، 2736)

(10) جب اندھا اور بینا، روشنی اور اندھیرے برابر نہیں ہو سکتے تو مومن اور کافر کیسے برابر ہو سکتے ہیں، ہدایت اور گمراہی کیسے برابر ہو سکتی ہے؟ مومن تو بصیرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کرتا ہے، یہ جانتے ہوئے کہ وہ اس کا خالق اور رازق ہے، جو اس کے کھلے، چھپے کو جانتا ہے اور جب اسے پکارے وہ اسے جواب دیتا ہے، جس نے اپنے رسول بھیجے، ان پر کتابیں نازل کیں اور کافر اور مشرک اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے کسی کی عبادت کرتا ہے جو اپنے لیے بھی کسی فضیلت کا مالک نہیں، جو اپنے عبادت گزاروں کے نفع ونقصان کے مالک نہیں، نہ ان کی پکار سنتے ہیں، نہ ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں۔ مومن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ عبادات کے مطابق عبادت کرتا ہے اور اس سے اطاعت اور قربت کے جن کاموں کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ ان کو پورا کرتا ہے اور کافر اور مشرک اپنی خواہش کے مطابق باطل عبادت کرتا ہے اور زندگی میں گمراہی کے راستے پر چلتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 707، 708)

سوال 2: شرک کی تردید کیسے کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَمْ جَعَلُوْا ... الْقَهَّارُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں شرک کی تردید کی گئی ہے، فرمایا: ﴿اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ﴾ ''یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شریک بنائے ہیں'' کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک گھڑ لیے ہیں جن کے بارے میں ان کا یقین ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، جن کی یہ مانتے ہیں، جن کی یہ اطاعت کرتے ہیں۔

(2)﴿خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ﴾ ''جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی مانند پیدا کیا ہے؟'' یعنی ان شریکوں نے مخلوق کو پیدا کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے؟

(3)﴿فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ﴾ ''چنانچہ تخلیق ان پر مشتبہ ہوگئی ہے'' پھر کیا مشرکوں پر تخلیق کا معاملہ مشتبہ ہوگیا جس کی وجہ سے وہ ان کی عبادت کرتے ہیں تو اس کا جواب نہیں ہے کیونکہ نہ انہوں نے پیدا کیا ہے نہ مکھی یا اس سے بڑی یا چھوٹی چیز پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں، پھر ان کی عبادت کیسے درست ہوسکتی ہے جس نے کچھ بھی پیدا نہ کیا ہو؟

(4)﴿قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ ہی تمام اشیاء کا خالق ہے'' یعنی اے رسول ﷺ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہ اپنے آپ کو پیدا کرسکتا ہے، نہ کوئی چیز بغیر خالق کے وجود میں آسکتی ہے۔ تب پھر یہ بات ثابت ہوگئی کہ کوئی ایسی ذات ہے جس نے کائنات کو پیدا کیا۔ وہی اس کا الٰہ ہے اور کائنات کی تخلیق میں کوئی اس کا شریک نہیں کیونکہ وہ واحد اور قہار ہے۔ وحدانیت اور غلبہ لازم وملزوم ہیں۔

(5)﴿وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ''اور وہی ایک ہے، نہایت زبردست ہے'' اللہ تعالیٰ واحد ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں، وہ ہر چیز پر غالب ہے پھر کیسے تم غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں؟

﴿اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا

''اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا، چنانچہ کئی نالے اس سے اپنی اپنی وسعت کے مطابق بہہ نکلے، پھر سیلاب نے ابھرا ہوا جھاگ

رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ

اٹھالیا اور اسی طرح کا جھاگ ان چیزوں پر بھی آتا ہے جن کو زیور یا برتن بنانے کے لیے آگ پر تپاتے ہیں،

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا

اس طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے، چنانچہ جو جھاگ ہے سو وہ بے کار چلا جاتا ہے لیکن

مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ﴾

جو انسانوں کو فائدہ دیتی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے'' (17)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1: حق کے باقی رہنے اور باطل کے فنا ہونے کی مثالوں کی وضاحت ﴿اَنْزَلَ۔۔۔الْاَمْثَالَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت کریمہ میں دو مثالیں بیان کی گئی ہیں جو حق کے ثابت اور باقی رہنے اور باطل کے مضمحل اور فنا ہو جانے کے بارے میں ہیں۔

(2) ﴿اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا'' رب العزت نے بارش کے پانی سے ہدایت کو تشبیہ دی ہے۔ بارش میں انسانوں کے لیے کثیر منافع ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ہدایت میں کثیر نفع ہے اور انسان اس ہدایت کے ضرورت مند ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ نے جس طرح پانی کو بدن کی زندگی کے لیے نازل فرمایا ہے، اسی طرح قلب اور روح کی زندگی کے لیے ہدایت کو اپنے رسول پر نازل فرمایا۔

(4) ﴿فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا﴾ ''چنانچہ کئی نالے اس سے اپنی اپنی وسعت کے مطابق بہہ نکلے'' رب العزت نے ہدایت پانے والوں کو اور ان کے درمیان فرق کو ان وادیوں سے تشبیہ دی ہے جن کے اندر سیلاب بہتے ہیں۔

(5) ﴿فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا﴾ یعنی نالے اپنے انداز سے بہتے ہیں یعنی پانی بھر کر۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(6) بڑی وادی بڑے دل کی طرح ہے جو علم سے لبریز ہوتا ہے اور چھوٹی وادی چھوٹے دل کی طرح ہوتی ہے جس میں تھوڑا علم ہوتا ہے۔

(7) ﴿فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا﴾ ''پھر سیلاب نے ابھرا ہوا جھاگ اٹھالیا'' ﴿زَبَدًا رَّابِيًا﴾ سے مراد بہتے پانی کا پھین جھاگ ﴿حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ﴾ سے لوہے، زیورات وغیرہ کا پھین جھاگ مراد ہے۔ ﴿رَّابِيًا رَّبَا يَرْبُوْا﴾ سے نکلا ہے یعنی بڑھنے والا یا اوپر تیرنے والا۔ (بخاری کتاب التفسیر) یعنی وہ پانی جو ان نالوں میں بہہ رہا ہے اس پر جھاگ آ گیا۔ یہ پہلی مثال ہے۔

(8) وصول حق کے وقت دلوں کے اندر جو شہوات و شبہات ہوتے ہیں ان کو اس جھاگ سے تشبیہ دی ہے جو سیلاب کے پانی کی سطح پر آ جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1316)

(9) ﴿وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ﴾ ''اور اسی طرح کا جھاگ ان چیزوں پر بھی آتا ہے جن کو زیور یا برتن بنانے کے لیے آگ پر تپاتے ہیں'' یعنی آگ میں سونا یا چاندی کو زیور بنانے کے لیے پگھلایا جاتا ہے، اسی طرح پیتل اور لوہے سے بھی زیورات یا اور سامان بنائے جاتے ہیں تو اس پر بھی اسی طرح کا جھاگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آجاتا ہے جس طرح پانی پر جھاگ آتا ہے۔(المصباح المنیر :3/421) یہ دوسری مثال ہے۔

(10)﴿كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ﴾ ''اس طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان کرتا ہے'' اسی طرح یعنی ان چاروں امور میں دو پانی اور جوہر کی مثالیں ہیں جو حق کی ہیں اور دو باطل کی ہیں وہ پانی کے جھاگ اور دھاتوں کے جھاگ کی ہیں۔(ایسر التفاسیر:709)

(11) جیسے پانی اور دھات کے جھاگ بہت جلد فنا ہو جاتے ہیں اور اصل چیز (پانی یا دھات) رہ جاتی ہے اسی طرح اگر کبھی حق اور باطل جمع ہو جاتے ہیں تو حق باقی رہتا ہے اور باطل بہت جلد فنا ہو جاتا ہے۔(السراج المنیر :1/918)

(12) اسی لیے رب العزت نے فرمایا:﴿فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً﴾ ''چنانچہ جو جھاگ ہے'' جُفَاءً اَجْفَاتُ الْقَدْرُ سے نکلا ہے یعنی ہانڈی نے جوش مارا جھاگ اوپر آ گیا پھر جب ہانڈی ٹھنڈی ہوتی ہے تو پھین جھاگ بے کار سوکھ کر فنا ہو جاتا ہے۔حق باطل سے اسی طرح جدا ہوتا ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)

(13)﴿وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ﴾ ''لیکن جو انسانوں کو فائدہ دیتی ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے'' جھاگ کارآمد نہیں ہوتے اور جلد ختم ہو جاتے ہیں۔بھلا پانی کے بلبلے کی عمر ہی کیا ہے، ابھی بنا اور ابھی بگڑ گیا، کچھ تو نالوں کے کناروں پر چمٹ کر فنا ہو جاتے ہیں اور کچھ راہ کی بوٹیوں پر لگ جاتے ہیں، جن کو ہوا اڑا کر لے جاتی ہے، اس طرح دھات کا میل کارآمد نہیں اور ختم ہو جاتا ہے، باقی رہنے والی چیز تو پانی اور دھات ہے، اور انہیں سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے فرمایا اسی طرح باطل حق کے اوپر تیرتا ہے اور جلد ختم ہو جاتا ہے اور حق نتھر کر خالص رہ جاتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/918)

(14) یہی حال شبہات و شہوات کا ہے۔قلب ان شبہات و شہوات کو ناپسند کرتا ہے، وہ دلائل و براہین اور پختہ ارادے کے ذریعے سے ان کے خلاف جدوجہد کرتا ہے حتیٰ کہ یہ شبہات و شہوات مضمحل ہو کر ختم ہو جاتے ہیں اور قلب پاک صاف اور خالص ہو جاتا ہے اور حق کے علم، اس کو ترجیح دینے اور اس کی رغبت کے سوا اس میں کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔باطل زائل ہو جاتا ہے اور حق اس کو مٹا دیتا ہے۔﴿اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾ ''بے شک باطل مٹنے ہی والا ہے۔''(بنی اسرائیل:8)(تفسیر سعدی:2/1316)

(15)﴿كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ اس لیے مثالیں بیان کرتے ہیں تاکہ حق کی پائیداری اور باطل کی ناپائیداری واضح ہو جائے۔

(16) رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾ ''وہی ہے جو تم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائیں اور وہ مومنوں پر ہمیشہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے نہایت رحم والا ہے۔'' (العنکبوت:43)

(17) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: اللہ تعالیٰ نے یہ دلوں کی مثالیں دی ہیں ان کے یقین اور شک کی مقدار کے مطابق، شک کے ساتھ عمل فائدہ نہیں دیتا اور یقین والوں کو اللہ تعالیٰ نفع دیتا ہے، جھاگ سے مراد شک ہے اور یقین خالص چیز ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ یقین کو قبول کرتا ہے اور شک کو چھوڑ دیتا ہے۔ (جامع البیان:13/138)

(18) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو علم و ہدایت اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس کی مثال بے آباد زمین میں ہونے والی بارش کی ہے جس کا کچھ حصہ قابل کاشت تھا۔ اس نے پانی قبول کیا اور گھاس و نباتات اگائے اور کچھ حصہ نشیبی تھا، جہاں پانی رک گیا اور لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے فائدہ مند بنا دیا کہ اس سے خود بھی پیتے ہیں اور اپنے مویشیوں کو بھی پلاتے ہیں۔ زمین کے ایک اور حصے پر بھی بارش ہوئی جو صرف چٹیل میدان کی صورت میں تھا نہ اس نے پانی کو جمع کیا اور نہ اس نے نباتات کو اگایا تو یہ مثال ہے ایسے شخص کی جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو سمجھا اور تعلیم اور تعلم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے لیے مفید بنا دیا اور ایسے شخص کی جس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی اور میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو قبول نہ کیا۔'' (بخاری:5953)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے فطرت کے دو واقعات سے زندگی کی کامیابی اور ناکامی کے اصول کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے کامیابی اور ناکامی کا یہ اصول مقرر کیا ہے کہ دنیا میں صرف حق ہی کے لیے ثبات ہے کیونکہ حق انسانوں کے لیے نفع بخش ہے۔ (2) دنیا میں باطل کے لیے ثبات نہیں اگرچہ اس کا بہت Flow ہو۔ باطل گندے اور خبیث جھاگ کی طرح پھینک دیا جاتا ہے۔

﴿لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي

''جن لوگوں نے اپنے رب کی بات قبول کر لی ان کے لیے بھلائی ہے اور جن لوگوں نے قبول نہیں کی اگر ان کے پاس واقعتاً وہ

الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ

سب ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو وہ اس کو ضرور فدیے میں دے دیں۔ یہی لوگ ہیں جن کا برا حساب ہوگا

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾

اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' (18)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: سعادت مندوں اور بدبختوں کے انجام کی وضاحت ﴿لِلَّذِيْنَ ... الْمِهَادُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جب اللہ تعالیٰ نے حق اور باطل کو واضح کر دیا تو لوگوں کی دو قسموں کا ذکر کیا۔ جن میں سے پہلی کے بارے میں فرمایا کہ وہ حق کی دعوت پر لبیک کہنے والے سعادت مند ہیں اور دوسری قسم کے لوگ حق کی دعوت کو قبول نہ کرنے والے بدبخت ہیں۔ ان سعادت مندوں اور بدبختوں کا انجام بیان کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا:

(2) ﴿لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى﴾ ''جن لوگوں نے اپنے رب کی بات قبول کر لی ان کے لیے بھلائی ہے'' یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے جنت ہے۔ (ایسر التفاسیر: 708) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ ہے اور کچھ مزید ہے۔'' (یونس: 26)

(3) ﴿وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِالْحُسْنٰى﴾ ''اور رہا وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے تو اس کے لیے اچھی جزا ہے۔'' (الکہف: 88)

(4) ﴿وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ﴾ ''اور جن لوگوں نے قبول نہیں کی'' یعنی جن لوگوں نے حق واضح ہونے کے بعد بھی اپنے رب کی پکار پر لبیک نہ کہا ان کے لیے عذاب ہے۔

(5) ﴿لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ﴾ ''اگر ان کے پاس واقعتاً وہ سب ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو وہ اس کو ضرور فدیے میں دے دیں'' جو لوگ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری سے بچتے رہے، وہ اگر ساری دنیا کی دولت جمع کر لیں اور قیامت کے دن فدیے میں دے کر عذاب سے اپنی جان چھڑانا چاہیں گے تو ان سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور زمین بھر مال انہیں ملے گا کہاں سے؟

(6) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ کافر تھے تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور اگرچہ وہ اس کو فدیے میں دے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔'' (آل عمران: 91)

(7) ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کا برا حساب ہوگا'' اس سے مراد ہے کہ ہر گناہ پر مؤاخذہ ہو گا اس میں کچھ بھی معاف نہیں کیا جائے گا۔ (ایسر التفاسیر: 708)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾ ''اور کتاب اعمال رکھ دی جائے گی، پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی! یہ کتاب کیسی ہے جس نے چھوٹا بڑا کچھ بھی نہیں چھوڑا مگر اس کو شمار کر رکھا ہے اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکھف:49)

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس کے حساب میں کھوج کرید کی گئی اس کو ضرور عذاب ہو گا۔'' وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں ہے کہ پھر عنقریب ان سے ہلکا حساب لیا جائے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس سے مراد صرف پیشی ہے۔'' (بخاری:6536)

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی بعض نمازوں میں یہ دعا مانگتے ہوئے سنا، ﴿اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِيْ حِسَابًا يَّسِيْرًا﴾ (یعنی یا اللہ مجھ سے آسان حساب لینا) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! آسان حساب سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آسان حساب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے نامہ اعمال کو دیکھے اور اسے نظر انداز کر دے اور جس کے نامہ اعمال پر اس روز بحث شروع ہو گئی اے عائشہ! وہ تو ہلاک ہو گیا۔'' (مشکوۃ المصابیح:3/5563)

(11) جن لوگوں کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ یا پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا ان کا حساب مشکل ہوگا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ (۲۵) وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ (۲۶) يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ (۲۷) مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ (۲۸) هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ (۲۹)﴾ ''لیکن جس کو اس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: ''اے کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا جاتا! اور میں نہ جان پاتا کہ میرا حساب کیا ہے؟ اے کاش! وہی موت فیصلہ کن ہوتی! میرا مال میرے کام نہ آیا۔ میری حکومت مجھ سے برباد ہو گئی۔'' (الحاقۃ:25-29)

(12) ﴿وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ﴾ ''اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا'' اس سے مراد ہے ان کی قرارگاہ جہنم ہوگی ﴿وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ''اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' یعنی جہنم کافر ان کے لیے بچھونا ہوگا۔ (ایسر التفاسیر:709)

(13) ﴿وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ یعنی ان کا مسکن اور ٹھکانا بدترین ہوگا۔ (تفسیر سعدی:2/1318)

﴿اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ

''پھر کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ یقیناً آپ پر جو آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا وہی حق ہے، اس شخص جیسا ہے جو اندھا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

بلاشبہ نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں" (19)

سوال 1: مومن اور کافر برابر نہیں ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَفَمَنْ يَّعْلَمُ ... الْاَلْبَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ﴾ "پھر کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ یقینا آپ پر جو آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا وہی حق ہے" رب العزت نے حق کا علم رکھنے والے مومنوں اور نہ رکھنے والے کافروں کے درمیان فرق کو واضح فرمایا ہے کہ جو حق کو اچھے طریقے سے سمجھتا ہو اور اس پر عمل کرتا ہو۔

(2) ﴿كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى﴾ "اس شخص جیسا ہے جو اندھا ہے؟" وہ اس شخص کی طرح کیسے ہو سکتا ہے جو نہ حق کا علم رکھتا ہے، نہ اس پر عمل کرتا ہے۔ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟

(3) وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ محمد ﷺ کی طرف ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا وہ حق ہے جس میں کوئی شک نہیں، وہ پورے کا پورا حق ہے، اس کی خبریں حق، اس کے اوامر و نہی عدل پر مبنی ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا﴾ "اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف میں مکمل ہے۔" (الانعام:115) یعنی رب کی بات خبروں میں سچی اور طلب میں کامل ہے، اس لیے وہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے جس نے اس کی تصدیق کی جو محمد ﷺ لے کر آئے اور جس نے اس کی تصدیق نہ کی۔ جو دیکھتا نہیں، خیر کی طرف راہ نمائی نہیں پاتا، اس کو سمجھتا نہیں اور اگر سمجھے تو اس پر عمل نہیں کرتا، وہ نہ تو تصدیق کرتا ہے اور نہ اتباع کرتا ہے، وہ اندھا ہے۔ (تفسیر منیر:7/162)

(4) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۭ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ﴾ "دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔" (الحشر:20)

(5) پس بندے پر لازم ہے کہ وہ غور کرے کہ فریقین میں سے کس کا حال اچھا اور کس کا انجام بہتر ہے۔ پھر اسے چاہیے کہ اسی راستے کو ترجیح دے اور اسی گروہ کی پیروی میں رواں دواں رہے۔ مگر اس کے برعکس حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص غور و فکر نہیں کرتا کہ اس کے لئے کیا چیز فائدہ مند اور کیا چیز نقصان دہ ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1319)

(6) ﴿اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ "بلاشبہ نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں" عبرت تو وہی حاصل کرتے ہیں جن کے پاس صحیح سمجھ بوجھ ہو جو پختہ عقل رکھتے ہوں، جن کی رائے کامل ہو، ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے چنا ہے۔

(7) ﴿اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ سے مراد عقل والے لوگ ہیں، جو اپنی عقل کو استعمال کرتے ہیں، جن کے پاس عقل سلیم ہو،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن کے دل گناہوں سے آلودہ نہ ہوں اور جنہوں نے اپنی عقلوں کو خراب نہ کیا ہو۔

(8) جو اپنے نفس میں اہل حق کی صفات پائے، وہی ہدایت یافتہ ہے اور جو اہل باطل کی صفات پائے وہی ظالم ہے۔

(الاساس فی التفسیر: 5/2740) یا ارحم الراحمین! ہمیں سمجھ بوجھ والوں میں شامل فرمالے۔ آمین

سوال 2: اولوالالباب کو کیسے پہچانا جاسکتا ہے؟

جواب: اولوالالباب اپنی نشانیوں سے پہچانے جاتے ہیں۔

(1) جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرتے ہیں۔

(2) جو عہد کو نہیں توڑتے۔

(3) جو اس کو جوڑتے ہیں جسے جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

(4) جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

(5) جو بُرے حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔

﴿الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ﴾

''جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور وہ پختہ عہد نہیں توڑتے'' (20)

سوال: جنت میں لے جانے والے اوصاف کی وضاحت ﴿الَّذِيْنَ ... الْمِيْثَاقَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جن لوگوں میں یہ اوصاف ہوں ان کے لیے عاقبت کا گھر ہے یعنی ان کے لیے دنیا اور آخرت میں اچھا انجام ہوگا اور انہیں فتح و نصرت حاصل ہوگی۔

(2) ﴿الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرتے ہیں'' جنت لے جانے والا پہلا وصف عہد کو پورا ہے۔ اہل حق کے اوصاف میں سے پہلا وصف ہے کہ وہ اپنے عہدوں پر جمے رہتے ہیں، قول و قرار نہیں توڑتے۔

(3) جو ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کی ہیں اور وہ عہد جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا تھا یعنی اس کے حقوق کا کامل طور پر قائم کرنا، ان کو پوری طرح ادا کرنا یعنی ان حقوق کی نشوونما اور ان میں خیر خواہی کرنا۔ (تفسیر سعدی: 2/1319)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عہد کو پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حلال کو حلال جاننا، اس کے حرام کو حرام جاننا، اس کے فرائض کی پابندی کرنا، اس کی حد بندی کی نگہداشت کرنا بھی ہے، کسی بات کے خلاف نہ کرو، حد کو نہ توڑو، کسی حرام کام کو نہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر: 1/702)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) جو شخص ایمانی عہد کی پاسداری کرتا ہے تو وہ سارے انسانی اور ربانی عہدوں کی پاسداری کرتا ہے۔

(6) ﴿وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ﴾ ''اور وہ پختہ عہد نہیں توڑتے'' یعنی اس معاہدے کو نہیں توڑتے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے باندھا ہے اس میں ہر قسم کا عہد شامل ہے مثلاً قسم، نذر اور عام معاہدے جنہیں لوگ اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! معاہدوں کو پورا کرو (المائدہ:1) کوئی شخص بھی معاہدے کی پابندی کے بغیر عقل والوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا﴾ ''اور عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔'' (بنی اسرائیل:34)

(7) رحمن کے بندے تو وہ ہیں جو عہد کی پابندی کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾ ''اور وہی جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔'' (المومنون:8)

(8) اس کے برعکس منافق عہد کی خلاف ورزی کرنے والے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی علامتیں تین ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے جب وہ وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔'' (بخاری:33)

﴿وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ

''اور جو ان رشتوں کو ملاتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں ملایا جائے اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں

وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ﴾

اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں'' (21)

سوال: جنت لے جانے والے اوصاف کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... الْحِسَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جنت لے جانے والا دوسرا وصف ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ﴾ ''اور جو ان رشتوں کو ملاتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں ملایا جائے'' یہ ان تمام امور کے لیے عام ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ملانے کا حکم دیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت، اللہ تعالیٰ وحدہ کی عبادت اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے لئے سر تسلیم خم کرنا سب اس میں داخل ہے۔ یہ لوگ اپنے ماں باپ کے ساتھ قولی اور فعلی حسن سلوک کے ذریعے سے صلہ رحمی کرتے ہیں اور ان کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اسی طرح اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اپنے قول و فعل میں حسن سلوک کے ذریعے سے صلہ رحمی کرتے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔اپنی بیویوں،اپنے دوستوں،ساتھیوں اوراپنے غلاموں کے دینی اوردنیاوی حقوق کی کامل ادائیگی کے ذریعے سے حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1319،1320)

(2)سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔''(بخاری:5984)

(3)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جسے پسند ہے اس کی روزی میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کیا کرے۔''(صحیح بخاری:5985)

(4)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''لفظ رحم (بمعنی رشتہ داری) رحمن سے ملی ہوئی شاخ ہے،لہٰذا اللہ تعالیٰ نے (رحم سے) فرمایا:''جو تجھے توڑے گا میں اسے توڑوں گا۔''(صحیح بخاری:5987)

(5)آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دے بلکہ وہ ہے کہ اگر دوسرا اس سے برے سلوک سے قطع کرنے کی کوشش کرے تو وہ اچھا سلوک کر کے اسے جوڑے رکھنے کی کوشش کرے۔''(بخاری،کتاب الادب)

(6)﴿وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ﴾''اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں''اور وہ محرک جس کی وجہ سے انسان ان رابطوں کو جوڑتا ہے،جن کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور حساب کتاب کا خوف ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ کا ڈر اور حشر کے میدان میں اس کے سامنے پیش ہونے کا خوف انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات میں کوتاہی اور نافرمانی سے روکتا ہے۔

(8)خشیت اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور علم کی وجہ سے پیدا ہونے والا خوف ہے جس کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾''درحقیقت اللہ تعالیٰ کے بندوں میں صرف علم رکھنے والے ہی اس سے ڈرتے ہیں۔''(فاطر:28)

(9)﴿وَيَخَافُونَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ﴾''اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں''وہ آخرت میں برے حساب کا کھٹکا رکھتے ہیں،اس لیے وہ یوم حساب سے پہلے اپنے نفسوں کا محاسبہ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں محسوس کرتے ہیں۔اس کی وجہ سے ان کے تمام کام،ان کی حرکات وسکنات اور حالات درست رہتے ہیں اور وہ استقامت کی راہ پر رہتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

''اور جن لوگوں نے اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾

پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا اور جو بھلائی سے برائی کو ہٹاتے ہیں ان ہی کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے" (22)

سوال 1: جنت لے جانے والے اوصاف کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... السَّيِّئَةَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ صَبَرُوْا﴾ "اور جن لوگوں نے صبر کیا" وہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے، معاہدوں کو توڑنے سے بچنے اور صلہ رحمی کے لیے صبر کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 13/143)

(2) یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل اور ان کاموں سے دور رہنے کے لیے جن سے اس نے روکا ہے اس کی قضا وقدر پر ناراضگی کے بغیر صبر کرتے ہیں۔

(3) ﴿ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ﴾ "اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے" یعنی ان کا صبر کسی اور غرض کے لیے نہیں ہوتا وہ تو صرف اس سے اپنے رب کی رضا چاہتے ہیں۔

(4) وہی صبر ایمان والوں کی خصوصیت ہے جس میں مومن اپنے رب کی رضا اور اس کا قرب چاہتا ہے، جس میں وہ اپنے رب سے ثواب کی امید باندھتا ہے۔ ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ "تم پر سلام ہو اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا، سو کتنا ہی اچھا ہے اس گھر کا انجام!" (الرعد: 24) جس صبر میں فخر ہو وہ رب کی رضا کے لیے نہیں ہوتا نہ اس صبر کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے۔

(5) ﴿وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ﴾ "اور نماز قائم کی" یعنی وہ فرض نماز کو اس کے اوقات میں ادا کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 13/144)

(6) یعنی وہ نماز کو اس کے تمام ارکان، شرائط اور ظاہری و باطنی تکمیل کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1320)

(7) یعنی وہ نبی ﷺ جیسی نماز پڑھتے ہیں۔ ﴿صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْٓ اُصَلِّيْ﴾ "نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔" (بخاری)

(8) ﴿وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾ "اور ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کیا" اس میں تمام قسم کا انفاق آجاتا ہے مثلاً زکوۃ، صدقات، کفارے وغیرہ۔

(9) وہ کھلے چھپے، اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان تمام مقامات پر خرچ کرتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے مطالبہ کیا ہے۔ وہ خوش دلی سے خرچ کرتے ہیں جہاں خرچ کرنا اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے مثلاً بیوی بچوں پر خرچ، رشتہ داروں پر، دوستوں پر، فقیروں اور محتاجوں پر، ناداروں اور اپاہجوں پر اپنا پاک مال خرچ کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10)﴿وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾ ''اور جو بھلائی سے برائی کو ہٹاتے ہیں'' یعنی وہ جہالت کو حلم سے اور اذیت کو صبر سے دور کرتے ہیں۔

(11)﴿وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ﴾ یعنی جو کوئی قول وفعل کے ذریعے سے ان کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے، وہ اس کے ساتھ برے طریقے سے پیش نہیں آتے بلکہ اس کے برعکس حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ پس جو کوئی انہیں محروم کرتا ہے یہ اسے عطا کرتے ہیں، جو کوئی ان پر ظلم کرتا ہے، یہ اسے معاف کر دیتے ہیں، جو کوئی ان سے قطع تعلق کرتا ہے یہ اس سے جڑتے ہیں اور جو کوئی ان سے برا سلوک کرتا ہے یہ اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ جب برا سلوک کرنے والوں کے ساتھ ان کے حسن سلوک کی یہ کیفیت ہے تو اس شخص کے ساتھ ان کے حسن سلوک کی کیا کیفیت ہوگی جس نے ان کے ساتھ کبھی برا سلوک نہیں کیا۔ (تفسیر سعدی: 2/1320)

(12) سیدنا ابن عباس اور ابن زید نے کہا کہ وہ شر کو خیر سے، سعید بن جبیر نے کہا: منکر کو معروف سے، ضحاک نے کہا فحش کو سلام سے، جویبر نے کہا: ظلم کو عفو سے، ابن شجرہ نے کہا: گناہوں کو توبہ سے دور کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ ''بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔'' (ہود: 114) (تفسیر قرطبی: 5/218)

(13)﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ﴾ ''اور نیکی اور برائی برابر نہیں ہوتیں، برائی کو تم اس سے ہٹا دو جو سب سے اچھا ہے تو اچانک وہ شخص تمہارے اور اُس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا گویا وہ دلی دوست ہے۔'' (حم السجدہ: 34)

(14) رب العزت نے فرمایا:﴿وَجَزٰۗؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور برائی کا بدلہ اس جیسی ایک برائی ہے، پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ یقیناً وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔'' (الشوریٰ: 40)

(15)﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور یقیناً جو صبر کرے اور معاف کر دے، تو بلاشبہ یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (الشوریٰ: 43)

(16) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ دینے سے کوئی مال نہیں گھٹتا اور جو بندہ معاف کر دیتا ہے اللہ اس کی عزت بڑھاتا ہے اور جو بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔'' (مسلم: 6592)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(17)﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ ''اور رحمن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کریں تو کہہ دیتے ہیں سلام ہو۔'' (الفرقان:63)

سوال2: برائی کا جواب بھلائی سے دینے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: برائی کا جواب بھلائی سے دینا اعلیٰ خصوصیات میں سے ہے۔

(1) برائی کا جواب بھلائی سے دینے کی وجہ سے شر کی آگ بجھ جاتی ہے۔

(2) اس کی وجہ سے شیطان کے وسوسے ختم ہو جاتے ہیں اور پوری برائی ختم ہو جاتی ہے۔

(3) اس کی وجہ سے دوسرے انسان کی سرکشی میں کمی آجاتی ہے۔(4) اس کی وجہ سے دوسرا انسان بھلائی پر مائل ہو جاتا ہے۔

سوال3: برائی کا جواب بھلائی سے کب دیا جاتا ہے؟

جواب: (1) برائی کا جواب بھلائی سے اس وقت دیا جاتا ہے جب دو افراد کے درمیان معاملہ ہو اور دونوں کی حیثیت ایک جیسی ہو۔(2) ان معاملات میں یہ رویہ اختیار کرنا درست نہیں جن کا تعلق دین سے ہے کیونکہ دین کے معاملے میں کوئی خرابی پیدا کرنے کو شش کرے اور زمین میں فساد پھیلائے آپس کے تعلقات کو بگاڑے تو ایسے حالات میں برائی کو جڑ سے ختم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ جہاں بھی ضرورت پڑے شر سے ماحول کو بچایا جائے تاکہ شر کی قوتیں مزید قوت نہ حاصل کر جائیں اور انہیں مزید سرکشی کی جرأت نہ ہو۔

سوال4: عاقبت کا گھر کس کے لیے ہے، اس کی وضاحت ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) عاقبت کا گھر عہد پورا کرنے والوں، رشتوں اور رابطوں کو جوڑنے والوں، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں، حساب کی سختی کا اندیشہ رکھنے والوں، اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے صبر کرنے والوں، نماز قائم رکھنے والوں، کھلے اور چھپے خرچ کرنے والوں اور برائی کو بھلائی سے ٹالنے والوں کے لیے ہے۔

(2)﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ''ان ہی کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے'' ایسے جلیل القدر اوصاف رکھنے والوں کے لیے آخرت کے گھر میں اچھا انجام ہے۔

(3) یعنی آگ کے بدلے میں جنت ہے۔ کل دو گھر ہوں گے فرماں برداروں کے لیے جنت اور نافرمانوں کے لیے دوزخ۔ (الجامع لاحکام القرآن:5/219)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ

''ابدی باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بھی جو ان کے آباء واجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے نیک

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ﴾

ہوئے اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے'' (23)

سوال: اعلیٰ اوصاف کے حامل مومنوں کے عاقبت کے گھر کی وضاحت ﴿جَنّٰتُ ... بَابٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیت میں واضح فرمایا کہ اعلیٰ اوصاف کے حامل مومن بندوں کے لیے عاقبت کا گھر ہے، یہاں اس گھر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ﴾ یعنی ہمیشہ کی رہائش کے لیے جنتیں۔ (ایسر التفاسیر:709)

(2) یعنی وہ ان جنتوں میں قیام کریں گے وہ کبھی ان سے دور نہ ہوں گے اور نہ وہ ان جنتوں سے منتقل ہونا چاہیں گے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے اوپر کوئی منزل نہیں کیونکہ یہ جنتیں ایسی نعمت اور مسرت پر مشتمل ہیں جو مطلوب ومقصود ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1320)

(3) ﴿وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ﴾ ''اور وہ بھی جو ان کے آباء واجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے نیک ہوئے'' یہاں صلح سے مراد ایمان اور عمل صالح ہے۔ (ایسر التفاسیر:710)

(4) اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے پیارے باپ دادا، اہل وعیال اور بیٹوں کو جنت میں جمع کر دے گا جو مومن جنت میں داخل ہونے کے اہل ہوں گے تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ لطف وکرم اور احسان فرماتے ہوئے ادنیٰ درجے کے جنتیوں کو اعلیٰ درجے کے جنتیوں کے ساتھ یکجا کر دے گا اور یہ نہیں کرے گا کہ اعلیٰ درجے کے جنتیوں کو ادنیٰ درجے کے جنتیوں کے ساتھ ملا دے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد جو ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کچھ بھی کمی نہ کریں گے۔ ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔'' (الطور:21) (المصباح المنیر:3/427)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو اس کے اعمال نے پیچھے کر دیا تو اسے اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔'' (صحیح مسلم:6853)

(6) ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ﴾ ''اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے'' جنت کے ہر دروازے سے فرشتے ان کی طرف لپکیں گے، انہیں مبارک دیں گے، سلام کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾

''تم پر سلام ہو اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا، سو کتنا ہی اچھا ہے اس گھر کا انجام!'' (24)

سوال: فرشتے اہل جنت سے کو سلام کریں گے، اس کی وضاحت ﴿سَلٰمٌ ... الدَّارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ﴾ ''تم پر سلام ہو اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا'' یعنی فرشتے مسلمانوں کو کہتے جائیں گے تم سلامت رہو۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(2) فرشتے اہل جنت سے کہیں گے کہ یہ تمہارا صبر ہے جس نے تمہیں بلند مقام اور عالی شان جنت میں پہنچایا ہے۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا وہ فقراء مہاجرین کا ہوگا، وہ جو فقر و فاقہ کے باوجود نافرمانیوں سے بچتے رہے۔ جب ان کو حکم دیا جاتا تو وہ سنتے اور اطاعت کیا کرتے تھے، اگر ان میں سے کسی کو امیر کے ساتھ کوئی حاجت و ضرورت ہوتی تو اس کی حاجت پوری نہ ہوتی، حتیٰ کہ اسے موت آجاتی اور وہ حاجت و خواہش اس کے سینے ہی میں دفن ہو جاتی۔ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنت کو بلائے گا تو وہ اپنی تمام تر رنگینیوں کے ساتھ چلی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میرے وہ بندے کہاں ہیں جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور وہ میرے راستے میں قتل کر دیے گئے۔ میرے راستے میں ان کو تکالیف پہنچیں اور انہوں نے میرے راستے میں جہاد کیا۔ جاؤ! تم لوگ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ (یہ صورت حال دیکھ کر) فرشتے (دربار الٰہی میں) حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہم دن رات تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں، تو یہ کون لوگ ہیں جن کو تو نے ہم پر ترجیح دے دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، یہ وہ لوگ ہیں جو میرے راستے میں لڑتے رہے اور میرے راستے میں تکلیفیں برداشت کرتے رہے، اس پر فرشتے جنت کے دروازے سے ان کے پاس حاضر ہوں گے اور کہیں گے: ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ''سلام ہو تم پر اس کے بدلے جو تم نے صبر کیا۔ سو اچھا ہے اس گھر کا انجام۔'' (الرعد:24) (مستدرک حاکم:2393,901/3) (مسند احمد:168/2)

(4) ﴿فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ ''سو اچھا ہے اس گھر کا انجام'' سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿يُنَادِي مُنَادٍ إِنَّ لَكُمْ أَنْ تَصِحُّوا، فَلَا تَسْقَمُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَحْيَوْا فَلَا تَمُوتُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَشِبُّوا فَلَا تَهْرَمُوا أَبَدًا، وَإِنَّ لَكُمْ أَنْ تَنْعَمُوا فَلَا تَبْأَسُوا أَبَدًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَذَالِكَ قَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ (اے جنت والو) تمہارے لیے (یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ) تم صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے اور تم زندہ رہو گے تمہیں کبھی موت نہیں آئے گی اور تم جوان رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہو گے۔ تم آرام میں رہو گے تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی۔ تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ: آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم اپنے (نیک) اعمال کے بدلہ میں اس جنت کے وارث ہوئے۔'' (صحیح مسلم:7157)

(5) پس جو کوئی اپنے نفس کا خیر خواہ ہے اور اس کے نزدیک اس کی قدر و قیمت ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے تزکیہ کے لئے پوری جدوجہد کرے شاید وہ عقل مندوں کے اوصاف سے بہرہ ور ہو سکے اور شاید اسے آخرت کے گھر سے کوئی حصہ مل سکے، جو دلوں کی آرزو اور روح کا سرور ہے، جو ہر قسم کی لذتوں اور فرحتوں کا جامع ہے۔ پس اس قسم کی منزل کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے اور اس قسم کے مقام کے لئے سبقت کرنی چاہیے۔ (تفسیر سعدی:2/1321)

﴿وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ اللهُ بِهِ

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو اس کی پختگی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور وہ اس کو کاٹ ڈالتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم

أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ أُولَئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾

دیا ہے کہ انہیں ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے گھر کی خرابی ہے'' (25)

سوال: کافروں کے برے اعمال اور برے انجام کی وضاحت ﴿وَالَّذِينَ ... الدَّارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے جنت والے سعادت مندوں کے حالات بیان کرنے کے بعد اب کافروں کے برے اعمال، صفات اور آخرت میں ان کا برا انجام بیان کیا ہے۔

(2) ﴿وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ﴾ ''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد کو اس کی پختگی کے بعد توڑ دیتے ہیں'' یعنی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے جو اطاعت کرنے کا عہد کیا اس کو پورا نہیں کیا بلکہ اسے توڑ ڈالا اور نافرمانی کے کام کیے۔

(3) ﴿وَيَقْطَعُونَ مَآ أَمَرَ اللهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ﴾ ''اور وہ اس کو کاٹ ڈالتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں ملایا جائے'' یعنی انہوں نے ایمان و عمل کے ذریعے سے اپنے اور اپنے رب کے مابین تعلق کو قائم کیا، نہ انہوں نے صلہ رحمی کی اور نہ انہوں نے حقوق ادا کئے۔ (تفسیر سعدی:2/1321)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)انہوں نے کفر کیا، نافرمانیاں کیں، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا، اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا مشکل بنا دیا اور دوسری طرف رشتہ داریوں کو کاٹا۔

(5)﴿وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾''اور زمین میں فساد کرتے ہیں''یعنی نماز ترک کر کے، زکوٰۃ روک کر، برائیوں کا ارتکاب کر کے اور بھلائیاں چھوڑ کر انہوں نے زمین میں فساد پھیلایا۔(ایسر التفاسیر:711)

(6)بلکہ اس کے برعکس انہوں نے کفر و معاصی کا ارتکاب کر کے، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک کر اور اس کے راستے کو ٹیڑھا کرنے کی کوششوں کے ذریعے سے، زمین میں فساد پھیلایا۔(تفسیر سعدی:2/1321،1322)

(7)﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ﴾''یہی لوگ ہیں ان کے لیے لعنت ہے''لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری کو کہتے ہیں

(8)ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور اس کے فرشتوں اور اس کے مومن بندوں کی طرف سے مذمت ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1322)

(9)﴿وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾''اور ان کے لیے گھر کی خرابی ہے''یعنی ان کے لیے جہنم ہے جو برا ٹھکانہ ہے۔

(10)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا (۱۰۳) اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا(۱۰۴)﴾''آپ کہہ دیں کیا ہم تمہیں بتائیں جو لوگ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ خسارے والے ہیں؟ وہ لوگ جن کی محنت دنیا کی زندگی میں ہی کھو گئی اور وہ سمجھتے رہے کہ یقیناوہ ایک اچھا کام کر رہے ہیں۔''(الکہف:103،104)

﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ

''اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اور وہ دنیا کی زندگی پر ہی خوش ہو گئے،

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ﴾

حالانکہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی تھوڑے سے سامان کے سوا کچھ نہیں''(26)

سوال1:رزق کی کشادگی اور تنگی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس کی وضاحت﴿اَللّٰهُ ... الدُّنْيَا﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ﴾''اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے''رزق کی کشادگی اور تنگی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہ اپنی مصلحت سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ کافروں کا رزق فراخ ہو تو وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فراخی ہی سب کچھ ہے وہ آخرت سے غافل ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھلا دیتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ (۵۵) نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (۵۶)﴾ ''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟ ہم انہیں بھلائیاں دینے میں سرگرم عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں۔'' (المومنون:56,55)

(2) دنیا کی فراخی ایک مہلت ہے جسے استدراج کہتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ کھینچ کر لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانتے۔'' (الاعراف:182) اللہ تعالیٰ کافر کے رزق میں وسعت دے کر اسے ڈھیل دیتے ہیں تاکہ وہ کفر اور نافرمانیوں میں آگے بڑھ جائے۔ بعض اوقات مومن کی زندگی کو تنگ کر دیتے ہیں تاکہ دنیا میں اس کے گناہ ختم ہو جائیں۔ (3) رزق میں وسعت کافروں کا اغزاز اور تنگی مومن کے لیے تذلیل نہیں۔

(4) رزق کی کمی بیشی میں صحیح طرز عمل یہ ہے کہ: (i) رزق زیادہ ملے تو انسان شکر گزار ہو۔ (ii) رزق کم ملے تو انسان صبر اور قناعت کا طریقہ اختیار کرے۔

(5) رزق کی کمی بیشی میں غلط طرز عمل یہ ہے کہ: (i) رزق کی کمی کی وجہ سے انسان احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(ii) رزق کی زیادتی کی وجہ سے انسان احساس برتری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(6) ﴿وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''اور وہ دنیا کی زندگی پر ہی خوش ہو گئے'' یعنی کافر دنیا کی زندگی پر مطمئن ہو کر آخرت سے غافل ہو گئے۔

(7) ان کفار کا دنیوی مال و اسباب پر خوش ہونا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مہلت دے رکھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ (۵۵) نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (۵۶)﴾ ''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟ ہم انہیں بھلائیاں دینے میں سرگرم عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں۔'' (المومنون:56,55) (المصباح المنیر :3/429)

سوال 2: دنیا آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... مَتَاعٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ﴾ ''حالانکہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی تھوڑے سے سامان کے سوا کچھ نہیں'' دنیا تو آخرت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور آخرت اس کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (النساء:77)

(2) سیدنا مستورد رضی اللہ عنہ بنی فہر کے بھائی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے کہ جس طرح تم میں سے کوئی آدمی اپنی انگلی اس (دریا) میں ڈال دے۔ یحییٰ نے شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور پھر اس انگلی کو نکال کر دیکھے کہ اس میں کیا لگتا ہے۔'' (صحیح مسلم:7719)

(3) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ایک مرتبہ) بازار سے گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے دونوں طرف تھے۔ آپ ﷺ نے بھیڑ کا ایک بچہ جو چھوٹے کانوں والا تھا مرا ہوا دیکھا۔ آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: ''تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم میں سے کوئی بھی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے (کیونکہ یہ تو مردار ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم چاہتے ہو، یہ تمہیں مل جائے؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ کی قسم! اگر یہ (بھیڑ کا بچہ) زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا کان چھوٹا ہے حالانکہ اب تو یہ مردار ہے (اسے کون لے گا؟) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے کہ جس طرح تمہارے نزدیک یہ مردار ذلیل ہے۔'' (مسلم:7418)

(4) ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝﴾ ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔'' (الاعلیٰ:16,17)

(5) دنیا کی زندگی سے تھوڑا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ دنیا جدا ہو جائے گی اور انسان کو تباہی اور ہلاکت کے گھر میں بھجوانے کا سبب بن جائے گی۔

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ

''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ اس پر کیوں نہیں اتارا گیا؟ آپ فرما دیں

اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ﴾

بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو رجوع کرے وہ اسے ہی اپنی طرف راہ دکھاتا ہے'' (27)

سوال 1: مشرک رسول اللہ ﷺ پر جو اعتراض کرتے تھے، اس کی وضاحت ﴿وَيَقُوْلُ ... رَّبِّهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں'' کافروں اور مشرکوں نے رسول اللہ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کہا تھا۔

(2) ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ اس پر کیوں نہیں اتارا گیا'' مشرک اعتراض کرتے تھے کہ پچھلے انبیاء کی طرح آپ ﷺ معجزات کیوں نہیں دکھاتے یعنی ان کا خیال تھا کہ معجزہ آتا تو وہ ایمان لاتے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''کہہ دو کہ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے؟ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان کے کام نہیں آتیں جو لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' (یونس:101)

(3) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (۹۶) وَلَوْ جَاۗءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (۹۷)﴾ ''یقیناً جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہوگئی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اگرچہ ان کے پاس ہر نشانی آجائے یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں۔'' (یونس:96،97)

(4) ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ ''اور اگر واقعتاً ہم ان پر فرشتے اتار دیتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور ہم ان کے سامنے ہر چیز جمع کر دیتے تب بھی وہ ایمان نہ لاتے تھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے لیکن ان میں سے اکثر جہالت برتتے ہیں۔'' (الانعام:111)

سوال 2: مشرکوں کے اعتراض کا جو جواب دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... اَنَابَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ﴾ ''آپ فرما دیں بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے'' رب العزت نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ کہہ دیں ہدایت اور گمراہی تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ ہدایت اور گمراہی معجزات پر موقوف نہیں ہے۔

(2) ﴿وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ﴾ ''اور وہ اپنی طرف راہ دکھاتا ہے'' وہ حق کی طرف ہدایت دیتا ہے یا اسلام کی طرف یا اپنی جناب کی طرف۔

(3) ﴿مَنْ اَنَابَ﴾ ''اسے ہی جو رجوع کرے'' جو توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ انابت کی اصل خیر اور بھلائی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ (فتح القدیر: 102/3)

(4) ہدایت معجزات سے نہیں رجوع الی اللہ سے ملتی ہے۔ اگر کسی نے ایک معجزہ، ایک نشانی بھی نہ دیکھی ہو لیکن وہ رب کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف رجوع کرے تو وہ اس کو ہدایت دیتا ہے یعنی نیکی کا الہام بھی کرتا ہے اور نیکیاں کرنے کی توفیق بھی دیتا ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

"جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے اطمینان پاتے ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں" (28)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مومنوں کے دلوں کو اطمینان ملتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ... الْقُلُوْبُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ایمان والوں کے دلوں کو تسکین پہنچتی ہے۔ ان کی خوشی اور فرحت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو کر کھل جاتے ہیں۔

(2) ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ "جو لوگ ایمان لائے" جو لوگ اپنے رب کو مان لیتے ہیں، جن کے دل اس پر یقین کر لیتے ہیں۔

(3) ﴿وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ﴾ "اور ان کے دل اطمینان پاتے ہیں" ان کے دل سے اضطراب دور ہو جاتا ہے، قلق ختم ہو جاتا ہے۔

(4) ﴿بِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ "اللہ تعالیٰ کی یاد سے" ان کے دلوں کے اطمینان کا سبب اللہ تعالیٰ کا ذکر بنتا ہے۔

(5) انسان کے لیے وہی چیز اطمینان اور خوشی کا باعث بنتی ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے، جس پر وہ یقین رکھتا ہے، جس سے اس کا دل جڑا ہوا ہوتا ہے۔ ذکر بھی ان ہی کو تسکین دیتا ہے، جو رب پر یقین رکھتے ہیں اور اس سے محبت کرتے ہیں۔

(6) دنیا میں خوشی کے اور ذرائع بھی ہیں۔ تسکین اور اطمینان کے بہت سے اسباب ہیں مگر ان سے جو سکون اور خوشی ملتی ہے وہ عارضی ہوتی ہے دیرپا نہیں ہوتی۔ انسان عارضی سکون کے لیے وقتی خوشیوں کے لیے کتنی محنت کرتے ہیں اور حقیقی خوشی اور اطمینان کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ایسے انسان دھوکے میں ہیں۔

(7) ذکر اللہ سے مراد تسبیح (سبحان اللہ) تہلیل (لا الہ الا اللہ) استغفار (استغفر اللہ) یا قرآن کی تلاوت ہے۔

(8) ایمان والوں کے دل اللہ تعالیٰ کی جانب مائل ہو کر خوش ہوتے ہیں اور اس کے ذکر میں تسکین پاتے ہیں اور اس کے مولیٰ اور مددگار ہونے پر راضی رہتے ہیں۔ (الاساس فی التفسیر: 5/275)

(9) جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے، اس کے ذکر سے کڑھنے لگتے ہیں، جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ﴾ "اور جب اکیلے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل تنگ پڑتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔" (الزمر: 45)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10)﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ''سن لو! اللہ تعالیٰ کی یاد ہی سے'' اللہ تعالیٰ کی یاد بہت بڑی چیز ہے، جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کا ذکر یقیناً بہت بڑا ہے۔'' (العنکبوت:45) یہ ذکر مومنوں کے دلوں کو مطمئن کرتا ہے اور جہاں تک کافروں کا تعلق ہے تو ان کے دل دنیا کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں اور مشرکوں کے دل اپنے بتوں کے تذکرے سے مطمئن ہوتے ہیں۔

(11)﴿تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ ''دل اطمینان پاتے ہیں'' دلوں کا اطمینان اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہے۔ دلوں کے لائق اور سزاوار بھی یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا کسی چیز سے مطمئن نہ ہوں کیونکہ دلوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کے انس اور اس کی معرفت سے بڑھ کر کوئی چیز لذیذ اور شیریں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور محبت کی مقدار کے مطابق دل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس قول کے مطابق یہاں ذکر سے مراد بندے کا اپنے رب کا ذکر کرنا ہے مثلاً تسبیح اور تکبیر و تہلیل وغیرہ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کتاب اللہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی یاددہانی کے لئے نازل فرمائی ہے۔ تب ذکر الٰہی کے ذریعے سے اطمینان قلب کے معنی یہ ہوں گے کہ دل جب قرآن کے معنی اور اس کے احکام کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں تو اس پر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ قرآن کے معانی حق مبین پر دلالت کرتے ہیں اور دلائل و براہین سے ان کی تائید ہوتی ہے اور اس پر دل مطمئن ہوتے ہیں کیونکہ علم اور یقین کے بغیر دلوں کو اطمینان حاصل نہیں ہوتا اور کتاب اللہ کامل ترین وجوہ کے ساتھ علم اور یقین کو متضمن ہے۔ کتاب اللہ کے سوا دیگر کتب علم و یقین کی طرف راجع نہیں ہوتیں، اس لئے دل ان پر مطمئن نہیں ہوتے، بلکہ اس کے برعکس وہ دلائل کے تعارض اور احکام کے تضاد کی بنا پر ہمیشہ قلق کا شکار رہتے ہیں۔﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ ''اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے۔'' (النساء:82) اور یہ چیز کتاب اللہ کی دی ہوئی خبر، کتاب اللہ میں تدبیر اور دیگر مختلف علوم میں غور و فکر سے واضح ہو جاتی ہے۔ پس (طالب حق) ان کتب علوم اور کتاب اللہ کے درمیان بہت بڑا فرق پائے گا۔ (تفسیر سعدی:2/1323، 1324)

(12) دلوں کا اطمینان اللہ تعالیٰ کی توحید میں ہے اور کہا گیا ذکر سے مراد اطاعت ہے اور اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے وعدوں سے دل اطمینان پاتے ہیں اور اللہ کی قسم کھانے سے دلوں کو سکون ملتا ہے اور کہا گیا اس کی رحمت کے ذکر سے دل اطمینان پاتے ہیں۔ (فتح القدیر:3/102)

(13) طمانیت قلب سے مراد اللہ تعالیٰ کی یاد میں خوشی اور سکون ملنا ہے جو اس کے کمال کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ جو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ثواب پر راضی رہنے اور یقین سے ملتا ہے۔ (تفسیر الثعلبی:3/368)

(14) رب العزت نے سکون پانے کی کیفیت کا ذکر فرمایا ہے: ﴿ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔'' (الزمر:23)

(15) ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔'' (الانفال:2)

(16) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿أَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا هُوَ ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَتَاهُ﴾ ''جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے ذکر سے ہونٹ ہلاتا ہے، میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔'' (ابن ماجہ:3792)

(17) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ﴾ ''ذکر الٰہی کے لیے کوئی قوم جب اور جہاں بیٹھتی ہے تو ملائکہ ان پر گھیرا ڈال لیتے ہیں، رحمت الٰہی کا ان پر سایہ ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی مجلس میں ان کا تذکرہ کرنے لگ جاتے ہیں۔'' (صحیح مسلم:6855)

(18) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ﴾ ''اپنے رب کو یاد کرنے والے اور نہ یاد کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔'' (بخاری:6407)

(19) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اہل جنت کو صرف اس گھڑی کی حسرت ہوگی جس میں انہوں نے (دنیا میں) اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا ہوگا۔'' (طبرانی، بیہقی)

(20) جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ زندہ انسانوں کا گھر ہے اور جس گھر میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کیا جاتا وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مردہ شخص کا گھر ہے۔(صحیح مسلم:1823)

(21)رب العزت کا فرمان ہے:﴿الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾''وہ لوگ جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔''
(آل عمران:191)

(22)سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اللہ (عزوجل) کا ذکر ہر حال میں کرتے تھے۔(مسلم:826)

سوال2:ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے کیسے اطمینان نصیب ہوتا ہے؟

جواب:(1)ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑنے کا یقین نصیب ہوتا ہے۔جب وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے متعلق ہیں۔اس کی رحمت کی چھاؤں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں امن میں ہیں محفوظ ہیں تو ان کا دل اطمینان پا جاتا ہے۔

(2)ایمان والے کائنات کی تخلیق، اس کے اور اپنے آغاز وانجام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم پر یقین رکھتے ہیں تو اطمینان پاتے ہیں۔

(3)جب ایمان والے اللہ تعالیٰ سے راضی ہوجاتے ہیں تو ان کا اطمینان پاتا ہے۔

سوال3:ایمان والوں کا دل کہاں کہاں اللہ تعالیٰ کی یاد سے مطمئن ہوتا ہے؟

جواب:(1)تنہائی کی مشکلات میں انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے مطمئن ہوجاتا ہے۔

(2)معاشرے میں رہتے ہوئے ظلم برداشت کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہر شر اور ہر زیادتی سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں سمجھ کر مطمئن ہوجاتے ہیں۔

(3)ایمان والے مصیبت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے مطمئن ہوجاتے ہیں۔

(4)ایمان والوں کو ہدایت، رزق اور دنیا وآخرت میں پردہ پوشی کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہوتا ہے اس لیے ان کے دل مطمئن ہوجاتے ہیں۔

سوال4:اہل ایمان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے کس نوعیت کا ایمان پیدا ہوتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اہل ایمان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے اطمینان پیدا ہوتا ہے،ایسے لوگوں کے دلوں میں ایمان کی تازگی اور مٹھاس پیدا ہوتی ہے۔

(2)ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا فضل حاصل ہوتا ہے۔

(3)یہ اطمینان دلوں میں اُترتا ہے اور اُن کو سکون اور خوشی دیتا ہے۔

(4)یہ اطمینان امن اور سلامتی کا شعور دیتا ہے۔

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ﴾

''جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے،ان کے لیے راحت وفرحت ہے اور اچھا ٹھکانہ ہے''(29)

سوال:ایمان لاکر نیک عمل کرنے والوں کو جو بشارت دی گئی ہے،اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِیْنَ...مَاٰبٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)رب العزت نے ایمان لاکر نیک عمل کرنے والوں کو یہ بشارت دیتے ہوئے کہ ان کے لیے راحت وفرحت اور بہترین ٹھکانہ ہے،فرمایا:(2)﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾''جولوگ ایمان لائے''یعنی جو اللہ تعالیٰ،محمد ﷺ اور قرآن مجید پر ایمان لائے۔(تفسیر سمرقندی:236/2)

(3)یعنی جو اپنے دل سے اللہ تعالیٰ،اس کے فرشتوں،اس کی کتابوں اور آخرت کے دن پر ایمان لائے۔

(4)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾''اور انہوں نے نیک عمل کیے''ہر وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خالصتاً اس کی رضا کے لیے اور نبی ﷺ کی سنت کے مطابق ہو وہ عمل صالح ہے۔اعمال صالحہ کا تعلق دل،زبان اور اعضاء سے ہے۔دل کے نیک اعمال جو دل کی عبادات ہیں ان میں اخلاص،اللہ تعالیٰ سے محبت،توکل،اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا،اس سے امید باندھنا،تقویٰ،صبر،شکر،تفکر،محاسبہ وغیرہ ہیں۔زبان کے اعمال میں ذکر الٰہی،دعا،تلاوت،قرآن مجید کی تعلیم،نیکی کا حکم دینا،برائی سے روکنا وغیرہ آجاتا ہے اور اعضاء کے اعمال میں نماز،خدمت خلق کے کام،حلال رزق کمانا،دعوت الی اللہ کے کام اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ ہیں جن کے ذریعے ایمان کی تصدیق ہوتی ہے۔

(5)﴿طُوْبٰی لَهُمْ﴾''ان کے لیے راحت وفرحت ہے''یعنی ایمان لاکر اچھے اعمال کرنے والوں کا حال اچھا ہے۔

(6)طوبیٰ جنت کے ایک درخت کا نام ہے جس کی ٹہنیاں ساری جنت میں پھیلی ہوئی ہیں اور ہر گھر میں اس کی ایک شاخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔(ابن جریر)

(7) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر عمدہ گھوڑے یا تیز رفتاری کے لیے تیار گھوڑے کا سوار اس کے سائے میں سو سال تک بھی چلتا رہے تو اس کا سایہ ختم نہیں ہوگا۔'' (بخاری:6553)

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب جنت کی پیدائش ہو چکی اس وقت جناب باری نے یہی فرمایا تھا۔ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت کا نام بھی طوبیٰ ہے کہ ساری جنت میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں ہر گھر میں اس کی شاخ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھوں سے بویا ہوگا۔ لولو کے دانے سے پیدا کیا ہے اور بحکم الٰہی یہ بڑھا اور پھیلا ہے۔ اس کی جڑوں سے جنتی شہد، شراب، پانی اور دودھ کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ (ابن کثیر)

(9) ﴿وَحُسْنُ مَاٰبٍ﴾ ''اور اچھا ٹھکانہ ہے'' یعنی جنت جو دار السلام ہے، جس کی نعمتیں قائم رہنے والی ہیں۔

(10) یعنی ان کا حال پاک صاف اور ان کا انجام اچھا ہے اور یہ اس بنا پر ہے کہ انہیں دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی طرف سے اکرام و تکریم حاصل ہے اور انہیں کامل راحت اور پورا اطمینان قلب عطا کیا گیا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1324)

(11) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگوں نے پوچھا: یارسول اللہ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، کیا چودھویں رات کو چاند دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ! پھر آپ نے پوچھا کہ جب بادل نہ ہوں تو تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں یارسول اللہ! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر تم اسی طرح اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے قیامت کے دن۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا کہ تم میں جو کوئی جس چیز کی پوجا پاٹ کیا کرتا تھا وہ اس کے پیچھے لگ جائے۔ چنانچہ جو سورج کی پوجا پاٹ کیا کرتا تھا، وہ سورج کے پیچھے ہو جائے گا، جو چاند کی پوجا کرتا تھا وہ چاند کے پیچھے ہو جائے گا اور جو بتوں کی پوجا کیا کرتا تھا وہ بتوں کے پیچھے لگ جائے گا (اسی طرح قبروں تعزیوں کے پجاری قبروں تعزیوں کے پیچھے لگ جائیں گے) پھر یہ امت باقی رہ جائے گی اس میں بڑے درجہ کے شفاعت کرنے والے بھی ہوں گے یا منافق بھی ہوں گے۔ ابراہیم کو ان لفظوں میں شک تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم یہیں رہیں گے۔ یہاں تک کہ ہمارا رب آجائے۔ جب ہمارا رب آجائے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس اس صورت میں آئے گا جسے وہ پہچانتے ہوں گے اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، وہ اقرار کریں گے کہ تو ہمارا رب ہے چنانچہ وہ اس کے پیچھے ہو جائیں گے اور دوزخ کی پیٹھ پر پل صراط نصب کر دیا جائے گا اور میں اور میری امت سب سے پہلے اس کو پار کرنے والے ہوں گے اور اس دن صرف انبیاء بات کر سکیں گے اور ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انبیاء کی زبان پر یہ ہوگا: اے اللہ مجھ کو محفوظ رکھ مجھ کو محفوظ رکھ۔" (بخاری:7437)

﴿كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ

"اسی طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے یقیناً اس سے پہلے کئی قومیں گزر چکی ہیں تاکہ آپ لوگوں کو وہ پڑھ

الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور وہ رحمن کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں وہی میرا رب ہے، اس کے

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ﴾

سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے" (30)

سوال 1: رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد تلاوت آیات اور دعوت الی اللہ ہے، اس کی وضاحت ﴿كَذٰلِكَ ... مَتَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد ﷺ! ﴿كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ﴾ "اسی طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے یقیناً اس سے پہلے کئی قومیں گزر چکی ہیں" یعنی جیسے ہم نے پہلے رسولوں کو بھیجا اسی طرح آپ ﷺ کو مبعوث کیا تاکہ:

(2) ﴿لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ﴾ "تاکہ آپ لوگوں کو وہ پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے" یعنی تاکہ آپ ﷺ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کو تلاوت کریں جو رحمت، ہدایت اور شفا ہے، آپ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں اور اس کا پیغام پہنچائیں۔

(3) آپ ﷺ ان پر قرآن پڑھیں جس میں تذکیر، تعلیم، خوش خبریاں اور ڈراوے ہیں۔

(4) قرآن حکیم کی آیات دلوں کے لیے شفا ہیں، وہ انسان کے نفس کا تزکیہ کرتی ہیں۔ یہ آیات ہدایت ہیں، ان کی وجہ سے بندوں کو زندگی گزارنے کے لیے راہ نمائی ملتی ہے۔

(5) ﴿وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ﴾ "اور وہ رحمن کے ساتھ کفر کرتے ہیں" مکہ والوں کو اللہ تعالیٰ کے اسماء الرحمن اور الرحیم سے شرم آتی ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے سے انہیں آر آتی تھی۔ اس لیے کہتے تھے کہ ہم رحمن کو نہیں جانتے، اس لیے فرمایا: ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى﴾ "آپ کہہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیں کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو، جس سے بھی تم پکارو سب بہترین نام اسی کے ہیں۔" (بنی اسرائیل:110)

(6) الرحمٰن وہ ہے جس نے آپ ﷺ کو ان کی طرف ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ ان کو سعادت اور کمال حاصل ہو اور وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر 712، 713)

(7) وہ الرحمن کا انکار کرتے ہیں جس نے اتنی نعمتیں عطا کی ہیں جن کا وہ شمار نہیں کر سکتے۔ اس کی رحمت نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اور وہ اس کی رحمت اور اس کے فضل کا شکر ادا نہیں کرتے۔ اس کا احسان ہے کہ اس نے قرآن نازل فرمایا جو دنیا و آخرت کے مصالح کی کفالت کرنے والا ہے۔

(8) ﴿قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ "آپ کہہ دیں وہی میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں" یعنی یہ ذات گرامی جس کے ساتھ تم کفر کرتے ہو میں اس کا اعتراف کرتا اور اس کے ساتھ ایمان رکھتا ہوں، اس کی ربوبیت اور الوہیت کا اقرار کرتا ہوں، وہ میرا پروردگار ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (المصباح المنیر: 434/3)

(9) میرا ایمان ہے، وہی میرا رب ہے اور وہی سچا معبود ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(10) ﴿عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾ "اسی پر میں نے بھروسہ کیا" وہی اعتماد کے لائق ہے۔ میں اپنے ہر کام میں اسی پر اعتماد کرتا ہوں، ہر مومن کو اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہئے کیونکہ اس کا رشتہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس سے زیادہ کوئی اپنے وعدوں کو پورا نہیں کر سکتا۔ مومن اپنے سارے معاملات اس کے حوالے کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھروسے کے لائق نہیں۔

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ "اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اس کو کافی ہے۔" (الطلاق:3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جنت میں کچھ ایسی قومیں داخل ہوں گی کہ جن کے دل نرم مزاجی اور توکل علی اللہ میں پرندوں کی طرح ہوں گے۔" (صحیح مسلم:7162)

(12) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: "اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔" (جامع ترمذی:2344)

(13) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ دعا ﴿بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ "اللہ تعالیٰ کے نام سے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں، طاقت اور قوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ ہے، پڑھ لیتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے تو کفایت کیا گیا ہے اور شر سے محفوظ کیا گیا ہے اور شیطان اس سے دور رہتا ہے۔'' (جامع ترمذی:3426)

(14) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْ تُضِلَّنِيْ اَنْتَ الْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ﴾ ''اے اللہ! میں تیرا فرماں بردار ہوا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ ہی پر میں نے بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف میں نے رجوع کیا اور تیرے ہی لیے میں نے جھگڑا کیا۔ اے اللہ! میں تیری عزت کی پناہ میں آتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں یہ کہ تو مجھے گمراہ کرے۔ تو ہی زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آنی اور جن اور انسان تو مر جائیں گے۔'' (مسلم:2717)

(15) سیدنا ابو عمار براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اے فلاں! جب تو اپنے بستر کی طرف جگہ پکڑے یعنی لیٹ جائے تو یہ پڑھ لیا کر: ﴿اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِيْ اِلَيْكَ وَوَجَّهْتُ وَجْهِيَ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَبِنَبِيِّكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ﴾ ''اے اللہ! میں نے اپنا نفس تیرے سپرد کر دیا اور اپنا چہرہ تیری طرف متوجہ کر لیا اور اپنا معاملہ تجھے سونپ دیا ہے اور اپنی پیٹھ تیری طرف لگا لی ہے تیری طرف رغبت کرتے ہوئے اور ڈرتے ہوئے، تیری گرفت کے مقابلے میں تیرے سوا کوئی جائے پناہ اور مقام نجات نہیں۔ میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور اس پیغمبر کو مانا جسے تو نے بھیجا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر اگر تجھے تیری اس رات میں موت آ گئی تو تجھے فطرت اسلام پر موت آئے گی اور اگر تو نے صبح کی یعنی موت نہ آئی تو تو بھلائی کو پہنچ گیا۔'' (بخاری: کتاب الدعوات)

(16) ﴿وَاِلَيْهِ مَتَابِ﴾ ''اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے'' میں اسی کی درگاہ میں توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(17) یعنی میں اپنی تمام عبادات اور حاجات میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ (تفسیر سعدی:2/1325)

سوال 2: دعوت دینے والا کیسے گھبراہٹ اور پریشانی سے بچ سکتا ہے؟

جواب: (1) جب دعوت دینے والا یہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے۔

(2) جب دعوت دینے والا لوگوں کے سامنے اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے۔

(3) جب دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود بنانے کا اعتراف کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) جب دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا اعتراف کرتا ہے۔

(5) جب دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا اعتراف کرتا ہے تو ہر قسم کی گھبراہٹوں سے بچ جاتا ہے۔

سوال 3: دعوت دینے والے کے لیے کن بنیادی اوصاف کی ضرورت ہے؟

جواب (1) اللہ تعالیٰ کو اپنا رب بنانا۔

(2) ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی فرماں برداری کرنا۔ (3) اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا۔

(4) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا دعوت دینے والے کے لیے بنیادی اوصاف ہیں۔

سوال 4: توکل کی صفت اپنے اندر کیسے پیدا کریں؟

جواب: (1) توکل کے لئے ضروری ہے کہ انسان یہ یقین رکھے، اپنے دل میں چند باتیں بٹھالے کہ

(i) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ پورے علم والا ہے وہ نیتوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہے۔

(iii) اللہ تعالیٰ تمام اختیارات کا مالک ہے۔

(iv) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بڑھ کر کسی کی رحمت نہیں۔

(v) اللہ تعالیٰ کی قوت سے زیادہ کسی کی قوت نہیں۔ (vi) اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی سے بڑھ کر کسی کی راہ نمائی نہیں۔

(2) توکل کے لئے دل کی قوت چاہیے، یقین کی طاقت چاہیے۔ دل کی قوت ایمان کی قوت سے ہے اور ایمان کو دل میں بٹھانا پڑتا ہے اور دل میں بٹھانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا کلام یہ یقین دل میں بٹھاتا ہے، کوشش انسان کے پارٹ پر ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے کلام کو دن رات تلاوت کرے، ذاتی رشتہ قائم کرنا ضروری ہے۔ دعا لازم ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! اس قرآن حکیم کو میرے دل کی بہار، میری آنکھوں کا نور، میرے غم کا مداوا بنادے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی ذات پر اتنا اعتماد رکھے جتنا انصاف کے حصول کے لئے وکیل پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ یہ پہلا درجہ ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایسا اعتماد رکھے جیسا ننھا بچہ اپنی ماں پر یقین رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا شیدائی ہے۔ اپنے سارے کام اللہ تعالیٰ کے حوالے کردے یہ سچا توکل ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں میں انسان ایسا ہو جائے جیسے میت کو نہلانے والے کے ہاتھ میں میت ہوتی ہے، نہ اپنی مرضی، نہ resistance، پوری حوالگی۔

(6) یہ توکل انسان کے اندر مسلسل توجہ سے اور کوشش سے پیدا ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ

"اور اگر واقعتاً قرآن ایسا ہوتا جس کے ساتھ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا جس کے ساتھ زمین ٹکڑے کر دی جاتی یا اس کے ساتھ مردوں سے کلام

بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ

کیا جاتا۔ بلکہ سارے کا سارا کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔ تو کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں مایوس نہیں ہو گئے کہ اگر اللہ تعالیٰ

لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا

چاہتا تو سب انسانوں کو ہدایت دے دیتا اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کا ہمیشہ یہی حال رہے گا کہ ان کے اعمال کی وجہ سے ان پر

قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ

کوئی نہ کوئی آفت آتی رہے گی یا ان کے گھر کے قریب کہیں نازل ہوتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آ جائے،

ع 4 5 10

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا" (31)

سوال 1: قرآن مجید کی فضیلت کی وضاحت ﴿وَلَوْ ... الْاَمْرُ جَمِيْعًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے قرآن مجید کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ پر نازل فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا﴾ "اور اگر واقعتاً قرآن ایسا ہوتا" یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں سے کوئی ایسا قرآن ہوتا۔

(2) ﴿سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ﴾ "جس کے ساتھ پہاڑ چلا دیئے جاتے" جس سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیے جاتے ﴿اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ﴾ "یا جس کے ساتھ زمین ٹکڑے کر دی جاتی" یا اس کے ذریعے زمین ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی یعنی اسے پھاڑ کر دریاؤں اور باغوں میں تبدیل کر دیا جاتا ﴿اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى﴾ "یا اس کے ساتھ مردوں سے کلام کیا جاتا" یا اس کے ذریعے، اس کی برکت سے مردے زندہ ہو کر بولنے لگتے تو وہ قرآن ہی ہوتا جس میں یہ صفات پائی جاتیں۔

(3) اس قرآن میں وہ اعجاز ہے کہ تمام انسان اور جن مل کر بھی اس کی آیت نہیں بنا سکتے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ﴾ "اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ٹکڑے ہونے والا دیکھتے۔'' (الحشر:21)

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر نبی کو کوئی نہ کوئی ایسا معجزہ ملا جسے دیکھ کر لوگ ایمان لائے، مجھے ایسا معجزہ ملا جو قرآن ہے اور مجھے امید ہے کہ میری امت کی تعداد تمام امتوں کی تعداد سے زیادہ ہوگی۔'' (ابن کثیر)

(6) ﴿بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا﴾ ''بلکہ سارے کا سارا کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے'' وہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

(7) اس لئے اللہ تعالیٰ صرف وہی معجزے دکھاتا ہے جن کا تقاضا اس کی حکمت کرتی ہے۔ تب ان جھٹلانے والوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنی خواہش سے معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں؟ پس کیا ان کو یا کسی اور کو آیات و معجزات پر کوئی اختیار ہے؟ پس انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو ہدایت دینے پر قادر ہے مگر اللہ تعالیٰ ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1325، 1326)

(8) افسوس تو یہ ہے کہ وہ قرآن جیسی مقدس کتاب کو ٹھکرا رہے ہیں۔ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہی پیدا کرنے والا ہے، قدرت رکھنے والا، ہر چیز کا مالک ہے، جو وہ چاہتا ہے، وہی ہوتا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

سوال 2: ﴿اَفَلَمْ ... الْمِيْعَادَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا﴾ ''تو کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں مایوس نہیں ہو گئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب انسانوں کو ہدایت دے دیتا'' ایمان والے کیوں ناامید ہو گئے؟ کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہدایت دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا اور ساری دنیا میں لوگ صرف اسلام پر چلتے مگر اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرنا چاہتا۔ وہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔

(2) ﴿وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کا ہمیشہ یہی حال رہے گا'' یعنی کافر کبھی نصیحت حاصل نہیں کرتے اسی وجہ سے کافروں پر ہمیشہ مصیبتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔

(3) ﴿تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا﴾ ''ان کے اعمال کی وجہ سے ان پر آتی رہے گی'' یعنی ان کے کفر و شرک کی وجہ سے۔

(4) ﴿قَارِعَةٌ﴾ ''کوئی نہ کوئی آفت'' یعنی ایسا اندوہ ناک عذاب جس سے ان کے دل ڈر جائیں اور وہ خوف اور غم میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مبتلا ہوں مثلاً بیماری، قتل اور قید وغیرہ۔ (ابن التفاسیر:713) (5) قارعۃ: آفت، مصیبت۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(6) ﴿اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ﴾ ''یا ان کے گھر کے قریب کہیں نازل ہوتی رہے گی'' یا ان کے آس پاس کی بستیاں مصائب کا شکار رہتی ہیں تاکہ وہ عبرت پکڑیں اور اپنی بداعمالیوں سے باز آجائیں۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور ہم نے تمہارے آس پاس کی بستیاں تباہ کردیں اور ہم نے پھیر پھیر کر اپنی آیات بیان کیں، شاید کہ وہ لوٹ آئیں۔'' (الاحقاف:27)

(8) ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَاْىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی، سو کیا اگر آپ وفات پا جائیں تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟'' (الانبیاء:34)

(9) ﴿حَتّٰٓى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ﴾ ''یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجائے'' حسن نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے سے مراد قیامت ہے۔ (10) اللہ تعالیٰ کے وعدے سے مراد فتح مکہ، ناگہانی آفت یا قیامت کا دن ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1/926)

(11) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے اور رسول اللہ ﷺ سے جو فتح و نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا کیونکہ وہ کبھی اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

(12) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز ایسا نہ سمجھیں کہ وہ اپنے رسولوں سے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، انتقام لینے والا ہے۔'' (ابراہیم:47)

(13) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول عذاب کے بارے میں تہدید و تخویف ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر، عناد اور ظلم کی بنا پر وعدہ کر رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1325، 1326)

﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۣ

''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا ہے تو میں نے ان کو مہلت دی جنہوں نے کفر کیا پھر میں نے

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾

انہیں آ پکڑا تو کیسا تھا میرا عذاب!'' (32)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: رسول اللہ ﷺ کو جو تسلی دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدِ...عِقَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا ہے'' رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ لوگوں کے جھٹلانے کا غم نہ کریں، آپ ﷺ سے پہلے بھی لوگ جھٹلائے جاتے رہے ہیں۔ آپ ﷺ سے پہلے بھی کوئی رسول ایسا نہیں گزرا جس کا مذاق نہ اڑایا گیا ہو جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔ ﴿وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ''اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔'' (الحجر:11)

(2) آپ ﷺ کی مشرک قوم آپ ﷺ کو جھٹلاتی ہے تو دراصل اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتی ہے۔ ان کی اذیتوں پر صبر کریں اور اپنے رب کے حکم پر ثابت قدمی سے عمل کریں اور انہیں برے انجام سے ڈراتے رہیں۔

(3) ﴿فَأَمْلَيْتُ﴾ ''تو میں نے ان کو مہلت دی'' میں نے ڈھیلا چھوڑا مہلت دی، یہ لفظ ملی اور ملاوۃ سے نکلا ہے اسی سے نکلا ہے جو جبرائیل کی حدیث میں ہے۔ فلبثت ملیا (یا قرآن میں ہے) واھجرنی ملیا اور کشادہ لمبی زمین کو ملا کہتے ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(4) ﴿فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا﴾ ''تو میں نے ان کو مہلت دی جنہوں نے کفر کیا'' پھر ایک مدت تک میں نے ان کو مہلت دی جنہوں نے رسولوں کا انکار کیا حتیٰ کہ انہیں یقین ہو گیا کہ انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

(5) ﴿ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ﴾ ''پھر میں نے انہیں آ پکڑا'' یعنی انہیں مختلف طرح کے عذابوں میں پکڑ لیا۔

(6) ان کی نافرمانیوں اور تکذیب کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا۔ (تفسیر سمرقندی:2/238)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا ۚ وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ﴾ ''اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں میں نے ڈھیل دی اس حال میں کہ وہ ظالم تھیں پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔'' (الحج:48)

(8) ﴿فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ﴾ ''تو کیسا تھا میرا عذاب!'' یعنی غور تو کرو میں نے ان کے ساتھ کیا کیا؟ انہیں مہلت دی پھر پکڑ لیا اور تباہ کر دیا۔

(9) اللہ تعالیٰ کی سزا بڑی سخت اور اس کا عذاب بڑا دردناک ہے۔ وہ لوگ جو آپ کو جھٹلاتے ہیں اور آپ کا تمسخر اڑاتے ہیں، ہماری دی ہوئی مہلت سے دھوکے میں مبتلا نہ ہوں، ان کے سامنے ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں کا نمونہ موجود ہے، لہٰذا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان کے ساتھ بھی وہی سلوک نہ کیا جائے جو گزشتہ نافرمان قوموں کے ساتھ کیا گیا۔ (تفسیر سعدی: 2/1326)

(10) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔ راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بے شک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی سخت ہے۔'' (بخاری: کتاب التفسیر)

﴿اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ

''تو کیا وہ جو نگران ہے ہر جان پر جو اس نے کمایا (کوئی دوسرا اس کا شریک ہو سکتا ہے؟) اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک بنا لیے

قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ

ہیں۔ آپ کہہ دیں تم ان کا نام پکارو، یا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جس کو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے؟ یا یہ ظاہری

مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ

باتوں میں سے ہیں بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا ان کی مکاریاں ان کے لیے خوش نما بنا دی گئی ہیں اور وہ سیدھے راستے سے روک دیے

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾

گئے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے پھر اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں'' (33)

سوال: اللہ تعالیٰ اور مشرکوں کے معبودان باطلہ میں کچھ مشترک نہیں، اس کی وضاحت ﴿اَفَمَنْ...هَادٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ﴾ ''تو کیا وہ جو نگران ہے ہر جان پر جو اس نے کمایا (کوئی دوسرا اس کا شریک ہو سکتا ہے؟)'' یعنی کیا وہ جو ہر ایک کے اعمال کا محافظ اور نگران ہے، جو انہیں رزق دیتا ہے، جو ان کے اچھے، برے اعمال کو جانتا ہے، جو انہیں ان کے اعمال کی جزا دے گا اور وہ اللہ تعالیٰ ہے، اس کی طرح ہو سکتا ہے جو نہ حفاظت کرتا ہو، نہ رزق دیتا ہو، نہ علم رکھتا ہو، نہ جزا دیتا ہو؟

(2) ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کچھ شریک بنا لیے ہیں'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں جن کے پاس کوئی اختیار نہیں جب کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کو کسی کی ضرورت نہیں، سب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی کے محتاج ہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، نہ اس کا کوئی ہمسر اور نظیر ہے۔

(3) یہ بتاؤ کہ کیا خالق اور مخلوق، رازق اور مرزوق برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا مالک اور غلام برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا قادر اور بے اختیار برابر ہو سکتے ہیں؟ مان لو حق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کے سوا کوئی رب نہیں۔

(4) ﴿قُلْ﴾ یعنی اے ہمارے رسول! آپ ان سے کہہ دیں۔ ﴿سَمُّوْهُمْ﴾ ''تم ان کا نام پکارو'' یعنی ہمیں ان کے بارے میں ان کے ناموں سے کچھ پتہ چلے، ہم بھی کچھ حالات جان لیں۔

(5) ہمیں اپنے معبودوں کے بارے میں بتاؤ اور ان کے حالات ہم پر کھولو تا کہ ہم انہیں پہچانیں کیونکہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ (الاساس: 5/2757)

(6) ﴿اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ﴾ ''یا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جس کو وہ زمین میں جانتا ہی نہیں ہے؟'' جب کہ اللہ تبارک وتعالیٰ غائب اور حاضر ہر چیز کو جانتا ہے اور اس کے علم میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو اس کی شریک ہو تو ان کے اس دعویٰ کا بطلان واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے اور تم اس شخص کی مانند ہو جو اللہ تعالیٰ کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس کا کوئی شریک ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کا علم نہیں ہے اور یہ باطل ترین قول ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1327)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ ''اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے۔'' (الانعام: 59) (8) ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (ہود: 6)

(9) ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور آپ کسی حال میں نہیں ہوتے اور نہ آپ اس کی طرف سے قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہیں اور نہ کوئی عمل کرتے ہیں مگر ہم تمہارے اوپر گواہ ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو اور آپ کے رب سے نہ کوئی ذرہ برابر چیز زمین میں غائب ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک واضح کتاب میں ہے۔'' (یونس: 61)

(10) ﴿يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ ''وہ جانتا ہے جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے اور جہاں کہیں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔'' (الحدید:4)

(11)﴿اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ﴾ ''یا یہ ظاہری باتوں میں سے ہیں'' تمہارے دعویٰ کہ اللہ تعالیٰ کا شریک ہے، کی انتہا یہ ہے کہ یہ تمہاری خالی خولی باتیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور تمام کائنات میں کوئی ایسی ہستی نہیں جو کچھ بھی عبادت کی مستحق ہو۔ (تفسیر سعدی:2/1327)

(12) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنْ هِيَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى﴾ ''یہ (بت) کچھ نہیں سوائے چند ناموں کے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، ان کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، نہیں وہ پیچھے چلتے مگر وہم وگمان کے اور جو ان کے دل چاہتے ہیں۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً اُن کے رب کی جناب سے اُن کے پاس ہدایت آچکی ہے۔'' (النجم:23)

(13) حقیقت یہ ہے کہ آپ لوگوں نے کچھ نام گھڑ لیے پھر خود ہی انہیں نفع اور نقصان پر قادر سمجھ لیا پھر انہیں پوجنے لگے۔ تمہارے پاس نہ اس کی کوئی عقلی دلیل ہے، نہ نقلی، محض وہم ہے۔

(14)﴿بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ﴾ ''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا ان کی مکاریاں ان کے لیے خوش نما بنا دی گئی ہیں اور وہ سیدھے راستے سے روک دیے گئے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر، شرک اور تکذیب کو ان کے لیے مزین کروا دیا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ﴾ ''اور ہم نے ان پر برے دوست مسلط کر دیے ہیں تو انہوں نے ان کے آگے اور ان کے پیچھے سے ہر چیز کو ان کے لیے خوش نما بنا دیا، اور ان پر وہی بات ثابت ہوگئی جو جنوں اور انسانوں کے ان گروہوں پر ہو چکی جو ان سے پہلے گزر چکے تھے، یقیناً وہ خسارہ اٹھانے والے تھے۔'' (فصلت:25)

(15)﴿وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ﴾ ''اور وہ سیدھے راستے سے روک دیے گئے'' یعنی وہ خود صراط مستقیم سے نہیں رکے، انہیں روک دیا گیا ہے اس راستے سے جو جنت تک پہنچاتا ہے۔ (16) انہیں حق کے راستے سے روک دیا گیا ہے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے وہ اس سے دور ہو گئے، اس لیے انہوں نے ہدایت نہیں پائی۔ (ایسر التفاسیر:714) (17) ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ﴾ ''اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے'' یعنی جس کو اللہ تعالیٰ دین اسلام سے بھٹکا دے اور وہ اس کی موافقت نہ کرے۔

(18) ﴿فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''پھر اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں'' جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کون ہدایت پر لا سکتا ہے؟ کیونکہ کسی کے اختیار میں کچھ نہیں۔

(19) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت نہیں دیتا جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے اور نہ ہی ان کے لیے کوئی مددگار ہیں۔'' (النحل:37)

(20) رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾ ''یقیناً آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔'' (القصص:56)

﴿لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَ مَا

''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے اور

لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ﴾

انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں'' (34)

سوال: مشرکوں کی سزا کی وضاحت ﴿لَهُمْ ... وَّاقٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے کفر و شرک کو بیان کرنے کے بعد ان کی سزا بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے'' یعنی دنیا کی زندگی میں ان کے لیے سخت عذاب ہیں۔ قید اور دیگر ساری مصیبتیں۔ (تفسیر مراغی:5/90)

(2) ﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ﴾ ''اور یقیناً آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے'' یعنی آخرت کا عذاب اپنی شدت کی وجہ سے بھی دنیا کے عذاب سے سخت ہے اور دوسرا وہ دائمی عذاب ہے۔

(3) نبی ﷺ نے لعان کرنے والوں سے یہ کہا تھا: ﴿اَنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ﴾ ''بے شک دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے ہلکا ہے۔'' (مسلم:3746) (4) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ﴾ ''چنانچہ اس دن اللہ تعالیٰ کے عذاب جیسا کوئی عذاب نہ دے گا۔'' (الفجر:25)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ﴾ ''اور انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں ہوگا کہ ان سے عذاب کو ہٹا دے یا اس کو دور کر دے۔

(6) جب وہ عذاب میں مبتلا کر دیے جائیں گے تو اسے کوئی روک نہیں سکے گا۔

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ

''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے، اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اس کا پھل اور اس کا سایہ دائمی ہیں۔

تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۚ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ﴾

یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی بنے اور کافروں کا انجام آگ ہے''(35)

سوال: متقیوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے، اس کے اوصاف کی وضاحت ﴿مَثَلُ...اتَّقَوْا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ﴾ ''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے'' جنت جس کا وعدہ کیا گیا ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر نیک اعمال کیے اور اس کے عذاب کے خوف سے برے اعمال سے بچتے رہے۔ یہ وعدہ خالق و مالک کی جانب سے متقیوں سے کیا گیا۔

(2) یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نواہی کو ترک کر دیا اور اس کے اوامر کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کی، ان کے لئے جنت کا وعدہ ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1328)

(3)﴿تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں'' جنت کیسی ہے؟ اس کا ماحول کیا ہے؟ اس میں کیسی کیسی نعمتیں رکھی گئیں؟ وہاں نہریں بہہ رہی ہوں گی، شراب کی نہریں جو پینے والوں کی عقل مختل کرے گی نہ اس سے سر درد ہوگا، دودھ کی نہریں جو کبھی خراب نہیں ہوگا۔ پانی کی نہریں جو شفاف ہوگا۔ شہد کی نہریں جس میں مری ہوئی مکھیوں کی ٹانگیں نہیں ہوں گی، ایسی نہریں جو جنت کے باغوں کو سیراب کریں گی اور باغات میں طرح طرح کے پھل ہوں گے۔ ایسی نہریں جس میں گڑھے نہیں ہوں گے۔

(4)﴿اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا﴾ ''اس کا پھل اور اس کا سایہ دائمی ہیں'' اس کے پھل ہمیشہ رہیں گے نہ موسم ختم ہوگا، نہ درختوں پر پھل ختم ہوں گے۔ وہ درخت کبھی فنا نہیں ہوں گے۔ جنت کے پھل اور اس کی چھاؤں دائمی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيرًا﴾ ''نہ اس میں وہ شدید دھوپ دیکھیں گے اور نہ ہی یخ سردی۔'' (الانسان:13) (6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا، رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگ گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اور آپ کی معیت میں لوگوں نے نماز پڑھی۔ آپ نے بہت طویل قیام کیا، سورہ بقرہ کے بقدر، پھر آپ نے بہت طویل رکوع کیا، پھر آپ نے سر اٹھایا اور طویل قیام کیا اور وہ پہلے قیام سے کم تھا، پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور وہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر آپ نے سجدے کیے، پھر آپ نے طویل قیام کیا اور وہ پہلے قیام سے کچھ کم تھا، پھر آپ نے طویل رکوع کیا اور وہ پہلے رکوع سے کم تھا، پھر آپ نے سر اٹھایا اور طویل قیام کیا اور وہ اپنے سے پہلے والے قیام سے کم تھا، پھر آپ نے لمبا رکوع کیا اور وہ پہلے کے رکوع سے کم تھا، پھر آپ نے سجدے کیے، پھر آپ نے سلام پھیرا تو سورج روشن ہو چکا تھا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: ''سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی دو نشانیوں میں سے نشانیاں ہیں، وہ کسی کی موت پر گرہن زدہ نہیں ہوتے اور نہ کسی کی زندگی کے سبب سے (انھیں گرہن لگتا ہے) جب تم (ان کو) اس طرح دیکھو تو اللہ کا ذکر کرو (نماز پڑھو۔)'' لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کو دیکھا، آپ نے اپنے کھڑے ہونے کی اس جگہ پر کوئی چیز لینے کی کوشش کی، پھر ہم نے دیکھا کہ آپ رک گئے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نے جنت دیکھی اور میں نے اس میں سے ایک گچھہ لینا چاہا اور اگر میں اس کو پکڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس میں سے کھاتے رہتے۔'' (مسلم:2109)

(7) حدیث میں ہے کہ جنتی جب پھل توڑیں گے تو فوراً اس کی جگہ نیا پھل لگ جائے گا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جنتی لوگ بہت کھائیں پئیں گے پھر انہیں نہ تھوک آئے گی نہ ناک نہ پیشاب اور بس مشک جیسی خوشبو والا پسینہ آئے گا اور اس سے کھانا ہضم ہو جائے گا۔ جیسے سانس بے تکلف چلتا ہے اور اس طرح تسبیح اور تقدیس الہام کی جائے گی۔'' (ابن کثیر:55)

(8) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنتی جنت میں خوب کھائیں پئیں گے، لیکن وہ نہ تھوکیں گے، نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ اور نہ ناک جھاڑیں گے۔ لوگوں نے عرض کی کہ پھر کھانا، کہاں جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''انہیں ڈکار اور پسینہ آئے گا، اس میں مشک کی خوشبو ہوگی۔ (بس اسی سے ان کا کھانا وغیرہ ہضم ہو جائے گا) اور (جنت میں) ان کی زبانوں پر تسبیح و تحمید اس طرح جاری ہوگی جس طرح سانس چلتا ہے۔'' (مسلم:7152)

(9) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سائے میں چلنے والا عمدہ تیز رفتار گھوڑے کا سوار سو سال تک چل کے بھی اسے طے نہیں کر سکتا۔'' (صحیح مسلم:7139)

(10) ﴿تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوا﴾ ''یہ ان لوگوں کا انجام ہے جو متقی بنے'' یعنی ان کا انجام جو رب پر ایمان لائے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی عبادت کی، اس کو ایک جانا، اس کے اوامر ونواہی میں اس کی اطاعت کی۔(ایسر التفاسیر:715)

(11) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت تکلیفوں سے گھری ہوئی ہے جب کہ دوزخ نفسانی خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔''(صحیح مسلم:7130)

(12) رسول اللہ ﷺ تقویٰ کے لیے دعا کرتے تھے۔﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى﴾ ''اے اللہ میں تجھ سے ہدایت تقویٰ پاک دامنی اور غنا مانگتا ہوں۔''(صحیح مسلم:6904)

سوال 2: کافروں کے انجام کی وضاحت ﴿وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ﴾ ''اور کافروں کا انجام آگ ہے'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا، گناہ کیے اور اپنے نفسوں کو گناہوں میں آلودہ کیا ان کا انجام آگ ہے۔ دیکھو دونوں گروہوں کے انجام میں کتنا فرق ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ ''دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں ہو سکتے، جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہیں۔''(الحشر:20)

﴿وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ

''اور جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اس پر خوش ہوتے ہیں جو آپ پر اتارا گیا ہے اور ان گروہوں میں ایسے بھی

مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ

جو اس کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ

اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ﴾

شریک نہ بناؤں۔ میں اس کی طرف دعوت دیتا ہوں اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے''(36)

سوال 1: سچے اہل کتاب قرآن مجید سے خوش ہوتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... بَعْضَهٗ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ﴾ ''اور جن کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی'' رب العزت نے فرمایا کہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب اللہ دی، وہ اس کی معرفت رکھتے ہیں اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔

(2)﴿يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ ''وہ اس پر خوش ہوتے ہیں جو آپ پر اتارا گیا ہے'' وہ قرآن مجید سے خوش ہوتے ہیں اس لیے کہ وہ اپنے ایمان میں سچے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) قرآن مجید کی دوسری آسمانی کتابوں سے موافقت اور تصدیق پر وہ لوگ خوش ہوتے ہیں جو پہلے ایمان لائے، جو اہل کتاب میں سے ہیں، جیسے نبی ﷺ کے دور میں عبداللہ ابن سلام وغیرہ تھے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ ''جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا کہ اسے پڑھنے کا حق ہے، وہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے تو وہی لوگ خسارہ اُٹھانے والے ہیں۔'' (البقرہ:121)

(4) ﴿قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا (۱۰۷) وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا (۱۰۸) وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا﴾ ''آپ کہہ دیں تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، یقیناً اس سے پہلے جن لوگوں کو علم دیا گیا جب اُن پر یہ پڑھا جاتا ہے وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں۔ اور وہ کہہ اُٹھتے ہیں کہ پاک ہے ہمارا رب! یقیناً ہمارے رب کا وعدہ بلاشبہ ہمیشہ سے پورا کیا ہوا ہے۔ اور وہ ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور قرآن انہیں خشوع میں زیادہ کر دیتا ہے۔'' (بنی اسرائیل:107-109)

(5) رب العزت نے اس کتاب کے ملنے پر خوشی منانے کا حکم بھی دیا ہے۔ ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے، سو اسی کے ساتھ تو لازم ہے کہ وہ خوش ہوں، وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جسے لوگ جمع کرتے ہیں۔'' (یونس:58)

سوال 2: ﴿وَمِنَ الْاَحْزَابِ ... مَاٰبِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ﴾ ''اور ان گروہوں میں ایسے بھی ہیں جو اس کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں'' جیسے اہل کتاب میں سے یہودی قرآن حکیم کے احکامات کے غالب حصے کا انکار کرتے تھے اور وہ قصص کے ماسوا کسی چیز کی تصدیق نہیں کرتے تھے۔ مشرکوں نے ''الرحمن'' کا انکار کیا اور کہا کوئی رحمن نہیں سوائے یمامہ کے رحمن کے یعنی مسیلمہ کذاب۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ (ایسر التفاسیر:715)

(2) ﴿قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ﴾ ''آپ کہہ دیں مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ انہیں بتا دیں کہ مجھے حکم دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی حکم کا پابند ہوتا ہے۔

(3) ﴿اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ﴾ ''میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شریک نہ بناؤں'' یعنی مجھے تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے میں حکم عدولی نہیں کر سکتا۔

(4)﴿اِلَيْهِ﴾ ''اس کی طرف'' یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف۔﴿اَدْعُوْا﴾ ''میں دعوت دیتا ہوں'' میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی توحید کے اقرار، اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہوں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں اے اہل کتاب! اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایک دوسرے کو بھی رب نہ بنائیں۔ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں کہ تم گواہ ہو جاؤ بلاشبہ ہم مسلمان ہیں۔'' (آل عمران:64)

(5)﴿وَاِلَيْهِ مَاٰبِ﴾ ''اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے'' اور اس کی طرف میرا رجوع، میرا ٹھکانہ ہے۔ وہ مجھے جزا دے گا، دین کو اس کے لیے خالص کرنے کی، اس کے دین کی طرف دعوت دینے کی۔ مجھے تو جو حکم دیا گیا ہے میں اس کی تعمیل کروں گا اور اس کی جزا کی امید اپنے رب سے باندھوں گا۔

سوال 4: رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے سامنے اعلان کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: (1) یہ حکم اس لیے دیا گیا تا کہ آپ ﷺ لوگوں کے مقابلے میں اپنا موقف واضح کر دیں کہ کوئی کتاب نازل ہونے سے خوش ہو یا ناخوش وہ اس کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رہیں گے۔

(2) یہ حکم اس لیے دیا گیا تا کہ لوگوں پر واضح ہو جائے کہ دعوت دینے والے کے لیے دعوت میں تبدیلی کرنا جائز نہیں۔

(3) یہ حکم اس لیے دیا گیا تا کہ لوگوں کے مقابلے میں استقامت کا ثبوت دیں نہ کہ مصالحت کا۔

سوال 5: دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ کی طرف کب بلا سکتا ہے؟

جواب: دعوت دینے والا اللہ تعالیٰ کی طرف تبھی بلا سکتا ہے جب وہ

(1) ایک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔ (2) شرک نہ کرے۔ (3) اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرے۔

﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاۗءَكَ

''اور اسی طرح ہم نے اس کو ایک عربی فرمان بنا کر آپ پر نازل کیا ہے۔ اور یقیناً اگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد بھی آپ نے ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ع 5 6 11

مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ﴾

خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا" (37)

سوال 1: قرآن حکیم کو عربی زبان میں نازل کیا گیا، اس کی وضاحت ﴿وَكَذٰلِكَ ۔۔عَرَبِيًّا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ﴾ "اور اسی طرح ہم نے اس کو نازل کیا ہے" یعنی ہم نے جیسے پہلے نبی اور پہلی کتابیں بھیجیں اسی طرح آپ کو نبی بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ پر قرآن اتارا ہے۔

(2) ﴿حُكْمًا عَرَبِيًّا﴾ "عربی فرمان بنا کر" یعنی اس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے عربی فرمان بنا کر بھیجا ہے۔

(3) یہ قرآن عربی زبان میں ہے جو فصاحت و بلاغت اور وضاحت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔

(4) اس قرآن کو محکم بنا کر اس لیے نازل کیا گیا ہے تا کہ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہ رہے اور لوگ اس کی اتباع کریں اور اس کے خلاف نہ چلیں۔

(5) قرآن مجید کو پختہ بنا کر اس لیے نازل کیا گیا ہے تا کہ بے علم لوگوں کی خواہشات سے اس کے متضاد کاموں کی پیروی نہ کی جائے۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ "اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان ہی میں بھیجا تا کہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کر دے، پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" (ابراہیم:4)

سوال 2: علم آجانے کے بعد لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرنے والے کو کوئی عذاب سے بچانے والا نہ ہوگا، اس کی وضاحت ﴿وَلَىِٕنِ ۔۔۔وَّلَا وَاقٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ﴾ "اور یقیناً اگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد بھی آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی" رب العزت نے تنبیہ فرمائی ہے کہ اے نبی ﷺ! اگر آپ ﷺ کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے علم آچکا، اس کے باوجود آپ ﷺ نے لوگوں کی خواہشات کو مان لیا تو آپ ﷺ کو کوئی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والا نہیں ہوگا۔

(2) ﴿مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ﴾ "تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا" اللہ تعالیٰ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقابلے میں کوئی آپ ﷺ کا ولی نہیں ہوگا جو آپ ﷺ کی نصرت اور حفاظت کرے۔

(3)﴿وَّلَا وَاقٍ﴾ ''اور نہ کوئی بچانے والا'' جو آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالے جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے اہل باطل کی پیروی اور حق اور اہل حق کو چھوڑ دینے کی وجہ سے آپ ﷺ کا ارادہ کرلے۔(ایسر التفاسیر:715،716)

(4)اس آیت میں ان عالموں کو بڑا بھاری ڈراوا ہے جو علم کے باوجود نبی کی سنت چھوڑ کر گمراہوں کی راہ اختیار کررہے ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1/930)

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

''اور بلاشبہ یقیناہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کی بیویاں اور اولادیں بنائی تھیں اور کسی رسول کے لیے

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ﴾

ممکن نہیں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آتا، ہر وقت کے لیے ایک کتاب ہے''(38)

سوال1: تمام رسول انسان ہی تھے، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ...وَّذُرِّيَّةً﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے'' یعنی اے پیارے نبی ﷺ! جس طرح ہم نے آپ ﷺ کو بشر اور رسول بنا کر بھیجا اسی طرح آپ سے پہلے انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا۔(مختصر ابن کثیر:1/930)

(2)رسالت کوئی انوکھی چیز نہیں ہے، آپ ﷺ سے پہلے بھی نبی آتے رہے۔

(3)﴿وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً﴾ ''اور ہم نے ان کی بیویاں اور اولادیں بنائی تھیں'' تمام انبیاء بیوی، بچوں والے تھے، کھاتے پیتے تھے، اسی لیے آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دو:﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ ''آپ فرمادیں کہ میں تمہارے جیسا ہی ایک انسان ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے۔''(الکہف:110) اس لئے آپ ﷺ کے دشمن اس وجہ سے آپ کی عیب چینی نہ کریں کہ آپ کے بیوی بچے ہیں۔آپ کے بھائی دیگر انبیاء ومرسلین کے بھی بیوی بچے تھے۔تب وہ آپ میں کس بات پر جرح وقدح کرتے ہیں؟ حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ سے قبل انبیاء ورسل بھی اسی طرح تھے۔ان کی یہ عیب چینی اپنی اغراض فاسدہ اور خواہشات نفس کی خاطر ہے۔(تفسیر سعدی:2/1330)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔ اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب ہمیشہ سے ہی سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (الفرقان:20)

(5) ﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ﴾ ''اور ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں۔'' (الانبیاء:8)

(6) سیدنا سعد بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ وہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے ایک سوال کروں، وہ یہ کہ کنوارا رہنا اور کبھی نکاح نہ کرنا، آپ اسے (شریعت کی رو سے) کیسا خیال کرتی ہیں؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہرگز ایسا کام نہ کرنا، تو نے نہیں سنا جو اللہ عزوجل نے قرآن میں فرمایا: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً﴾ ''اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کے لیے بیویاں اور اولاد بنائی۔'' آیت پڑھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: (اے سعد!) تو ہرگز ﴿تبتل﴾ (رہبانیت) اختیار نہ کرنا۔ (سنن نسائی:3218)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین اصحاب رسول اللہ ﷺ کی بیویوں کے گھر آئے (سیدنا علی اور عبداللہ ابن عمر اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم) اور آپ کی عبادت کا حال پوچھا، جب ان کو بتلایا گیا تو انہوں نے اس عبادت کو کم خیال کیا، کہنے لگے: ہم کہاں، نبی ﷺ کہاں، ہم کو آپ ﷺ سے کیا نسبت! آپ ﷺ کے تو اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے سب قصور بخش دیے ہیں، ہم لوگ گناہ گار ہیں ہمیں بہت عبادت کرنی چاہئے۔ ان میں سے ایک کہنے لگا: میں تو ساری عمر رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا اور دوسرا کہنے لگا: میں تو ہمیشہ روزہ دار رہوں گا کبھی دن کو افطار نہیں کروں گا۔ تیسرا کہنے لگا: میں تو عمر بھر عورتوں سے الگ رہوں گا، نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی ﷺ تشریف لائے اور ان سے پوچھا: ''کیا تم نے ہی یہی باتیں کہی ہیں؟ سن لو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں اللہ رب العالمین سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، میں تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں، رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ جس نے میرے طریقے سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔'' (بخاری:5063)

سوال 2: کوئی رسول اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر معجزات نہیں دکھا سکتا، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... كِتَاب﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ﴾''اور کسی رسول کے لیے ممکن نہیں تھا''یعنی کسی رسول کے بس کی بات نہیں۔

(2)﴿اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾''کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آتا''کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر معجزے ظاہر کرسکیں۔اللہ تعالیٰ ہی معجزے دکھاتا ہے جس میں رسول کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ معجزے دکھانے کی تب اجازت دیتا ہے جب اس کی قضاوقدر کے مطابق مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1330)

(4)﴿لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ﴾''ہر وقت کے لیے ایک کتاب ہے''یعنی ہر مدت مقررہ کے بارے میں کتاب میں لکھا ہوا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے۔(المصباح المنیر:1/445)

(5)رب العزت کا فرمان ہے:﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾''کیا آپ نہیں جانتے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمان اور زمین میں ہے؟ یقیناً یہ سب ایک کتاب میں ہے،یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بہت ہی آسان ہے۔''(الحج:70)

(6)اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت نہ آگے بڑھ سکتا ہے،نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے۔

(7)نشانیاں دکھانے کے مطالبات سے مقررہ وقت آگے پیچھے نہیں کیا جاسکتا۔

(8)جیسے موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آپہنچتی ہے اور حق اس کے ساتھ آتا ہے اسی طرح ہر ایک وعدے کے لیے کتاب ہے اور کتاب کے لیے اجل ہے۔(جامع البیان:13/168)

﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾

''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹادیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اصل کتاب اس کے پاس ہے''(39)

سوال:تقدیر میں ردوبدل ہوتا ہے،اس کی وضاحت﴿يَمْحُوا اللّٰهُ۔۔۔اُمُّ الْكِتٰبِ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾''اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹادیتا ہے''یعنی وہ اپنی تقدیر میں سے جو چاہتا ہے مٹادیتا ہے۔

(2)﴿وَيُثْبِتُ﴾''اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے''اور جو چاہتا ہے وہ قائم رکھتا ہے اور یہ تغیر اور محو کرنا ان امور کے علاوہ ہے جن کو اس کا قلم تقدیر لکھ چکا ہے۔پس ان امور میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا،کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ محال ہے کہ اس کے علم میں کوئی نقص یا خلل ہو۔(تفسیر سعدی:2/1330،1331)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ جو چاہے بدل دے اور جسے چاہے بحال رکھے۔ یہ تمام باتیں ام الکتاب میں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور ناسخ ہے اور ہر بدلی جانے والی اور برقرار رہنے والی بات دوسری کتاب میں ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1/931)

(4) عکرمہ نے کہا: وہ توبہ سے سارے گناہ مٹا دیتا ہے اور نیکیاں قائم رکھتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الفرقان: 70)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: خَلق اور خُلق، اجل، رزق، سعادت اور بدبختی نہیں بدلتیں۔ (تفسیر ابن کثیر: 2/519)

(6) جو چیزیں بدلی نہیں جا سکتیں ان کے اصول ہیں: خَلق، خُلق، اجل، رزق، سعادت، بدبختی اور جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، ثابت ہے، بدلتا نہیں مثلاً قیامت کا قائم ہونا، اجل، قبر میں لوگوں کا رہنا اور لوگوں کی اجل کا لکھا ہونا۔ (تفسیر منیر: 7/204)

(7) شقیق کہا کرتے تھے: اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نے ہمیں بدبخت لکھا ہے تو اسے مٹا دے اور ہمیں خوش بخت لکھ دے اور اگر تو نے ہمیں خوش بخت لکھا ہے تو اسے برقرار رکھنا پھر یقیناً آپ جسے چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں برقرار رکھتے ہیں۔ لوح محفوظ تو آپ ہی کے پاس ہے۔ (جامع البیان: 13/170)

(8) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دوران طواف روتے ہوئے یہ دعا کرتے تھے: اے اللہ اگر تو نے مجھے بدبخت یا گناہ گار لکھا ہے تو اسے مٹا دے۔ بے شک تو جو چاہے مٹا سکتا ہے اور جو چاہے قائم رکھ سکتا ہے اور تیرے پاس ام الکتاب ہے۔ تو اس میں سعادت اور مغفرت کو لکھ دے۔ (جامع البیان: 13/170)

(9) ہر انسان کے بارے میں لوح محفوظ میں نوشتہ ہے کہ وہ نیک ہوگا یا بد، اس کی روزی، عمر، اور اس سے متعلق خیر و شر کی ہر بات لکھی ہوئی ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنی مرضی اور ارادہ و مشیت کے مطابق اس میں تبدیلی کرتا ہے، اس کی مشیت میں کسی کا دخل نہیں ہے۔ (تیسیر الرحمن: 1/719)

(10) سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تقدیر کو محض دعا ہی ٹالتی ہے اور صرف نیکی ہی عمر میں اضافے کا باعث ہوتی ہے۔'' (ترمذی: 2139)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جسے پسند ہے اس کی روزی میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز کی جائے تو وہ صلہ رحمی کیا کرے۔'' (بخاری: 5985)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نوجوان ہوں اور مجھے اپنے پر زنا کا خوف رہتا ہے۔ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر میں کسی عورت سے شادی کرلوں۔ آپ میری یہ بات سن کر خاموش رہے۔ دوبارہ میں نے اپنی یہی بات دہرائی لیکن آپ اس مرتبہ بھی خاموش رہے۔ دوبارہ میں نے عرض کیا آپ پھر بھی خاموش رہے۔ میں نے یہ چوتھی مرتبہ عرض کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! جو کچھ تم کرو گے اسے (لوح محفوظ میں) لکھ کر قلم خشک ہو چکا ہے۔ خواہ اب تم خصی ہو جاؤ یا باز رہو۔ (یعنی خصی ہونا بے کار محض ہے)۔'' (صحیح بخاری: 5076)

(13) ﴿وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾ ''اور اصل کتاب اس کے پاس ہے'' یعنی اس کے پاس لوح محفوظ ہے۔ جس کی طرف تمام اشیاء لوٹتی ہیں۔ یہ اصل ہے اور باقی تمام اشیاء اس کی فروع ہیں۔ پس تغیر و تبدل فروع میں واقع ہوتا ہے مثلاً روز و شب کے اعمال جن کو فرشتے لکھ لیتے ہیں اور ان اعمال کو قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ اسباب فراہم کرتا ہے اور ان کو محو کرنے کے لئے بھی اسباب مہیا کرتا ہے اور یہ اسباب اس نوشتہ تقدیر سے تجاوز نہیں کرتے، جو لوح محفوظ میں مرقوم ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے نیکی، صلہ رحمی اور احسان کو لمبی عمر اور کشائش رزق کے لئے اسباب بنایا ہے، جیسے گناہوں کو رزق اور عمر میں بے برکتی کا سبب بنایا ہے اور جیسے ہلاکت سے نجات کے اسباب کو سلامتی کا سبب بنایا اور جیسے ہلاکت کے مواقع میں پڑنے کو ہلاکت کا سبب بنایا۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور ارادے کے مطابق تمام امور کی تدبیر کرتا ہے، اس کی تدبیر اس کے مخالف نہیں ہوتی جسے اس نے اپنے علم کے مطابق لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1330، 1331)

﴿وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ

''اور جس کی ہم انہیں دھمکی دے رہے ہیں اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھا دیں یا واقعتاً ہم آپ کو اٹھا لیں تو بلاشبہ آپ کے ذمے

الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾

صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے'' (40)

سوال 1: رسول کا فرض پہنچا دینا ہے اور عذاب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ مَّا ... الْحِسَابُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ﴾ ''اور جس کی ہم انہیں دھمکی دے رہے ہیں اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھا دیں'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ کافروں کو جس عذاب کی وعید سنائی گئی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے آپ ﷺ کی زندگی میں لے آئیں اور آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں۔

(2)﴿اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ﴾ ''یا واقعتاً ہم آپ کو اٹھالیں'' یا آپ ﷺ کے بعد یہ طے شدہ ہے، آپ ﷺ جلدی نہ کریں۔(3)﴿فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ﴾ ''تو بلاشبہ آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے'' آپ ﷺ کا فرض پیغام پہنچانا ہے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ (۲۱) لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (۲۲)﴾ ''پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہی ہیں۔ آپ ان پر ہرگز کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔'' (الغاشیہ:22,21)

(4)﴿وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ﴾ ''اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے'' لوگوں کے اعمال کا حساب لینا اور ان کا بدلہ دینا ہمارا فرض ہے۔ ہم مخلوق سے ان کی ذمہ داریوں کا حساب لیں گے کہ انہوں نے فرائض ادا کیے ہیں یا انہیں ضائع کر دیا ہے؟ اسی کے مطابق جزا سزا ہوگی۔﴿اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ (۲۳) فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ (۲۴) اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ (۲۵) ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (۲۶)﴾ ''مگر جس نے منہ موڑا اور کفر کیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے گا، بہت بڑا عذاب۔ یقیناً انہیں ہماری جانب ہی لوٹ کر آنا ہے۔ پھر یقیناً ان کا حساب بھی ہمارے ہی ذمے ہے۔'' (الغاشیہ:23-26)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے پیغام پہنچانے کو رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری اور حساب لینے کو اپنے ذمے لے کر کیا سمجھایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ سمجھایا ہے کہ دعوت دین کا کام کرنے والوں کو دعوت کی ناکامی کا اعلان کر کے مایوس نہیں ہو جانا چاہیے۔ انہیں یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہیں۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ

''اور کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ بلاشبہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے کم کرتے چلے آتے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ فیصلے کرتا ہے

لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾

اور اس کے فیصلے پر نظر ثانی کرنے والا کوئی نہیں اور وہی بہت جلد حساب لینے والا ہے'' (41)

سوال: جھٹلانے والوں کو جو وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت﴿اَوَلَمْ ... الْحِسَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا﴾ ''اور کیا انہوں نے دیکھا نہیں'' رب العزت نے جھٹلانے والوں کو وعید سنائی ہے۔

(2)﴿اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا﴾ ''بلاشبہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے کم کرتے چلے آتے ہیں؟'' یعنی کیا وہ زمین کا دائرہ تنگ ہوتے نہیں دیکھ رہے کہ کیسے ہم ظالموں اور جھٹلانے والوں کو ہلاک کر رہے ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)مسلمانوں کی فتح سے کافروں کی سرزمین تنگ نہیں ہورہی اور دارالاسلام میں اضافہ نہیں ہورہا؟

(4)یہ غلبے اور نصرت کی آیات میں سے ہے۔(الاساس:5/2761)

(5)اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مشرکین کے شہروں کی فتح، ان کے مال اور بدن میں کمی کے ذریعے سے چاروں طرف سے ان پر حلقہ تنگ ہوتا جارہا ہے۔اس کی تفسیر میں بعض دیگر اقوال بھی ہیں۔اس کے ظاہر معنی یہ ہیں واللہ تعالیٰ اعلم کہ اللہ تعالیٰ نے ان جھٹلانے والوں کی اراضی کی حالت یہ بنادی کہ وہ فتح ہورہی ہیں اور چھینی جارہی ہیں، ان پر چاروں طرف سے مصائب ٹوٹ رہے ہیں، ان کی جان و مال میں کمی سے پہلے یہ ان کے لئے تنبیہ ہے اور اللہ تعالیٰ ان پر ایسے عذاب نازل کررہا ہے جسے کوئی رد کرنے پر قادر نہیں۔(تفسیر سعدی:2/1331،1332)

(6)﴿وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ فیصلے کرتا ہے اور اس کے فیصلے پر نظر ثانی کرنے والا کوئی نہیں'' اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم شرعی، حکم کونی وقدری اور حکم جزائی داخل ہے۔یہ تمام احکام، جن کا اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتا ہے، حکمت اور پختگی کے بلند ترین درجے پر پائے جاتے ہیں، جن میں کوئی نقص اور کوئی خلل نہیں۔بلکہ یہ تمام احکام عدل وانصاف اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا پر مبنی ہیں۔کوئی ان فیصلوں میں خامی اور نقص تلاش نہیں کرسکتا اور نہ ان میں جرح وقدح کی کوئی گنجائش ہے۔اس کے برعکس دیگر ہستیوں کے فیصلے کبھی حق وصواب کے موافق ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے۔(تفسیر سعدی:2/1331،1332)

(7)اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے، کسی کو بلند کرتا ہے، کسی کو پست، کسی کو زندگی دیتا ہے تو کسی کو موت، کسی کو غنی کرتا ہے تو کسی کو فقیر اور اس نے اسلام کی عزت اور دوسرے ادیان پر اس کی برتری کا حکم دیا ہے۔(فتح القدیر:3/133)

(8)﴿وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''اور وہی بہت جلد حساب لینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اعمال کا احاطہ کررکھا ہے، اس سے کچھ بھی چھپا نہیں ہوا اور وہ انہیں جزا دے گا۔(جامع البیان:13/179)

﴿وَ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ

''اور بلاشبہ وہ لوگ بھی تدبیریں کرچکے جو ان سے پہلے تھے سو اصل تدبیر ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے، وہ جانتا ہے

كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَ سَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ﴾

جو بھی ہر شخص کماتا ہے اور جلد ہی کافر جان لیں گے کہ کس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے؟''(42)

سوال: مستقبل مسلمانوں ہی کا شاندار ہے، اس کی وضاحت ﴿وَقَدْ...جَمِيْعًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور بلاشبہ وہ لوگ بھی تدبیریں کرچکے جو ان سے پہلے تھے''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ اس سے پہلے بھی انہوں نے رسولوں کے خلاف سازشیں کی ہیں اور وہ ان کے کسی کام نہ آئیں کیونکہ وہ رب العزت کے خلاف جنگ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور مومنوں کو ان پر غلبہ عطا فرما کر کامیابی سے نوازا اور ان کا مستقبل شاندار بنایا۔

(2)﴿فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا﴾ ''سو اصل تدبیر ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے'' یعنی ہر چال اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کے تحت آتی ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو اس کے حکم کے بغیر کوئی چال چلنے کا اختیار رکھتا ہو۔

(3) کافر اور مشرک اللہ تعالیٰ کے دین کے خلاف سازشیں کرتے ہیں، ان کی سازشیں ضرور انہیں شرمندگی تک پہنچائیں گی۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''یقیناً ان لوگوں نے خفیہ تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے، تو اللہ تعالیٰ بنیادوں سے ان کی عمارت کو آیا، پس ان کے اوپر سے چھتیں ان پر گر پڑیں اور ایسے رخ سے ان پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہیں تھے۔'' (النحل:26)

(5)﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ ''اور جب وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کے خلاف خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ وہ آپ کو قید کر دیں، یا قتل کر دیں، یا جلاوطن کر دیں اور وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ (بھی) خفیہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔'' (الانفال:30)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا کرتے تھے:﴿رَبِّ اَعِنِّيْ وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ وَ انْصُرْنِيْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ وَامْكُرْ لِيْ وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ وَاهْدِنِيْ وَيَسِّرِ الْهُدٰى اِلَيَّ وَانْصُرْنِيْ عَلٰى مَنْ بَغٰى عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِيْ لَكَ شَكَّارًا لَّكَ ذَكَّارًا لَّكَ رَهَّابًا لَّكَ مِطْوَاعًا اِلَيْكَ مُخْبِتًا اَوَّاهًا مُّنِيْبًا رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِيْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِيْ وَاَجِبْ دَعْوَتِيْ وَثَبِّتْ حُجَّتِيْ وَاهْدِ قَلْبِيْ وَسَدِّدْ لِسَانِيْ وَاسْلُلْ سَخِيْمَةَ قَلْبِيْ﴾ ''پروردگار! میری مدد فرما اور میرے خلاف (دشمنوں کی) مدد نہ کرنا اور مجھے غلبہ دے اور (میرے دشمنوں کو) مجھ پر غلبہ نہ دینا اور میرے لیے تدبیر فرما اور (میرے نقصان پر) ان کے لیے تدبیر نہ کرنا اور مجھے ہدایت دے اور ہدایت کو میرے لیے آسان فرما دے اور میری مدد فرما اس کے خلاف جو مجھ پر ظلم کرے۔ اے میرے رب! بنا دے مجھ کو کہ میں ہوں تیرا بہت شکر کرنے والا، تیرا بہت ذکر کرنے والا، تجھ سے بہت ڈرنے والا، تیری بہت اطاعت کرنے والا، عاجزی کرنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والا، گڑگڑانے والا اور رجوع کرنے والا۔ اے میرے رب! میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہ دھودے اور میری دعا قبول فرما اور میری دلیل ثابت رکھ اور میرے دل کو ہدایت دے اور میری زبان سیدھی رکھ اور میرے دل سے کینہ نکال دے۔" (سنن ابوداؤد:1510)

(7)﴿يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ﴾ "وہ جانتا ہے جو بھی ہر شخص کماتا ہے" یعنی اللہ تعالیٰ ہر نفس کے بارے میں جانتا ہے کہ اس نے آنے والے کل کے لیے کیا کمایا ہے۔ وہ ہر ایک کے ارادوں، ظاہری، باطنی اعمال کو جانتا ہے۔

(8) مکر بھی انسان کی کمائی ہے۔ مکر بھی اللہ تعالیٰ سے چھپا ہوا نہیں۔ اس لیے ان کی کوئی چال حق اور اہل حق کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

(9)﴿وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ﴾ "اور جلد ہی کافر جان لیں گے کہ کس کے لیے اس گھر کا اچھا انجام ہے" اس میں کافروں کے لیے شدید وعید ہے اور نبی ﷺ کے لیے تسلی ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اچھا انجام کافروں کا ہے یا رسولوں کا اور یہ بھی کہ اہل کفر کا انجام اچھا نہیں۔

﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ

"اور کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہو۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہی دینے والا کافی ہے اور وہ بھی

وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ﴾

جس کے پاس کتاب کا علم ہے" (43)

ع 6/6 12

سوال: اللہ تعالیٰ اور جن کے پاس کتاب کا علم ہے، رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر گواہ کافی ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَيَقُوْلُ ... الْكِتٰبِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا﴾ "اور کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہو" یعنی کافر اس بات کو نہیں مانتے کہ آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ یوں وہ حق کو جھٹلاتے ہیں۔ آپ ﷺ ان کی پرواہ نہ کریں۔

(2)﴿قُلْ﴾ "کہہ دو" نبی ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دیں۔

(3)﴿كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ﴾ "میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ ہی گواہی دینے والا کافی ہے" میری رسالت پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے، وہ اس بات پر بھی گواہ ہے کہ میں نے تم کو اللہ تعالیٰ کی دعوت دی، پیغام رسالت سنایا اور توحید کا سبق سکھایا اور اس بات پر بھی کہ تم مجھے جھوٹا کہہ کر مجھ پر کذب کا الزام لگا رہے ہو، وہ میری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صداقت اور تمہاری تہمت کو خوب دیکھ رہا ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1/933)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس کو ہر دین پر غالب کر دے اور اس پر اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے۔'' (الفتح:28)

(5) ﴿وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ﴾ ''اور وہ بھی جس کے پاس کتاب کا علم ہے'' یعنی میری رسالت پر وہ بھی گواہ ہے جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

(6) کہا گیا کہ اس سے مراد عبداللہ ابن سلام، سلمان فارسی اور تمیم داری ہیں۔ (جامع البیان:13/180)

(7) یہ آیت کریمہ اہل کتاب کے تمام علماء کو شامل ہے کیونکہ ان میں سے جو کوئی ایمان لا کر حق کی اتباع کرتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی گواہی دیتا ہے اور نہایت صراحت سے آپ کے حق میں شہادت دیتا ہے اور ان میں سے جو کوئی گواہی کو چھپاتا ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خبر کہ اس کے پاس شہادت ہے، اس کی خبر سے زیادہ بلیغ ہے۔ اگر اس کے پاس شہادت نہ ہوتی، تو دلیل کے ساتھ اپنے طلب شہادت کو رد کر دیتا۔ پس اس کا سکوت دلالت کرتا ہے کہ اس کے پاس رسول کے حق میں شہادت موجود ہے جو اس نے چھپا رکھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل کتاب سے گواہی لینے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ وہ گواہی دینے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ہر معاملے میں صرف اسی شخص سے گواہی لی جانی چاہیے جو اس کا اہل ہو اور دوسروں کی نسبت اس بارے میں زیادہ علم رکھتا ہو۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو اس معاملے میں بالکل اجنبی ہوں، مثلاً ان پڑھ مشرکین عرب وغیرہ، تو ان سے شہادت طلب کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ انہیں اس معاملے کی کوئی خبر ہے نہ انہیں اس کی معرفت ہی حاصل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تفسیر سعدی:2/1333، 1334)

(8) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ﴾ ''اور کیا ان کے لیے یہ ایک نشانی نہیں ہے کہ اُسے بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں۔'' (الشعراء:197)

(9) اور فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے نہیں بھیجے (رسول) مگر مرد، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے، سو اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔'' (النحل:43)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٰيَاتُهَا 52 - 14 - سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ - 72 - رُكُوْعَاتُهَا 7

سوال 1: سورۃ ابراہیم کہاں نازل ہوئی؟

جواب: سورۃ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی۔

سوال 2: اس سورۃ میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: اس سورۃ میں سات رکوع اور باون آیات ہیں۔

سوال 3: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ سورۃ کس نمبر پر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 14 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 72 ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

﴿الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ

''الر۔ یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے اندھیروں سے نکال کر

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾

روشنی کی طرف لائیں، اس کے راستے کی طرف جو سب پر غالب، بے حد تعریف والا ہے''(1)

سوال 1: ﴿الٓرٰ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿الٓرٰ﴾ ''ا۔ل۔ر'' حروف مقطعات میں سے ہے۔ ان کی مراد کو اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر جاننے والے ہیں۔

سوال 2: قرآن مجید کی فضیلت کی وضاحت ﴿كِتٰبٌ ... الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ﴾ ''یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے'' یعنی اے ہمارے رسول ﷺ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے۔ کتاب سے مراد قرآن مجید ہے جو سب سے افضل کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے افضل رسول پر نازل فرمایا ہے۔

(2) ﴿لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ ''تا کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لائیں'' ظلمات سے مراد کفر، جہالت اور شرک کے اندھیرے ہیں، ان سے نکال کر نور یعنی ایمان اور شریعت کے علم کی طرف لائیں۔

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے مخلوق کے فائدے کے لیے اپنے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی تاکہ وہ لوگوں کو کفر و جہالت، اخلاق بد اور مختلف اقسام کے گناہوں کی تاریکی سے نکال کر علم و ایمان اور اخلاق حسنہ کی روشنی میں لے جائے۔ (تفسیر سعدی: 2/1334)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (البقرۃ: 257)

(5) ﴿هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰي عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کرتا ہے تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر بے حد نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الحدید: 9)

(6) ﴿بِاِذْنِ رَبِّهِمْ﴾ ''ان کے رب کے حکم سے'' یعنی ان کے رب کی توفیق سے۔

(7) یعنی اللہ تعالیٰ کی محبوب مراد صرف اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اس کی مدد ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اس آیت کریمہ میں بندوں کے لئے ترغیب ہے کہ وہ اپنے رب سے مدد طلب کریں۔ (تفسیر سعدی: 2/1334)

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَي الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے جو لوگ نہیں سمجھتے۔'' (یونس: 100)

(9) ﴿اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ ''اس کے راستے کی طرف جو سب پر غالب، بے حد تعریف والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے کی طرف اور وہ اس کا دین ہے جس پر وہ راضی ہے۔

(10) اللہ تعالیٰ کے عزت و تکریم والے کے گھر تک پہنچانے والا راستہ۔ (تفسیر سعدی: 2/1334)

(11) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا صراط، راستہ نور ہے اور اس کی طرف نکلنا رسول اور قرآن کے ذریعے ممکن ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن موجود ہے، سنت موجود ہے اور رسول اللہ ﷺ کے وارث بھی موجود ہیں جو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالنے کے لیے رسول اللہ کا طریقہ اختیار کرتے ہیں اور یہ آیات دلالت کرتی ہیں کہ بیان سے حجت قائم ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو گمراہ کرنا یا ہدایت دینا اس کے عدل اور اس کے فضل میں سے ہے۔ تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکلنا اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے طریقہ کار اور اسباب مقرر کر دیے ہیں۔ ان آیات میں اللہ عزوجل نے ان طریقوں اور اسباب کو عام شکل میں بیان کیا ہے۔ (الاساس فی التفسیر: 5/2778، 2779)

﴿اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ

''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور کافروں کے لیے

عَذَابٍ شَدِيْدِۨ﴾

سخت عذاب کی وجہ سے تباہی ہے'' (2)

سوال 1: ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی حکومت ہے، اس کی وضاحت ﴿اللّٰهِ الَّذِيْ ۔۔۔ الْاَرْضِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اللّٰهِ الَّذِيْ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ ہی سچا معبود ہے جس کی ملکیت ہے، جو بادشاہ ہے۔

(2) ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے سب اسی کا ہے'' یعنی وہ تخلیق، ملکیت، تدبیر اور تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے، وہی سعادت اور کمال کے راستے پر چلاتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 718)

سوال 2: کافروں کو جو وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور کافروں کے لیے تباہی ہے'' رب العزت نے کافروں کو جہنم کی وادی کی وعید سنائی ہے جس میں اہل جہنم کی پیپ اور کچ لہو بہتا ہے۔

(2) ﴿مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ﴾ ''سخت عذاب کی وجہ سے'' ایسے عذاب کی وعید ہے جس کی شدت کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

(3) وعید اس کے لیے ہے جس نے کتاب کا انکار کیا اور اندھیروں سے روشنی کی طرف نہ آیا۔ (تفسیر بیضاوی: 3/336)

﴿الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

''جو لوگ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک دیتے ہیں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾

اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں، وہی دور کی گمراہی میں ہیں'' (3)

سوال: کافروں کے اوصاف کی وضاحت ﴿الَّذِيْنَ ... بَعِيْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ﴾ ''جو لوگ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں'' رب العزت نے ان کافروں کا وصف بیان فرمایا ہے جو روشنی کی طرف آنے سے انکار کرتے ہیں کہ وہ دنیا کی زندگی پر راضی اور مطمئن ہو گئے ہیں اس لیے وہ دنیا کے کام کرتے ہیں اور آخرت کا انکار کرنے کی وجہ سے اس کے لیے عمل کرنا چھوڑ چکے ہیں۔

(2) انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (16) وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (17)﴾ ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔'' (الاعلیٰ: 17,16)

(3) وہ آخرت کی زندگی کو فراموش کر دیتے ہیں، اور دنیا کی زندگی کو کامیاب بنانے میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن: 1/722)

(4) دنیا کی محبت اور آخرت کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں کیونکہ دنیا کی محبت ایمان کے تقاضوں سے ٹکراتی ہے اور دنیا کی محبت صراط مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلنے کے خلاف ہے۔

(5) رسول ﷺ نے فرمایا: ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے!'' (مسلم: 7417)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دنیا طلب کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے آخرت کا مطالبہ کیا اس نے اپنی دنیا کو نقصان دیا۔ پس تم باقی (رہنے والی زندگی) کی خاطر فنا ہونے والی (دنیا) کا نقصان ہونے دو۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ: 2339)

(7) کافروں کا دوسرا وصف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَصُدُّوْنَ﴾ ''اور روک دیتے ہیں'' وہ اپنے آپ کو روکتے ہیں۔ ﴿عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے راستے سے'' یعنی اسلام سے۔ (ایسر التفاسیر: 718)

(8) وہ راستہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے اور اسے اپنی کتابوں میں اور اپنے رسولوں کی زبان پر خوب بیان کر دیا ہے، مگر یہ لوگ اپنے آقا و مولا کے مقابلے میں عداوت و محاربت کا اظہار کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1335)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)اور وہ ان لوگوں کو روکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور جو اس کے رسول اس کی جانب سے کے کر آئے اس کی اتباع کا ارادہ رکھتے ہیں یعنی اس پر ایمان لانے اور اس کی اتباع کا۔(جامع البیان:13/185)

(10)وہ اللہ تعالیٰ کے دین سے اور دین کی طرف بلانے والوں سے روکتے ہیں۔(الاساس:5/2777)

(11)﴿وَيَبْغُوْنَهَا﴾''اور تلاش کرتے ہیں''یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں﴿عِوَجًا﴾''کجی''یعنی وہ اس راستے کو خراب کرنا چاہتے ہیں تا کہ اس کے خلاف نفرت پیدا ہو جائے۔مگر اللہ تعالیٰ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کفار کو نا گوار ہی کیوں نہ گزرے۔(تفسیر سعدی:2/1335)

(12)﴿عِوَجًا﴾توحید کی راہ نہ تو ٹیڑھی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔مخالفوں کی کوششیں اس میں خلل نہیں ڈال سکتیں۔دراصل اس راہ کو ترچھا کرنے کی محض کوشش ہے۔جو سیدھی راہ ہے وہ کیسے ٹیڑھی ہو سکتی ہے اور جو ٹیڑھے ہیں وہ کیسے سیدھے ہو سکتے ہیں؟(مختصر ابن کثیر:1/934)(13)﴿اُولٰٓئِكَ﴾''وہی''جن میں تین اوصاف پائے جاتے ہیں۔(i)وہ دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔(ii)وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔(iii)وہ اس کو ٹیڑھا کرنا چاہتے ہیں۔سارے کافروں کی یہ تین مشترکہ صفات ہیں۔

(14)﴿فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ﴾''دور کی گمراہی میں ہیں''کیونکہ انہوں نے خود اللہ تعالیٰ کا راستہ گم کر دیا،انہوں نے دوسروں کو گمراہ کیا،رسول اللہ کی مخالفت کی،ان کے خلاف جنگیں تک کیں۔اس سے بڑھ کر اور کیا گمراہی ہوگی؟

(15)اہل ایمان کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔وہ اللہ تعالیٰ،اس کے رسول اور اس کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں،دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس راستے کو خوب صورت بنانے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ لوگوں کے لیے اس راستے پر چلنا آسان ہو جائے۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ

''اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان ہی میں بھیجا تا کہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کر دے،پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾

ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے اور وہی سب پر غالب،کمال حکمت والا ہے''(4)

سوال 1:ہر رسول اپنی قوم کی زبان بولتا تھا،اس کی وضاحت﴿وَمَآ ... لَهُمْ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ﴾''اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان ہی میں بھیجا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تا کہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کر دے" اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ انسانوں کے پاس ان ہی میں سے ایسے رسول بھیجے جو ان ہی کی زبان بولتے تھے تا کہ وہ ان رسولوں کی بات سمجھ لیں۔

(2)﴿لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾ "تا کہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کر دے" تا کہ وہ پوری وضاحت کے ساتھ ان کو وہ امور سمجھا دیں جن کے وہ ضرورت مند ہیں۔

(3) عربی زبان دنیا کی سب سے گہری اور وسیع زبان ہے، اسی لئے قرآن عربی زبان میں نازل ہوا، اور دوسری قوموں تک قرآن کا پیغام بذریعہ ترجمہ پہنچا۔

سوال 2: ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، اس کی وضاحت ﴿فَيُضِلُّ اللّٰهُ ... الْحَكِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ "پھر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے" یعنی جب رسول سارے امور کو واضح کر دیتا ہے تو لوگوں پر حجت قائم ہو جاتی ہے۔ تو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو نہیں مانتے اللہ تعالیٰ انہیں گمراہ کر دیتا ہے کیونکہ وہ گمراہ کیے جانے کے حق دار ہیں۔

(2)﴿وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ "اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے" اللہ تعالیٰ اس کو سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس راستے پر چلنے کا حق رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنی رحمت کے لیے چن لیتا ہے اور انہیں ہدایت عطا فرماتا ہے۔

(3)﴿وَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ "اور وہی سب پر غالب ہے" جس کے ارادے پر کوئی چیز غالب نہیں آسکتی۔

(4) اللہ تعالیٰ کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔ وہ لوگوں کی زندگیوں کو جیسے چاہے پھیر دیتا ہے۔ سارے معاملات اس کے کنٹرول میں ہیں، جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

(5) جس کا غلبہ یہ ہے کہ وہ ہدایت اور گمراہی کو اسی مقام پر واقع کرتا ہے جو ان کے لائق ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1336)

(6)﴿الْحَكِيْمُ﴾ "کمال حکمت والا ہے" اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں بڑی حکمت والا ہے اس کائنات میں کوئی واقعہ کسی سبب اور بغیر تدبیر کے رونما نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہر کام اپنی حکمت اور تقدیر سے کرتا ہے۔

(7) اور اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ ہدایت اور گمراہی کو اسی مقام پر واقع کرتا ہے جو اس کے لائق ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1336)

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لاؤ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دنوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴾

کی یاددلاؤ، یقیناً اس میں ہر اس شخص کے لیے نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا ہے'' (5)

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا، اس کی وضاحت ﴿وَلَقَدْ...شَكُوْرٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو بھیجا'' رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ جیسے ہم نے آپ ﷺ کو لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ پر قرآن مجید نازل فرمایا تاکہ آپ ﷺ لوگوں کو شرک کے اندھیروں سے نکال کر توحید کی روشنی میں لے آئیں اسی طرح ہم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے۔

(2) ﴿بِاٰيٰتِنَآ﴾ ''اپنی نشانیاں دے کر'' یعنی ایسی نشانیوں کے ساتھ جو ان کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرتی تھیں۔

(3) یہ نو نشانیاں تھیں: طوفان، ٹڈی دل، مینڈک، جوئیں سرسریاں، لہو، عصا، ید بیضا، پھلوں کے نقصانات اور قحط۔ (ابن ابی حاتم: 7/2235)

(4) ﴿اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ ''کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لاؤ'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو معجزات کے ساتھ بنی اسرائیل کے پاس بھیجا تاکہ وہ انہیں جہالت اور گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر ایمان اور ہدیت کی روشنی کی طرف لے آئیں اور انہیں خیر و برکت کی دعوت دیں۔

(5) یعنی اپنی قوم کو شرک کی تاریکیوں سے توحید کے نور کی طرف لے آئیں۔ (ایسر التفاسیر: 7/9)

(6) اللہ تعالیٰ نے یہ حکم جیسے محمد ﷺ کو دیا اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اور سارے انبیاء کو بھی دیا۔

(7) ﴿وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ﴾ ''اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دنوں کی یاددلاؤ'' ایام اللہ سے مراد تاریخ کے وہ اہم واقعات ہیں جب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ظاہر ہوا، جب اللہ تعالیٰ کی مدد سے حق نے باطل پر فتح پائی۔ ایام اللہ دراصل تاریخی دلائل ہیں۔ اس کے ذریعے سے ہر قوم اپنے معاملے کا جائزہ لے سکتی ہے۔ جب کوئی قوم پچھلے لوگوں کے انجام کو سامنے رکھتی ہے تو وہ غلطیاں کرنے سے گریز کر سکتی ہے جو پہلے لوگوں نے کیں اور اس طرح قوم کے افراد اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتے ہیں۔

(8) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو (وعظ و نصیحت کے دوران میں) ایام اللہ یاد دلا رہے تھے اور ایام اللہ سے مراد اللہ کی (بھیجی ہوئی) نعمتیں ہیں۔'' (مسلم: 6165)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9) ایام اللہ کے لفظی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے دن اور ایسے دن مراد ہوتے ہیں جو تاریخ انسانی میں یادگار بن جاتے ہیں خواہ یہ خوشی کے ہوں یا مصیبت کے بلکہ ایک ہی دن ایک فریق کے لیے خوشی کا دن ہوتا ہے اور دوسرے فریق کے لیے مصیبت کا۔ جیسے 10 محرم کو فرعونیوں اور اس کے لشکری دریا میں غرق ہوئے۔ اب یہی دن بنی اسرائیل کے لیے تو انتہائی خوشی کا دن تھا کہ انہیں فرعونیوں کے مظالم سے نجات ملی اور وہ ہر سال 10 محرم کا روزہ بھی رکھا کرتے تھے اور یہی دن فرعونیوں کے لیے مصیبت کا دن تھا۔ یہی صورت 17 رمضان 2ھ کی ہے۔ غزوہ بدر میں مشرکین کو شکست فاش ہوئی۔ یہ دن مسلمانوں کے لیے انتہائی خوشی کا دن تھا۔ اسی طرح پہلی قوموں پر جو عذاب الٰہی نازل ہوتا رہا تو انہیں ایام اللہ کہا جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن: 2/447)

(10) یعنی ان کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کے احسانات اور جھٹلانے والی قوموں (کفار) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سلوک اور وقائع یاد دلایئے تاکہ یہ اس کی نعمت کا شکر ادا کریں اور اس کے عذاب سے ڈریں۔ (تفسیر سعدی: 2/1337)

(11) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾ ''یقیناً اس میں'' یعنی ان اللہ تعالیٰ کے دنوں میں ﴿لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ﴾ ''ہر اس شخص کے لیے نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا ہے'' یعنی ہر صبر اور شکر کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کے انعامات پر شکر ادا کرنے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔

(12) یعنی بنی اسرائیل پر احسانات ہیں کہ انہیں فرعون کے ظلم سے چھڑایا اور انہیں ذلت والے عذاب سے بچا لیا، ان میں مصائب پر صبر اور خوشی میں شکر ادا کرنے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ مصیبت میں اپنے اوپر کنٹرول کر کے صبر کرنے والا خود پر فتح حاصل کرتا ہے، اور خوشی میں اپنے اوپر قابو پانے والا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے مدد لیتا ہے اور خود پر فتح حاصل کر کے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کامیاب ہو جاتا ہے۔

(13) سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے۔ اس کے ہر کام میں اس کے لئے بھلائی ہے اور یہ چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو (اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے) تو (یہ شکر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (یعنی اس میں اجر ہے) اور اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے، تو یہ (صبر کرنا بھی) اس کے لئے بہتر ہے (کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے)۔'' (مسلم: 7500)

(14) سیدنا سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اسلام میں ایک ایسی بات بتا دیجئے پھر میں آپ ﷺ کے بعد کسی سے نہ پوچھوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو کہہ میں ایمان لایا پھر اس پر ڈٹ جا۔'' (صحیح مسلم: 159)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(15)صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب دیا جائے گا۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''یقینا صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے پورا دیا جائے گا۔'' (الزمر:10)

﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تمہیں آل فرعون سے نجات دلائی

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ

جو تمہیں برا عذاب پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے

ع 1 6 13

وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ﴾

اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی'' (6)

سوال: سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد کروائے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذْ...عَظِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ﴾ ''اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا'' یعنی اے ہمارے رسول ﷺ! یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے کہا تھا۔(ایسر التفاسیر:720)

(2)﴿اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ ''کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو'' یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ نے اپنی قوم کو جو نصیحت کی تھی کہ اپنے دل اور زبان سے ان انعامات کو یاد کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کیے۔

(3)سفیان بن عیینہ نے کہا﴿اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو نعمتیں تمہارے پاس ہیں ان کو یاد کرو اور جو جو اگلے واقعات اس کی قدرت کے ہوئے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)

(4)﴿اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ﴾ ''جب اس نے تمہیں آل فرعون سے نجات دلائی'' یعنی یاد کرو تمہیں اللہ تعالیٰ نے کتنے بڑے دشمن سے بچالیا۔

(5)﴿يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ﴾ ''جو تمہیں برا عذاب پہنچاتے تھے'' یعنی وہ تمہیں ذلت والے عذاب میں مبتلا رکھتے تھے یعنی سخت ترین عذاب میں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ﴾ ''اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے'' یعنی وہ تمہارے نومولود بیٹوں کو مار ڈالتے تھے کیونکہ کاہنوں اور اس دور کے سیاسی افراد نے فرعون کو بتا رکھا تھا کہ بنی اسرائیل کا کوئی فرد تمہارا تخت الٹ دے گا۔ اس وجہ سے فرعون نے ان کے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالنے کا حکم دے دیا تھا۔ (ایسر التفاسیر:720)

(7)﴿وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ﴾ ''اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے'' وہ عورتوں سے بے خوف تھے اس لیے انہیں اپنی خدمت کے لیے زندہ رکھتے تھے۔

(8)﴿وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ﴾ ''اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی'' یعنی اس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لیے بڑی آزمائش تھی، آزمائش خیر میں بھی ہوتی ہے شر میں بھی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور ہم تمہیں اچھی اور بری حالت میں آزماتے ہیں اور ہماری طرف ہی تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (الانبیاء:35)

(9)﴿وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور ہم نے انہیں اچھے اور برے حالات سے آزمایا تاکہ وہ پلٹ آئیں۔'' (الاعراف:168)

﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ

''اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری

اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾

کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے'' (7)

سوال 1: نعمتوں پر شکر اضافے کا اور ناشکری عذاب کا باعث بنتی ہے، اس کی وضاحت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت ﴿وَاِذْ...لَشَدِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ﴾ ''اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا'' یہ موسیٰ علیہ السلام کی بنی اسرائیل کو نصیحت ہے کہ یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان کیا ہے، وعدہ فرمایا ہے۔

(2)﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ﴾ ''یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے'' یعنی اگر تم اپنے رب کے احکامات کی اطاعت کرو گے اور جس چیز سے اس نے روکا ہے اس سے رکو گے۔ (جامع البیان:13/190) سفیان اور حسن نے فرمایا: اگر تم میری اطاعت سے میرا شکر ادا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کروگے۔(جامع البیان:13/190)

(3)﴿لَاَزِيْدَنَّكُمْ﴾''تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا''یعنی میں تمہارا ثواب ضرور بڑھادوں گا۔(البحرالمحیط:6/411)

(4)شکر سے مراد دل سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا،نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق انہیں استعمال کرنا ہے۔

(5)جو شکر ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں وسعت دیتے ہیں،اور جو جتنی اطاعت پر قدرت رکھتا ہے،اطاعت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس اطاعت میں بھی اضافہ فرمادیتے ہیں اور جو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعام اس کی دی ہوئی صحت پر شکر ادا کرتا ہے،اللہ تعالیٰ اس کی صحت میں اضافہ فرماتے ہیں،یہی معاملہ ساری نعمتوں کا ہے۔(تفسیر مراغی:5/129)

(6)شکر ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾''اور اگر تم شکر کرو تو وہ اس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔''(الزمر:7)

(7)رب العزت نے فرمایا:﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾ ''کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دینے سے اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ؟اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے قدر کرنے والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔''(النساء:147)

(8)﴿وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾''اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے''یعنی اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا نہ کرو،میری اور میرے رسول کی نافرمانی کرو تو میں تم سے نعمتیں چھین لوں گا،اور تمہیں ضرور عذاب دوں گا۔لہٰذا اس سے ڈرو اور میری نافرمانیوں سے بچو۔

سوال2:انسان کی زندگی پر شکر گزاری کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1)شکر کرنے والے کا یقین کہ نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اسے سرکشی سے باز رکھتا ہے۔

(2)شکر گزار انسان لوگوں کے مقابلے میں خود کو بڑا نہیں سمجھتا۔

(3)شکر گزار انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو معاشرے میں فساد پھیلانے،انسانوں کو تکلیف دینے شر پھیلانے اور بے حیائی پھیلانے میں استعمال نہیں کرتا۔(4)شکر گزاری کی وجہ سے انسان کا نفس پاک ہوجاتا ہے۔

(5)شکر گزاری کی وجہ سے انسان نیک کاموں میں آگے بڑھتا ہے۔

(6)شکر گزار انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کا اچھا استعمال کرتا ہے۔

(7)شکر گزار انسان جب دولت کا اچھا استعمال کرتا ہے تو اس میں ترقی ہوتی ہے اور برکت ملتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) شکر گزار انسان اپنی دولت کو انسانوں کی بھلائی کے لیے خرچ کرتا ہے تو وہ بھی خوش ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ (9) شکر گزاری باہمی تعاون کا ماحول پیدا کرتی ہے اور اس کی وجہ سے امن قائم ہوتا ہے۔

سوال 3: کفران نعمت کیا ہے اور اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: (1) کفران نعمت سے مراد ہے دل سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف نہ کرنا، نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء نہ کرنا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق استعمال نہ کرنا۔ (2) کفران نعمت کرنے والے سے نعمتیں واپس لے لی جاتی ہیں۔

(3) نعمت کا اثر انسان کے دل سے مٹ جاتا ہے۔ (4) بعض اوقات نعمت کسی کے لیے مصیبت بنا دی جاتی ہے اور نعمت والے پر نعمت ہی کی وجہ سے مصیبتیں آجاتی ہیں۔ (5) کفران نعمت کے نتیجے میں لوگ اس سے حسد کرنے لگ جاتے ہیں۔

(6) کفران نعمت کی وجہ سے دنیا میں عذاب آجاتا ہے۔ (7) کفران نعمت کی وجہ سے آخرت میں عذاب ملتا ہے۔

(8) کفران نعمت زوال نعمت کا سبب ہے۔

سوال 4: کفران نعمت کی وجہ سے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) کفران نعمت کی وجہ سے انسان تکبر کرتا ہے۔ (2) کفران نعمت کی وجہ سے انسان سرکشی کرتا ہے۔

(3) کفران نعمت کی وجہ سے انسان فساد پھیلاتا ہے۔ (4) کفران نعمت کی وجہ سے انسان عیش وعشرت کرتا ہے۔

(5) کفران نعمت کی وجہ سے انسان رشتہ داروں اور محروم طبقات کے پورے حقوق ادا نہیں کرتا۔

(6) کفران نعمت کی وجہ سے دوسروں کی نفرت کا نشانہ بنتا ہے۔

(7) کفران نعمت کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کا اچھا استعمال نہیں کرتا۔

(8) کفران نعمت کی وجہ سے باہمی تعاون کا ماحول پیدا نہیں ہوتا۔

(9) کفران نعمت کی وجہ سے انسانوں کے اندر بخل، حرص جیسے رویے پیدا ہوتے ہیں۔

(10) کفران نعمت کی وجہ سے انسان کا مال بے حیائی اور برائی کے کاموں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی، دوسرا اندھا، اور تیسرا گنجا، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان کا امتحان لے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا: اچھا رنگ اور اچھی جلد کیونکہ مجھ سے لوگ پرہیز کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی بیماری دور ہوگئی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہو گیا اور جلد بھی اچھی ہوگئی۔ فرشتے نے کہا کس طرح کا مال تم زیادہ پسند کرو گے؟ اس نے کہا: اونٹ یا اس نے گائے کہی۔ اسحاق بن عبداللہ کو اس سلسلے میں شک تھا کہ کوڑھی اور گنجے دونوں میں سے ایک نے اونٹ کی خواہش کی تھی اور دوسرے نے گائے کی۔ چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال اور موجودہ عیب میرا ختم ہو جائے کیونکہ لوگ اس کی وجہ سے مجھ سے پرہیز کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا عیب جاتا رہا اور اس کے بجائے عمدہ بال آ گئے۔ فرشتے نے کہا: کس طرح کا مال پسند کرو گے؟ اس نے کہا: گائے۔ بیان کیا کہ فرشتے نے اسے حاملہ گائے دے دی اور کہا اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت دے گا۔ پھر اندھے کے پاس فرشتہ آیا اور کہا کہ تمہیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی روشنی دے تا کہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ بیان کیا کہ فرشتے نے ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اسے واپس دے دی۔ پھر پوچھا کہ کس طرح کا مال تم پسند کرو گے؟ اس نے کہا کہ بکریاں۔ فرشتے نے اسے حاملہ بکری دے دی۔ پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گنجے کی گائے بیل سے اس کی وادی بھر گئی اور اندھے کی بکریوں سے اس کی وادی بھر گئی۔ پھر دوبارہ فرشتہ اپنی پہلی شکل میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت مسکین فقیر آدمی ہوں، سفر کا تمام سامان و اسباب ختم ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ اور اچھی جلد اور مال عطا کیا، ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے سفر کو پورا کر سکوں۔ اس نے فرشتے سے کہا کہ میرے ذمہ اور بہت سے حقوق ہیں۔ فرشتے نے کہا: غالباً میں تمہیں پہچانتا ہوں۔ کیا تمہیں کوڑھ کی بیماری نہیں تھی جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے؟ تم ایک فقیر اور قلاش تھے، پھر تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں عطا کیں؟ اس نے کہا کہ یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے۔ فرشتے نے کہا: اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری پہلی حالت میں لوٹا دے۔ پھر فرشتہ گنجے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی اور اس نے بھی کوڑھی والا جواب دیا۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی پہلی حالت میں لوٹا دے۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام سامان ختم ہو چکے ہیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں۔ میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہاری بینائی واپس دے دی ہے، ایک بکری مانگتا ہوں جس سے اپنے سفر کی ضروریات پوری کر سکوں۔ اندھے نے جواب دیا کہ واقعی میں اندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بینائی عطا فرمائی اور واقعی میں فقیر ومحتاج تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مال دار بنایا۔تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! جب تم نے خدا کا واسطہ دیا ہے تو جتنا بھی تمہارا جی چاہے لے جاؤ میں تمہیں ہرگز نہیں روک سکتا۔فرشتے نے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس رکھو۔یہ تو صرف امتحان تھا اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہے اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔" (بخاری:3464)

﴿وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾

"اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم بھی کفر کرو گے اور زمین کی تمام مخلوق بھی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا بے پرواہ، بے حد تعریف والا ہے" (8)

سوال 1: ناشکری سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، وہ بے نیاز ہے، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ ... حَمِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ مُوْسٰٓى﴾ "اور موسیٰ نے کہا" یعنی موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا۔

(2) ﴿اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ﴾ "کہ اگر تم بھی کفر کرو گے" یعنی تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پا کر ان پر دل سے اس کا شکر ادا نہیں کرو گے۔(3) ﴿وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ "اور زمین کی تمام مخلوق بھی" اور زمین کے سارے لوگ اس کا انکار کریں گے یعنی ساری زمین کے لوگ ناشکرے ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔

(4) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ﴾ "تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا بے پرواہ ہے" یعنی وہ اپنی ساری مخلوق سے بے نیاز ہے، وہ کسی کا حاجت مند نہیں، کسی کی نیکی اس کی بادشاہت میں اضافہ نہیں کر سکتی اور کسی کا گناہ اس کی بادشاہت میں کمی نہیں کر سکتا، وہ غنا میں کمال رکھتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کو کسی کے شکر کی ضرورت نہیں ہے، اسے اس کی پرواہ بھی نہیں ہے، اس پر کسی کی ناشکری کا کوئی اثر بھی نہیں ہوتا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ﴾ "اگر تم کفر کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے۔" (الزمر:7)

(6) ﴿حَمِيْدٌ﴾ "بے حد تعریف والا ہے" یعنی وہ اپنی ذات، اپنے اسماء وصفات اور اپنے افعال میں قابل حمد وستائش ہے۔اس کی ہر صفت، صفت حمد وکمال ہے، اس کا ہر نام اچھا نام ہے اور اس کا ہر فعل فعل جمیل ہے۔(تفسیر سعدی:2/1338)

(7) ﴿فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ "چنانچہ انہوں نے کفر کیا اور منہ پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ بھی اُن سے بے پرواہ ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے، تمام خوبیوں والا ہے۔" (التغابن:6)

(8) سیدنا ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے میرے بندو! میں نے اپنے نفس پر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور اسے تمہارے درمیان بھی حرام کر دیا ہے، پس تم ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے پر ظلم نہ کرو۔اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہوسوائے ان کے جن کو میں ہدایت سے نوازدوں، پس تم مجھ سے ہی ہدایت طلب کرو، میں تمہیں ہدایت دوں گا۔اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہوسوائے ان کے جن کو میں کھانا عطا کردوں، پس تم مجھ سے ہی کھانا مانگو، میں تمہیں کھلاؤں گا۔اے میرے بندو! تم سب برہنہ ہوسوائے ان کے جن کو میں پوشاک پہنا دوں، پس تم مجھ سے ہی پوشاک (لباس) مانگو، میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں، پس تم مجھ سے ہی مغفرت (بخشش) طلب کرو، میں تمہیں بخش دوں گا۔اے میرے بندو! تم میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نقصان پہنچا سکو اور تم میرے نفع کو نہیں پہنچ سکتے کہ تم مجھے نفع پہنچا سکو (یعنی تم مجھے نقصان یا نفع پہنچانے پر قادر نہیں)۔اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات سب اس شخص کی طرح ہوجائیں جس کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں کرسکتی۔اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات اس شخص کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر و فاسق ہے تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کرسکتی۔اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور پچھلے، انس و جن سب ایک کھلے میدان میں جمع ہوکر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر ایک کو اس کے سوال کے مطابق عطا کردوں تو اس سے میرے خزانوں میں اتنی ہی کمی ہوگی جتنی کمی سوئی کو سمندر میں ڈال کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔اے میرے بندو! یقیناً تمہارے اعمال ہیں جن کو میں تمہارے لیے گن کر رکھتا ہوں، پھر تمہیں ان کا پورا بدلہ دیتا ہوں، پس جو بھلائی پائے وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ پائے، پس وہ اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔'' سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑتے۔'' (مسلم:6572)

﴿اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ

''کیا تمہیں ان کی خبر نہیں پہنچی، جو تم سے پہلے ہوگزرے ہیں؟ قوم نوح اور عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے

بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۛ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ

ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان کے رسول ان کے پاس روشن نشانیاں لائے تھے تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے

اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا

مونہوں میں لوٹا دیئے اور انہوں نے کہا کہ تمہیں جو دے کر بھیجا گیا ہے واقعتاً ہم اس کو نہیں مانتے اور بلاشبہ ہم یقیناً اس کے متعلق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ﴾

بے چین کرنے والے شک میں ہیں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو'' (9)

سوال: امتوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ ... مُرِيْبٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ يَاْتِكُمْ﴾ ''کیا تمہیں نہیں پہنچی'' اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ پچھلی قوموں کے حالات بیان فرمائے ہیں جن کے پاس اس کے رسول آئے اور انہوں نے جھٹلا دیا تو ان قوموں پر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل فرمایا۔ اب اپنے بندوں کو اس سے ڈراتے ہوئے فرمایا ہے کہ کیا تمہارے پاس پہلے لوگوں کی خبر نہیں آئی؟

(2) یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جب وہ انہیں نصیحت کر رہے تھے اور یاد دلا رہے تھے۔ (ایسر التفاسیر: 721)

(3) ﴿نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ ''ان کی خبر جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں؟ قوم نوح اور عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے ہیں'' یعنی قوم نوح، قوم عاد، اور قوم ثمود کی خبر جن کے واقعات کتاب اللہ میں تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں اور وہ لوگ بھی جو ان کے بعد آئے۔

(4) ﴿لَا يَعْلَمُهُمْ﴾ ''انہیں کوئی نہیں جانتا'' یعنی ان کی تعداد، ان کی کثرت کو کوئی نہیں جانتا کیونکہ تاریخ مٹ گئی۔

(5) ﴿اِلَّا اللّٰهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی نہیں جانتا۔

(6) ﴿جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ﴾ ''ان کے رسول ان کے پاس لائے تھے'' ہر قوم کے پاس ان کے رسول آئے۔

(7) ﴿بِالْبَيِّنٰتِ﴾ ''روشن نشانیاں'' یعنی ایسے دلائل لے کر جو ان کی نبوت اور تعلیمات کی سچائی کو ثابت کرتے تھے۔ ہر رسول کو ایسی آیات دی گئیں جو کسی انسان کے بس میں نہیں۔

(8) رسول دین حق لے کر آئے تا کہ لوگ ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، اسی کی اطاعت کریں، اس کے رسولوں کی اطاعت کریں تو جنہوں نے مکمل اطاعت کی وہ سعادت مند ٹھہرے۔

(9) ﴿فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ﴾ ''تو انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں لوٹا دیئے'' اس سے مراد ہے کہ انہوں نے جھٹلایا، مذاق اڑایا اور وہ ایمان نہ لائے۔ (تفسیر منیر: 234/14)

(10) یعنی وہ اس وحی پر ایمان نہ لائے جو رسول لے کر آئے تھے۔ انہوں نے کوئی ایسی بات نہ کہی جو ان کے ایمان پر دلالت کرتی ہو۔ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: ﴿يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ﴾ ''وہ موت کے ڈر سے کڑکنے والی بجلیوں سے اپنی انگلیاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔'' (البقرہ:19) (تفسیر سعدی:2/1339)

(11) انہوں نے کتاب اللہ کو سن کر تعجب کیا اس لیے انگلیاں تعجب سے منہ میں ڈال لیں۔

(12) انہوں نے غصے سے اپنی انگلیاں دانتوں تلے دبالیں۔ رب العزت نے منافقین کے بارے میں فرمایا: ﴿وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ﴾ ''اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیاں چباتے ہیں۔'' (آل عمران:119)

(13) ﴿وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ تمہیں جو دے کر بھیجا گیا ہے واقعتا ہم اس کو نہیں مانتے'' یعنی جو بھی دین اسلام میں سے تم لے کر آئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

(14) ﴿وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ﴾ ''اور بلاشبہ ہم یقیناً اس کے متعلق بے چین کرنے والے شک میں ہیں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں ہمیں شک ہے۔ اس طرح انہوں نے قوی شک کا اعتراف کیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (۸) بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ (۹)﴾ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی رب ہے۔ بلکہ وہ ایک شک میں کھیل رہے ہیں۔'' (الدخان:8,9)

(15) سارے انبیاء کی قوموں نے اسی الزام کے ساتھ دین اور نبی کو جھٹلا دیا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ﴾ ''انہوں نے کہا: اے صالح! اس سے پہلے تم پر امیدیں رکھی گئی تھیں، کیا تم ہمیں اس سے روکتے ہو کہ ہم ان کی عبادت کریں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے؟ اور بلاشبہ یقیناً ہم اس کے بارے میں ایک بے چین رکھنے والے شک میں ہیں جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو۔'' (ہود:62)

(16) ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے وہ بات نہ ہوتی تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور بلاشبہ وہ لوگ یقیناً اس قرآن سے بے چین رکھنے والے شک میں ہیں۔'' (ہود:110)

(17) ﴿وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ﴾ ''اور یقیناً جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب کا وارث بنایا گیا وہ اس کے بارے میں بے چین کرنے والے شک میں ہیں۔'' (الشوریٰ:14)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ

''ان کے رسولوں نے کہا کہ کیا اس اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی شک ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے؟ وہ تمہیں بلاتا ہے

مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ

تا کہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے اور تمہیں ایک مدت مقررہ تک مہلت دے۔ انہوں نے کہا کہ تم اور کچھ نہیں مگر ہمارے جیسے انسان

تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

ہی ہو تم چاہتے ہو کہ ان سے ہمیں روک دو جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے چنانچہ تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ'' (10)

سوال 1: رسولوں نے اپنی قوم کو جو دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿قَالَتْ ... مُّسَمًّى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اس جھگڑے کے بارے میں بیان فرما رہا ہے جو رسولوں اور کافر قوموں کے درمیان ہوا تھا۔ جب رسولوں نے انہیں دعوت دی تو وہ شک میں مبتلا ہو گئے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ﴾ ''ان کے رسولوں نے کہا'' یعنی رسولوں نے اپنی کافر قوموں کے شک کو دور کرنے کے لیے کہا۔

(2) ﴿اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی شک ہے'' یعنی کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کی توحید میں شک ہے اور اس میں کہ وہ زمین و آسمان کو بنانے والا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید میں تو کوئی شک نہیں، اللہ تعالیٰ کا وجود تو سب سے واضح ہے۔ تمہارے ضمیر اسی کو پکار رہے ہیں۔

(4) ﴿فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ''جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے'' یعنی جس کے وجود پر تمام اشیاء کے وجود کا دارومدار ہے۔ تو اس کے پاس کوئی مضبوط دلیل نہیں جو معلوم ہو، حتیٰ کہ امور محسوسہ بھی اس کی تائید نہیں کرتے۔ اس لئے انبیاء و مرسلین نے ان کو اس طرح خطاب فرمایا ہے کہ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1339، 1340)

(5) ﴿يَدْعُوْكُمْ﴾ ''وہ تمہیں بلاتا ہے'' وہ تمہیں ایمان اور عمل صالح کی دعوت دیتا ہے۔

(6) ﴿لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ﴾ ''تا کہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے'' یعنی تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان جو بھی چھوٹے بڑے گناہ ہیں ان کو وہ بخش دے گا۔ جہاں تک لوگوں پر کیے جانے والے مظالم کا تعلق ہے تو وہ ان کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے تا کہ تم ان سے معاف کروالو۔ (ایسر التفاسیر: 721، 722)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ (۳) يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ﴾ ''اور اس سے ڈر کر رہو اور میری اطاعت کرو، وہ تمہارے لیے گناہ معاف کر دے گا۔'' (نوح:3،4)

(8) ﴿يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ﴾ ''اے ہماری قوم اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کر لو اور اس پر ایمان لے آؤ وہ تمہارے گناہوں سے تمہیں معاف فرمائے گا۔'' (الاحقاف:31)

(9) ﴿وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''اور تمہیں ایک مدت مقررہ تک مہلت دے گا'' یعنی موت کے وقت تک تمہیں مہلت دے گا۔ یعنی تمہیں رسول کی دعوت پر لبیک کہنے کے اجر میں دنیاوی اور اخروی ثواب عطا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس لئے دعوت نہیں دی کہ تمہاری عبادت سے مستفید ہو بلکہ تمہاری عبادت کا فائدہ تمہاری ہی طرف لوٹے گا۔ انہوں نے اپنے رسولوں کی دعوت کو اس طرح ٹھکرا دیا جیسے جاہل اور بے وقوف لوگ ٹھکراتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1340)

سوال 2: کافروں نے بشریت کی وجہ سے انبیاء کی رسالت کا انکار کر دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْٓا ... مُّبِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا﴾ ''کہ تم اور کچھ نہیں مگر ہمارے جیسے انسان ہی ہو'' پھر کافر مقام رسالت پر شک کر کے نبیوں سے جھگڑے کہ اچھا ہم اللہ تعالیٰ کا وجود بھی مانتے ہیں اور ہمیں اس کی تنہا عبادت بھی منظور ہے لیکن پہلے یہ تو بتاؤ کہ تم رسول کیسے ہو گئے تم تو ہماری طرح ایک بشر ہو پھر ہم صرف تمہارے کہہ دینے سے تمہیں رسول کیسے مان لیں۔ (مختصر ابن کثیر:1/939)

(2) ﴿تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا﴾ ''تم چاہتے ہو کہ ان سے ہمیں روک دو'' تم چاہتے ہو کہ ہمیں روک دو ہمیں بتوں کی عبادت سے پھیر دو۔

(3) ﴿عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا﴾ ''جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے تھے'' یعنی ہم اپنے باپ دادا کے معبودوں کی عبادت کو کیسے ترک کر سکتے ہیں؟ آپ کی رائے پر ہم آپ کی اطاعت کیسے کر سکتے ہیں؟

(4) ﴿فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''چنانچہ تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ'' یعنی ایسی واضح دلیل، ایسا معجزہ، ایسی حجت پیش کرو کہ ہم پر حقیقت کھل جائے۔

﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ

''ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم کچھ نہیں مگر تمہارے ہی جیسے انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ

پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم تمہارے پاس اذن الٰہی کے بغیر کوئی دلیل لائیں اور اللہ تعالیٰ ہی

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿

پر تو لازم ہے کہ ایمان والے بھروسہ کریں'' (11)

سوال 1: رسولوں نے اقرار کیا کہ ہم بشر ہیں، اس کی وضاحت ﴿قَالَتْ ... الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ﴾ ''ان کے رسولوں نے ان سے کہا'' ان کے رسولوں نے ان کے اعتراضات اور مطالبات کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ ''ہم کچھ نہیں مگر تمہارے ہی جیسے انسان ہیں'' یعنی انبیاء نے اقرار کیا کہ واقعی ہم تمہاری طرح ایک انسان ہیں۔

(3) ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے'' مگر تمہارا اعتراض اس کو غلط ثابت نہیں کر سکتا جو ہم لے کر آئے ہیں۔

(4) جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی وحی اور رسالت سے نواز دیا، تو یہ اس کا فضل و احسان ہے اور کسی کے بس میں نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو روک سکے اور اس کو اس کی نوازشوں سے منع کر سکے۔ تم اس چیز میں غور کرو جو ہم تمہارے پاس لے کر آئے ہیں اگر وہ حق ہے تو اسے قبول کر لو اور اگر وہ حق نہیں ہے تو بے شک اسے ٹھکرا دو۔ مگر ہم جو کچھ لے کر آئے اسے ٹھکرانے کے لئے ہمارے حال کو اپنے لئے دلیل نہ بناؤ۔ (تفسیر سعدی: 2/1340)

(5) ﴿وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ﴾ ''اور ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم تمہارے پاس کوئی دلیل لائیں'' یہ ہمارے بس میں نہیں کہ ہم کوئی دلیل، کوئی حجت، کوئی برہان لے آئیں جس کے ذریعے تمہیں دعوت دیں۔ (جامع البیان: 13/195)

(6) ﴿اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اذن الٰہی کے بغیر'' وہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اگر وہ چاہے تو تمہارے پاس معجزہ نہ لائے، اور وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اپنی حکمت اور رحمت کے تقاضے کے مطابق کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1341)

(7) یعنی سوائے اس کے کہ اس پر ہمارے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہو۔ (جامع البیان: 13/195)

(8) ﴿وَعَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی پر'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر نہیں۔

(9) ﴿فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''لازم ہے کہ ایمان والے بھروسہ کریں'' یعنی ایمان والا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے،اس پر اعتماد کرتا ہے،اسی پر توکل کرتا ہے۔

(10)وہ اپنے مصالح کے حصول اور ضرر کو روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں کیونکہ انہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کفایت تامہ،قدرت کاملہ اور بے پایاں احسان کا مالک ہے۔جلب مصالح اور دفع ضرر میں آسانی پیدا کرنے میں اہل ایمان اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں اور ان کا توکل ان کے ایمان کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے۔اس آیت کریمہ سے توکل کا وجوب مستفاد ہوتا ہے۔نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ توکل لوازمات ایمان اور بڑی بڑی عبادات میں شمار ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے کیونکہ تمام عبادات توکل پر موقوف ہیں۔(تفسیر سعدی:2/1341)

(11) مفسرین لکھتے ہیں کہ داعی الی اللہ کو ہر حال میں صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ ہر قوت وعزیمت کا سرچشمہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔(تیسیر الرحمٰن:1/726)

(12)سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ رات میں یہ دعا کیا کرتے تھے:﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ، اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ قَوْلُكَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ، وَلِقَآئُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ، وَبِكَ اٰمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ، وَاَسْرَرْتُ وَاَعْلَنْتُ اَنْتَ اِلٰهِيْ لَآ اِلٰهَ لِيْ غَيْرُكَ﴾"اے اللہ! تیرے ہی لیے تعریف ہے تو آسمان وزمین کا مالک ہے۔حمد تیرے لیے ہے تو آسمان وزمین کا قائم کرنے والا ہے اور ان سب کا جو اس میں ہیں تیرے ہی لیے حمد ہے تو آسمان وزمین کا نور ہے۔تیرا قول حق ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تیری ملاقات سچ ہے اور تیری جنت سچ ہے اور دوزخ سچ ہے اور قیامت سچ ہے۔اے اللہ! میں نے تیرے ہی سامنے سر جھکا دیا میں تجھ پر ایمان لایا،میں نے تیرے ہی اوپر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا۔میں نے تیری ہی مدد کے ساتھ مقابلہ کیا اور میں تجھ سے ہی انصاف کا طلب گار ہوں۔پس تو میری مغفرت کر،ان تمام گناہوں میں جو میں پہلے کر چکا ہوں اور جو بعد میں مجھ سے صادر ہوئے ہوں ، جو میں نے چھپا رکھے ہیں اور جن کا میں نے اظہار کیا ہے،تو ہی میرا معبود ہے اور تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔"(صحیح بخاری:7385)

﴿وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ

"اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ اس نے ہمیں ہمارے راستے دکھائے ہیں؟اور جو بھی تکلیف تم ہمیں دو گے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ع 2/6 14

اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾

پر یقیناہم ضرور صبر کریں گے پس بھروسہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں'' (12)

سوال: انبیاء نے صبر اور توکل کا راستہ اختیار کیا، اس کی وضاحت ﴿وَمَا ... الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کریں'' یعنی ہمارا راستہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی عظمت کی پہچان اور اس کی بادشاہی کی عزت کی طرف لے جاتا ہے تو کون سی چیز ہمیں مجبور کر سکتی ہے کہ ہم اس پر توکل نہ کریں جو قوت والا اور غلبے والا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 722)

(2) ﴿وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا﴾ ''حالانکہ اس نے ہمیں ہمارے راستے دکھائے ہیں'' یعنی کون سی چیز ہمیں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے سے روک سکتی ہے حالانکہ ہم واضح حق اور ہدایت پر ہیں اور جو کوئی حق اور ہدایت کی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو یہ ہدایت اس کے لئے توکل کی تکمیل کا موجب بنتی ہے۔ اسی طرح یہ معلوم ہونا کہ اللہ تعالیٰ راہ ہدایت پر چلنے والے کے بوجھ کی کفالت کرتا اور اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے، توکل کی دعوت دیتا ہے۔ اس کے برعکس جو کوئی حق اور ہدایت کی راہ اختیار نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی کفالت و کفایت کا ضامن نہیں ہوتا، پس اس کا حال متوکل کے حال کے برعکس ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں، انبیاء و مرسلین کی طرف سے گویا اپنی قوم کے لئے ایک عظیم معجزے کی طرف اشارہ ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء کی قوم غالب حالات میں اقتدار اور غلبہ کی مالک ہوتی ہے۔ اس کے رسول ان کو مقابلے کی دعوت دیتے ہوئے کہتے تھے کہ وہ ان کی چالوں اور سازشوں کو ناکام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی کفایت کا پورا یقین ہے اور کفار کی انبیاء و مرسلین کی بیخ کنی کی خواہش اور نور حق کو بجھانے کی حرص کے باوجود، اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کی کفایت کی اور انہیں کفار کے مکر و کید سے بچایا۔ یہ جناب نوح علیہ السلام کے اس قول کی مانند ہے جو انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ﴾ ''اے میری قوم! اگر اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ میرا کھڑا ہونا اور میرا نصیحت کرنا تم پر بھاری گزرا ہے تو میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے، سو تم اپنے معاملے کا اپنے شریکوں سمیت کوئی متفقہ فیصلہ کرو پھر تمہارا معاملہ تم پر چھپا نہ رہے پھر مجھ پر کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔'' (یونس: 71) اسی طرح ھود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: ﴿اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (54) مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ (55)﴾ ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہنا کہ اس کے سوا تم جو شریک بناتے ہو بلاشبہ میں ان سے بیزار ہوں۔ اس کے سوا، چنانچہ تم سب مل کر میرے خلاف تدبیر کرو پھر مجھے مہلت بھی نہ دو۔'' (ھود:54،55)(تفسیر سعدی:2/1342)

(3)''ہم کیوں نہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں جب کہ زندگی کی راہوں میں اس نے ہماری راہ نمائی کی ہے''(i) یہ سوال وہ انسان کر سکتا ہے جو مکمل یقین رکھتا ہو۔(ii) جو زندگی کے طریقے پر مطمئن ہو۔(iii) جو یہ شعور رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی راہنمائی کرتا ہے اور ہر ہر قدم پر چلاتا ہے۔(iv) جس کا دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ جڑا ہوا ہو۔

(v) جو یقین رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ میرا ھادی ہے وہی میری مدد کرنے والا ہے۔

(vi) جو یقین رکھتا ہو کہ دعوت کا راستہ ہی رب کا راستہ ہے اور اس راستے پر ہونے کی وجہ سے ہی مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا مل سکتی ہے۔(vii) ایسا انسان کبھی باطل کی دھمکیوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔

(4)﴿وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا﴾''اور جو بھی تکلیف تم ہمیں دو گے اس پر یقیناً ہم ضرور صبر کریں گے''یعنی تمہاری زبانوں اور ہمارے ہاتھوں سے جو تکالیف پہنچتی ہیں اس بارے میں ہم اللہ تعالیٰ پر توکل کریں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم سے ہمارا انتقام لے لے۔(ایسر التفاسیر:722)

(5) ایذاؤں پر صبر اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ پر توکل کرے۔

(6)(i) ایذاؤں پر صبر کے نتیجے میں مومن کمزوری نہیں دکھاتا۔(ii) جدوجہد میں کمی نہیں ہوتی۔

(iii) انسان شک میں گرفتار نہیں ہوتا۔(iv) مخالف قوتیں مباحثہ اور مجادلہ چھوڑ دیتی ہیں۔

(7)﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ﴾''پس بھروسہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں''یعنی جب وہ ہر اعتماد کرنے والے کا کفیل ہے اور اس پر توکل کرنے والے اپنے معاملات اس کے سپرد کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:722)

(8) اللہ تعالیٰ پر توکل ہر بھلائی کی کنجی ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ انبیاء و مرسلین توکل کے بہترین مطالب اور بلند ترین مراتب پر فائز ہیں اور وہ ہے اقامت دین میں، اللہ تعالیٰ کی مدد میں، اس کے بندوں کی راہ نمائی اور ان سے گمراہی کے ازالے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا اور یہ کامل ترین توکل ہے۔(تفسیر سعدی:2/1342)

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جیسے میں (اس وقت) رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں آپ ایک پیغمبر (سیدنا نوح علیہ السلام) کی حکایت بیان کر رہے تھے ان کی قوم والوں نے ان کو اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا۔ وہ اپنے منہ سے خون پونچھتے تھے اور یوں دعا کرتے جاتے! پروردگار میری قوم کو بخش دے وہ نادان ہیں۔(بخاری:6929)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10) نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، کیا آپ پر کوئی دن احد کے دن سے بھی زیادہ سخت گزرا ہے؟ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا: ''تمہاری قوم (قریش) کی طرف سے میں نے کتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں لیکن اس سارے دور میں عقبہ کا دن مجھ پر سب سے زیادہ سخت تھا یہ وہ موقع تھا جب میں نے (طائف کے سردار) کنانہ بن عبد یالیل بن عبد کلال کے ہاں اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ لیکن اس نے (اسلام کو قبول نہیں کیا اور) میری دعوت کو رد کر دیا۔ میں وہاں سے انتہائی رنجیدہ ہو کر واپس ہوا۔ پھر جب میں قرن الثعالب پہنچا، تب مجھ کو کچھ ہوش آیا، میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ بدلی کا ایک ٹکڑا میرے اوپر سایہ کئے ہوئے ہے اور میں نے دیکھا کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام اس میں موجود ہیں، انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے بارے میں آپ کی قوم کی باتیں سن چکا اور جو انہوں نے رد کیا ہے وہ بھی سن چکا۔ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے، آپ ان کے بارے میں جو چاہیں اس کا اسے حکم دے دیں۔ اس کے بعد مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی، انہوں نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے محمد ﷺ! پھر انہوں نے بھی وہی بات کہی، آپ جو چاہیں (اس کا مجھے حکم فرمائیں) اگر آپ چاہیں تو میں دونوں طرف کے پہاڑ ان پر لا کر ملا دوں (جن سے وہ چکنا چور ہو جائیں) نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مجھے تو اس کی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسی اولاد پیدا کرے گا جو اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔'' (بخاری:3231)

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ

''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ یقیناً ہم تمہیں ضرور اپنی زمین سے نکال دیں گے یا لازماً تم ضرور ہماری

مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ﴾

ملت میں واپس آؤ گے، تو ان کے رب نے ان کی طرف وحی کی یقیناً ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے'' (13)

سوال 1: کافر قوموں نے اپنے رسولوں کو جلاوطنی کی دھمکی دے دی، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے اپنے رسولوں سے کہا'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے کافر قوموں کی جانب سے رسولوں کو دی جانے والی دھمکی کے بارے میں خبر دی گئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَا﴾ ''یقیناہم تمہیں ضرور اپنی زمین سے نکال دیں گے'' یعنی ہم تمہیں تمہارے گھروں سے نکال دیں گے جیسا کہ سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم نے ان سے اور ایمان والوں سے کہا:﴿لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا﴾ ''اے شعیب! ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ضرور بہ ضرور اپنی بستی سے نکال دیں گے۔'' (الاعراف:88)

(3)اور سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم نے کہا:﴿اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ﴾ ''اپنی بستی سے لوط کے گھر والوں کو نکال دو۔'' (النمل:56)

(4)مشرکین قریش کے بارے میں رب العزت نے خبر دی:﴿وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور بلاشبہ قریب تھا کہ وہ ضرور اس زمین سے آپ کے قدم اکھاڑ دیں تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور تب آپ کے پیچھے وہ بہت کم ٹھہر پائیں گے۔'' (بنی اسرائیل:76)

(5)یہ انبیاء کی دعوت کو ٹھکرانے کا سب سے زیادہ بلیغ طریقہ ہے اور اس کے بعد ان پر کوئی امید باقی نہیں رہتی کیونکہ انہوں نے ہدایت ہی سے روگردانی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے رسولوں کو ان کے وطن سے نکال دینے کی بھی دھمکی دی اور وطن کو صرف اپنی طرف منسوب کیا، ان کا زعم تھا کہ وطن پر رسولوں کا کوئی حق نہیں اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو روئے زمین پر پھیلایا اور ان کو اپنی عبادت کا حکم دیا اور زمین اور زمین کی ہر چیز کو ان کے لئے مسخر کر دیا، اور وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت پر ان چیزوں سے مدد لیتے ہیں۔ پس جو کوئی ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں استعمال کرتا ہے یہ اس کے لئے جائز ہیں اور اس پر کوئی گرفت نہیں اور جو کوئی ان کو کفر اور مختلف قسم کے گناہ اور معاصی میں استعمال کرتا ہے تو یہ اشیاء اس کے لئے خالص ہیں نہ اس کے لئے حلال ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ دشمنان انبیاء درحقیقت زمین کی کسی شے کے مالک نہیں، وہ زمین جس سے وہ انبیاء کرام کو جلاوطن کرنے کی دھمکی دیتے ہیں اس کی کسی چیز کے بھی مالک نہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1343)

(6)پیغمبر کی قوم نے دعوت دین سے اپنے بڑوں اور ان کے دین پر زد پڑتے دیکھی تو وہ ان سے بگڑ گئے۔ قوم کے افراد دلائل سے دعوت کو رد نہیں کر سکتے تھے لیکن ان کے پاس اختیارات تھے، اس لئے انہوں نے یہ فیصلہ کیا جس دعوت کا جواب دلیل سے نہیں دے سکے، طاقت کے زور سے اس کو روک دیں۔ لہٰذا انہوں نے جلاوطن کرنے کی دھمکی دے دی۔

(7)﴿اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا﴾ ''یا لازماً تم ضرور ہماری ملت میں واپس آؤ گے'' ہر پیغمبر کی قوم اسلام کے مقابلے میں جاہلیت کی علمبردار رہی ہے اور کوئی غیر اسلامی جاہلانہ نظام اس بات کو گوارا نہیں کرتا کہ اسلام کے پاس کوئی مستقل اقتدار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اپنی قیادت ہو۔اسی لئے پیغمبروں کی قوم نے ان سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ دعوت دینا بند کردیں بلکہ یہ کہا کہ ہماری ملت میں واپس آجاؤ تا کہ اسلام کا کوئی مستقل وجود باقی نہ رہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو فتح کی بشارت دے دی، اس کی وضاحت ﴿فَاَوْحٰٓى...الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جب رسولوں کے خلاف ان کی قوموں کی سازشیں ایسے مقام پر پہنچ گئیں تو اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی مدد کرے اور اپنا حکم نافذ کردے۔﴿فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ﴾ ''تو ان کے رب نے ان کی طرف وحی کی'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں پر وحی بھیجی کہ غم نہ کریں۔

(2)﴿لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''یقیناہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کردیں گے'' یعنی ظالموں کو جو شرک اور فساد کرتے ہیں، انہیں عذاب کی مختلف قسموں سے ہلاک کردیں گے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ (۱۷۱) اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ (۱۷۲) وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ (۱۷۳)﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا فیصلہ پہلے ہی صادر ہو چکا۔ یقیناوہ وہی ہیں جن کو مدد دی جائے گی اور بے شک ہمارا لشکر ہی یقیناغالب آنے والا ہے۔'' (الصافات:171-173)

(4)﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے۔'' (المجادلہ:21)

(5) امام رازی لکھتے ہیں کہ اہل حق ہر زمانے میں کم ہوا کرتے ہیں، اور اہل باطل کی کثرت رہی ہے، اور حق کا چراغ بجھانے کے لیے ہمیشہ آپس میں تعاون کرتے رہے ہیں، اسی لئے انہوں نے کبر وغرور میں انبیاء کو ایسی دھمکی دی، تو اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کو اطمینان دلایا اور کہا کہ آپ پریشان نہ ہوں، ہم ظالموں کو ہلاک کردیں گے، اور زمین کا مالک آپ ہی کو بنائیں گے۔ (تیسیر الرحمٰن:1/726، 727)

﴿وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ

''اور یقیناہم ان کے بعد تمہیں ضرور زمین میں بسائیں گے، یہ اس کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے

وَخَافَ وَعِيْدِ﴾

اور میری وعید سے ڈرے'' (14)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال1:اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے مدد کا جو وعدہ کیا،اس کی وضاحت ﴿وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ ...وَعِيْدِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ ''اور یقیناہم ان کے بعد تمہیں ضرور زمین میں بسائیں گے'' یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے انبیاء سے وعدہ ہے کہ کافر قوم کے مقابلے میں ان کی مدد فرمائے گا۔

(2)یہ وعدہ محمد ﷺ سے بھی ہے کہ مشرکوں کے معاملے میں اسی طرح صبر کریں جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا تھا کیونکہ کافروں کا انجام ہلاکت ہے۔رب العزت نے فرمایا﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کی سنت ہے ان لوگوں میں سے جو اس سے پہلے گزرے اور آپ اللہ تعالیٰ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہ پائیں گے۔'' (الاحزاب:62)(جامع البیان:14/197)

(3)﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً زبور میں ہم نے اس نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔'' (الانبیاء:105)

(4)﴿ذٰلِكَ﴾ یہ انجام یعنی مومنوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت۔

(5)﴿لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ﴾ ''اس کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے'' یعنی جو قیامت کے دن میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا۔

(6)﴿وَخَافَ وَعِيْدِ﴾ ''اور میری وعید سے ڈرے'' اور رسولوں کا انکار کرنے والوں اور میری عبادت میں شرک کرنے والوں کے لیے میرے عذاب دینے سے ڈر گیا۔(ایسر التفاسیر:722)

(7)یعنی قرآن میں جو وعیدیں ہیں ان سے ڈر گیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر گیا۔(فتح القدیر:3/125)

(8)یعنی یہ اچھا انجام جس سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل اور ان کے پیروکاروں کو بہرہ ور کیا،اس شخص کی جزا ہے۔﴿لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ﴾ یعنی جو دنیا میں،میرے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کا اس شخص کی مانند خوف کھاتا ہو جسے علم ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔﴿وَخَافَ وَعِيْدِ﴾ یعنی میری وعید سے ڈرتا ہو جو میں نے اپنے نافرمانوں کو سنائی ہے،پس یہ ڈر اس بات کا موجب ہے کہ وہ ان امور سے رک جائے جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور ان کی طرف سبقت کرے جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:2/1343)

سوال2:اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہی کا خوف اور اللہ تعالیٰ کی وعید کا خوف انسان کی زندگی میں کیا تبدیلی پیدا کرتا ہے؟

جواب:(1)جواب دہی اور وعید کے خوف کی وجہ سے ایک انسان کے اندر کی سرکشی ختم ہوتی ہے۔

(2)اس کی وجہ سے انسان ظلم کرنے سے رکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)اس کی وجہ سے انسان خود فساد سے بچتا ہے اور زمین میں فساد کے پھیلاؤ کو روکتا ہے۔

(4)اس کی وجہ سے انسان خود ظلم کرنے سے رکتا ہے اور دوسروں کو ظلم کرنے سے روکتا ہے۔

﴿وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾

''اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا اور ہر سرکش، عناد رکھنے والا نامراد ہو گیا''(15)

سوال: انبیاء نے دعا مانگی اور قوموں نے اپنے اوپر بددعا کی، اس کی وضاحت ﴿وَاسْتَفْتَحُوْا...عَنِيْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاسْتَفْتَحُوْا﴾ ''اور انہوں نے فیصلہ طلب کیا'' یعنی انبیاء نے فتح کی دعا مانگی یا خود انبیاء کی قوموں نے اپنے اوپر بددعا کی جیسا کہ ابوجہل نے بدر کی جنگ پر جانے سے پہلے کعبے کے پردے پکڑ کر یہ دعا کی تھی۔﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جب اُنہوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔'' (الانفال:32)

(2)یعنی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور دشمنوں کے درمیان فرق کرنے کے لیے جلدی فیصلہ طلب کیا تھا تو وہ ان کے پاس آ گیا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔

(3)﴿وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ ''اور ہر سرکش، عناد رکھنے والا نامراد ہو گیا'' یعنی ظالم، سرکش، حق کی مخالفت کرنے والے نے خسارہ پایا جو اللہ تعالیٰ، اس کے بندوں اور حق کے مقابلے میں سرکشی دکھاتا ہے اور زمین میں فساد کرتا ہے۔ جو انبیاء سے بغض رکھتا ہے، ان کی مخالفت کرتا ہے اور تکبر کرنے کی وجہ سے دنیا و آخرت میں ناکام ہو جاتا ہے۔

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک گردن قیامت کے دن دوزخ سے نکلے گی، اس کی دو آنکھیں ہوں گی کہ دیکھتی ہوں گی اور دو کان ہوں گے کہ سنتے ہوں گے اور ایک زبان کہ بولتی ہو گی، وہ کہے گی کہ میں تین قسم کے لوگوں کے لیے مقرر ہوئی ہوں، ایک جبار و سرکش، دوسرے جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا اور تیسرے مصور لوگ۔'' (ترمذی:2574)

﴿مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ﴾

''اس کے پیچھے جہنم ہے اور اسے اس پانی سے پلایا جائے گا جو پیپ ہے''(16)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1: جباروں کے لیے جہنم اوراس کے عذاب ہیں،اس کی وضاحت ﴿مِّنْ وَّرَآئِهٖ ... صَدِيْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ﴾ ''اس کے پیچھے جہنم ہے'' یعنی ہر جبار کے آگے جہنم منتظر ہے۔وہ اپنی ہلاکت کے بعد ضرور اس میں داخل ہوں گے۔

(2) یعنی جابر اور سرکش کے آگے جہنم ہوگی جو اس کے لیے گھات لگائے ہوگی اور روز قیامت اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس میں داخل کر دیا جائے گا اور قیامت کے دن تک اسے صبح وشام جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا۔(المصباح المنیر :462/1)

(3)﴿وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ﴾ ''اور اسے اس پانی سے پلایا جائے گا جو پیپ ہے'' مجاہد نے کہا: صدید کا معنی پیپ اور لہو ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)

(4) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ﴾ کے بارے میں فرمایا: ﴿يُقَرَّبُ إِلَى فِيهِ فَيَكْرَهُهُ فَإِذَا أُدْنِيَ مِنْهُ شَوَى وَجْهَهُ وَوَقَعَتْ فَرْوَةُ رَأْسِهِ فَإِذَا شَرِبَهُ قَطَّعَ أَمْعَاءَهُ حَتَّى يَخْرُجَ مِنْ دُبُرِهِ﴾ ''ماء صدید (پیپ کا پانی) جب دوزخی کے منہ کے قریب کیا جائے گا تو وہ اس سے نفرت کرے گا پھر اور قریب کیا جائے گا تو چہرہ کو بھون ڈالے گا اور اس کے سر کی کھال گر پڑے گی پھر جب اسے پیئے گا تو انتڑیاں کاٹ ڈالے گا اور پاخانے کے مقام سے باہر نکل جائے گا۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ذیل کی آیات تلاوت فرمائیں اول سورۃ محمد کی:﴿وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ﴾ ''اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا۔''(محمد:15)﴿وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ﴾ ''اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے۔''(الکہف:29)(مشکوۃ المصابیح:5680)

(5)﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ (۲۴) مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ (۲۵) الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ (۲۶)﴾ ''جہنم میں ڈال دو ہر کافر سرکش کو۔خیر سے روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، شک میں پڑا ہوا تھا۔جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنایا۔چنانچہ اُسے سخت عذاب میں ڈال دو۔''(ق:24-26)

سوال2: جباروں اور سرکشوں کی سرکشی کا علاج کیسے کیا گیا ہے؟

جواب: جبار اور سرکش دنیا میں خود کو بڑا سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں شعوری طور پر جہنم کے اندر پہنچا کر دکھایا ہے کہ کس طرح پیپ کی تلخی اور گندگی برداشت کرنی ہوگی، کل کے عذاب کی وجہ سے انسان کو سمجھ آنے لگتی ہے اور انسان اپنی سرکشی کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برقرار رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں سوچنے لگتے ہیں۔

﴿يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ

''وہ اس کا گھونٹ گھونٹ پیئے گا لیکن قریب بھی نہ ہوگا کہ حلق سے اتارے اور موت اس پر ہر طرف سے آئے گی حالانکہ وہ مرنے والا

وَمِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ﴾

ہوگا اور اس کے پیچھے ایک سخت عذاب ہے'' (17)

سوال 1: جہنمیوں کو دیے جانے والے عذابوں کی وضاحت ﴿يَّتَجَرَّعُهٗ ... غَلِيْظٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَّتَجَرَّعُهٗ﴾ ''وہ اس کا گھونٹ گھونٹ پیئے گا'' یعنی جہنمی پیاس کی شدت کی وجہ سے ماءِ صدید گھونٹ گھونٹ پیئے گا۔

(2) ﴿وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ﴾ ''لیکن قریب بھی نہ ہوگا کہ حلق سے اتارے'' کیونکہ جب وہ منہ کے قریب لے کر جائے گا تو وہ منہ کو جلا دے گا اور پیٹ میں جانے کے لیے جہاں سے گزرے گا انتڑیاں کاٹ دے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ﴾ ''اور ان کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا۔'' (محمد:15)

(3) ﴿وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ﴾ ''اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔'' (الکہف:29)

(4) ﴿هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ (٥٥) جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ (٥٦) هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ (٥٧) وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ (٥٨)﴾ ''یہ ہے بدلہ، اور بلاشبہ سرکشوں کا یقیناً بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ جہنم جس میں وہ داخل ہوں گے سو بہت ہی یہ برا بچھونا ہے۔ یہ ہے بدلہ، سو اسے وہ چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ۔ اور اس شکل کی دوسری اور کئی قسمیں ہیں۔'' (ص:55-58)

(5) ﴿وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ﴾ ''اور موت اس پر ہر طرف سے آئے گی حالانکہ وہ مرنے والا نہیں ہوگا'' یعنی ہر عذاب اتنا سخت عذاب ہوگا کہ انہیں لگے گا کہ اب موت آ گئی مگر اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے مطابق موت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں آئے گی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ (۳۶) وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ (۳۷)﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا، اُن کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان پر فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ہی جہنم کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا، ہر ناشکرے کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ اور وہ اس میں چیخ رہے ہوں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال اس کے برعکس ہم نیک عمل کریں گے، جو ہم کیا کرتے تھے۔ اور کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی تھی جس میں کوئی نصیحت حاصل کرنا چاہتا تو نصیحت حاصل کر سکتا تھا؟ اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا آ چکا تھا، چنانچہ چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔'' (فاطر:36-37)

(6) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن عذاب کے اعتبار سے سب سے کم وہ شخص ہوگا جس کے دونوں قدموں کے نیچے آگ کا انگارہ رکھا جائے گا اور اس کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔'' (صحیح بخاری:6561)

(7) سیدنا سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿إِنَّ مِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ النَّارُ إِلَى كَعْبَيْهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلَى حُجْزَتِهِ، وَمِنْهُمْ مَنْ تَأْخُذُهُ إِلَى عُنُقِهِ﴾ ''دوزخیوں میں سے کچھ کو آگ ان کے ٹخنوں تک پکڑے گی اور ان میں سے کچھ کو ان کے گھٹنوں تک اور ان میں سے کچھ کو ان کی کمروں تک اور ان میں سے کچھ کو ان کی گردن تک آگ پکڑے گی۔'' (صحیح مسلم:7169)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہاری (دنیا کی) آگ جہنم کی آگ کے مقابلے میں (اپنی گرمی اور ہلاکت خیزی میں) ستر واں حصہ ہے،'' کسی نے پوچھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (کفار اور گنہگاروں کے عذاب کے لئے تو) یہ ہماری دنیا کی آگ بہت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا کی آگ کے مقابلے میں جہنم کی آگ انہتر گنا بڑھ کر ہے۔'' (صحیح بخاری:3265)

(9) ﴿وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ﴾ ''اور اس کے پیچھے ایک سخت عذاب ہے'' یعنی ہر حق کے دشمن کے پیچھے سخت عذاب ہوگا جس کی شدت کو رب العزت کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

سوال 2: جہنم میں جانے والے کیوں نہیں مر پائیں گے؟

جواب: دوبارہ زندگی ہمیشہ کی زندگی ہوگی۔ وہ زندگی فنا ہونے والی نہیں ہوگی اس لیے باوجود سخت عذابوں کے اہل جہنم مر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں پائیں گے۔

سوال3:﴿عَذَابٌ غَلِيْظٌ﴾ کی کیا وجہ ہوگی؟

جواب: اس کی وجہ دنیا میں حق کی طرف بلانے والوں کے خلاف شدید قوت کا استعمال کرنا ہے حالانکہ حق کی طرف دی جانے والی دعوت اصلاح اور بھلائی کے لیے ہوتی ہے۔

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾

''جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی طرح ہے جس پر ایک آندھی والے دن میں تند ہوا چل پڑے جو بھی انہوں نے کمایا تھا اس میں سے وہ کسی پر قادر نہیں ہوں گے یہی دور کی گمراہی ہے''(18)

سوال1: کافروں کے اعمال کی مثال کی وضاحت ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ۔۔۔عَاصِفٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ﴾ ''جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ہے'' اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے اعمال کی مثال دی ہے جو اپنے رب کو جھٹلاتے ہیں، اس کی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔(2)﴿اَعْمَالُهُمْ﴾ ''ان کے اعمال کی'' ان اعمال سے مراد یا تو وہ اعمال ہیں جو بظاہر اچھے ہیں یا وہ جو اپنے رب کی خاطر کیے مثلاً صلہ رحمی، والدین سے حسن سلوک، قیدیوں کو چھڑانا، قربانیاں وغیرہ۔

(3)﴿كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ﴾ ''اس راکھ کی طرح ہے جس پر ایک آندھی والے دن میں تند ہوا چل پڑے'' ان کے عملوں کی عمارت کی بنیاد راکھ ہے یعنی ان اعمال سے نفع نہیں اٹھایا جا سکتا جیسے راکھ سب سے گھٹیا اور ہلکی چیز ہے۔ جیسے آندھی والے دن سخت ہوا سے راکھ میں سے کچھ باقی نہیں رہتا، ایسے ہی کافروں کے اعمال کا بھی انہیں کوئی ثواب ملنے والا نہیں۔

(4)﴿لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ﴾ ''جو بھی انہوں نے کمایا تھا اس میں سے وہ کسی پر قادر نہیں ہوں گے'' یعنی وہ اپنے اعمال کا ثواب نہیں پا سکیں گے کیونکہ وہ شرک پر مبنی باطل اعمال ہیں۔(ایسر التفاسیر:723)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:﴿إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مُؤْمِنًا حَسَنَةً يُعْطَى بِهَا فِي الدُّنْيَا، وَيُجْزَى بِهَا فِي الْآخِرَةِ، وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا عَمِلَ بِهَا لِلّٰهِ فِي الدُّنْيَا حَتَّى إِذَا أَفْضَى إِلَى الْآخِرَةِ لَمْ تَكُنْ لَهُ حَسَنَةٌ يُجْزَى بِهَا﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ کسی مؤمن سے ایک نیکی کا بھی ظلم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرے گا۔ دنیا میں اسے اس کا بدلہ عطا کیا جاتا ہے اور آخرت میں بھی اسے اس کا بدلہ عطا کیا جائے گا اور کافر کو دنیا میں ہی بدلہ عطا کر دیا جاتا ہے جو وہ نیکیاں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب آخرت میں فیصلہ ہوگا تو اس کے لیے کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔'' (مسلم:7089)

(6)﴿ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾ ''یہی دور کی گمراہی ہے'' یعنی یہ کوشش اور عمل جس کی نہ کوئی بنیاد ہے اور نہ استقامت، یہاں تک کہ وہ اپنے ثواب کو مفقود پائیں گے۔ یہ حق سے دور کی گمراہی ہے۔ (تفسیر مراغی:5/119)

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ ''اور ہم ان کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا تو ہم اسے اڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔'' (الفرقان:23)

(8)﴿مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ ''اس کی مثال جو وہ اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں، اس ہوا کی مثال کی طرح ہے جس میں شدید سردی ہو، جو ایسے لوگوں کی کھیتی کو پہنچی جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اس نے اسے تباہ و برباد کر دیا، اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں۔'' (آل عمران:117)

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ

''کیا آپ نے دیکھا نہیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بلاشبہ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے؟ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے

وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴾

اور ایک نئی مخلوق لے آئے'' (19)

سوال 1: اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ تَرَ ... جَدِيْدٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اَلَمْ تَرَ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں؟'' اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو متنبہ فرمایا ہے۔

(2)﴿اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بلاشبہ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے'' اگر مخلوق غور کرے کہ وہ ہستی کتنی عظیم ہے جس نے وسعتوں والے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے تو وہ یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے تاکہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دے۔

(3) وہ جس نے عظیم آسمان بنائے، جس نے متضاد حرکتیں رکھیں، بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں، وہ جو سب کچھ پیدا کر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھکا نہیں، یقیناً وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور کیا بھلا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو ان کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الاحقاف:33)

(5) ﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ﴾ ''اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے'' یعنی وہ تمہیں معدوم کر دے اور تمہارے آثار مٹا دے۔ (المحرر الوجیز:3/332)

(6) ﴿وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ﴾ ''اور ایک نئی مخلوق لے آئے'' یعنی ایسے لوگوں کو لے آئے جو اس کی توحید کو ماننے والے، اس کے اطاعت گزار ہوں۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (۱۵) اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (۱۶) وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (۱۷)﴾ ''اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ ہی بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ اگر وہ چاہے تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں۔'' (فاطر:15-17)

﴿وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ﴾

''اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل بھی دشوار نہیں ہے'' (20)

سوال 1: موت کے بعد زندگی دینا اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں، اس کی وضاحت ﴿وَّمَا ... بِعَزِيْزٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّمَا ذٰلِكَ﴾ ''اور نہیں یہ'' یعنی موت کے بعد زندگی دینا، ایک قوم کے بعد دوسری کو اٹھانا۔

(2) ﴿عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ پر'' یعنی وہ رب جو آسمانوں اور زمین کو تخلیق کر سکتا ہے۔ جس کے لئے طوفانوں سے ہر چیز کا اڑا دینا ممکن ہے۔ اس کے لیے کسی قوم کو اٹھانا یا گرانا مشکل نہیں۔

(3) ﴿بِعَزِيْزٍ﴾ ''بالکل بھی دشوار'' یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بہت آسان ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''تم سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک ہی نفس جیسا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔'' (لقمان:28)

(4)﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا اور وہ اس پر آسان ترین ہے۔'' (الروم:27)

﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا

''اور یہ سب لوگ جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ یقیناً ہم تمہارے

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

پیروکار تھے تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں ہمارے کچھ بھی کام آنے والے ہو؟ وہ کہیں گے اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا

لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ﴾ ع 3 9 15

تو ہم ضرور تمہاری راہ نمائی کرتے ہم بے قرار ہوں یا صبر کریں ہم پر یکساں ہے، ہمارے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں'' (21)

سوال1: قیامت کے دن پیروکار اپنے راہ نماؤں سے کیا کہیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَبَرَزُوْا ... شَيْءٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ ''اور یہ سب لوگ جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے'' یعنی قیامت کے دن سب اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

(2) قیامت کے دن تمام انسان، مومن، کافر، نیک اور برے لوگ سب اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کے سامنے پیش ہوں گے۔(3) سب ایک ہموار زمین پر کھڑے ہوں گے جس میں کوئی نہ خود چھپ سکے گا، نہ اس کے معاملات۔

(4)﴿فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا﴾ ''تو کمزور لوگ کہیں گے'' یعنی پیروی کرنے والے کہیں گے۔

(5)﴿لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا﴾ ''ان سے جو بڑے بنے ہوئے تھے'' یعنی ان لوگوں کو جن کی دنیا میں پیروی کی جاتی تھی، جو گمراہی میں لوگوں کی راہ نمائی کرتے تھے۔

(6)﴿اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا﴾ ''کہ یقیناً ہم تمہارے پیروکار تھے'' یعنی ہم تو تمہارا ہر حکم خوشی سے مانتے تھے۔ یعنی تمہارے کہنے سے ہم بتوں کی عبادت کرتے تھے، تمہارے حکم سے ہی ہم رسولوں کی بات نہیں مانتے تھے۔

(7)﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے کچھ بھی کام آنے والے ہو؟'' یعنی کیا اب تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہمیں بچا سکتے ہو، خواہ تھوڑا سا ہی بچا لو۔

سوال 2: راہ نما اپنے پیروکاروں کو جو جواب دیں گے، اس کی وضاحت ﴿قَالُوْا ... قَّحِيْصٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ ''وہ کہیں گے'' یعنی ان کے سردار کہیں گے جیسے ہم سیدھے راستے سے بھٹک گئے تھے، تمہیں بھی بھٹکا دیا۔

(2) ﴿لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم ضرور تمہاری راہ نمائی کرتے'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں ایمان کی، نجات کے راستے کی، عذاب سے بچنے کی توفیق دی ہوتی تو ہم تمہیں بھی ہدایت دے دیتے۔

(3) ﴿سَوَآءٌ عَلَيْنَآ﴾ ''ہم پر یکساں ہے'' یعنی ہم پر تو ہمارے رب کی بات واجب ہو چکی، ہم پر تقدیر غالب آ گئی ہے۔ یعنی کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی، اب کچھ نہیں ہو سکتا۔

(4) ﴿اَجَزِعْنَآ﴾ ''آیا ہم بے قرار ہوں'' ہم عذاب کی وجہ سے جزع فزع کریں۔ ﴿اَمْ صَبَرْنَا﴾ یا اس عذاب پر صبر کر جائیں۔

(5) ﴿مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ﴾ ''ہمارے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں'' کوئی جائے پناہ نہیں جہاں ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بھاگ کر جا سکیں۔

(6) سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''دوزخی پہلے رونے پیٹنے کی صلاح کریں گے، چنانچہ وہ پانچ سو برس تک خوب روئیں پیٹیں گے لیکن جب دیکھیں گے کہ کوئی فائدہ نہیں ہوا تو صبر کرنے کی صلاح کریں گے، چنانچہ پانچ سو برس تک صبر کئے رہیں گے۔ پھر جب دیکھیں گے کہ اس سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا تو کہیں گے: ﴿سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ﴾۔'' (قرطبی) (اشرف)

(7) ﴿وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾﴾ رب العزت نے فرمایا: ''اور جب یہ لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑے کریں گے تو کمزور لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے: ''یقیناً ہم تمہارے پیچھے چلنے والے تھے، تو کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹانے والے ہو؟'' جو لوگ بڑے بنے ہوئے تھے وہ کہیں گے: ''یقیناً ہم سب اس میں پڑے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان بلاشبہ فیصلہ کر چکا ہے۔'' (غافر: 47,48) ﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا (۶۷) رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا (۶۸)﴾ اور کہیں گے: ''اے ہمارے رب! یقیناً ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! انہیں دوہرا عذاب دے اور ان پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت۔'' (الاحزاب:68,67)

﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ

''اور شیطان کہے گا، جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا

فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ

سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا،

فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ

چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو اور خود ہی کو ملامت کرو میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا نہیں ہوں اور تم میری فریاد رسی کرنے والے نہیں ہو،

اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا، ظالموں کے لیے یقیناً دردناک عذاب ہے'' (22)

سوال: قیامت کے دن ابلیس اپنے پیروکاروں سے جو خطاب کرے گا، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَ ... اَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ﴾ ''اور شیطان کہے گا'' یعنی بنی آدم کا دشمن جو دنیا میں ہونے والی ہر برائی کا سبب ہے، وہ اہل جہنم سے برأت کا اظہار کرتے ہوئے اور انہیں افسوس دلانے کے لیے ان سے خطاب کرے گا۔

(2) ﴿لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ﴾ ''جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا'' یعنی جب جنت والے جنت میں اور جہنم والے جہنم میں چلے جائیں گے۔

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا'' یعنی جو ایمان لا کر نیک عمل کرے گا، شرک اور نافرمانیوں سے بچے گا میں اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو کفر، شرک اور نافرمانیاں کرے گا میں اسے بربادی کے گھر میں، توہین آمیز عذاب دوں گا۔ اگر تم نے اطاعت کی ہوتی اور رسولوں کی جانب سے کیے گئے سچے وعدوں پر یقین کیا ہوتا تو تم بھی اس عظیم نعمت کو، عزت والے گھر کو حاصل کر لیتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَوَعَدْتُّكُمْ﴾ ''اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا'' یعنی میں نے تم سے بھلائی کا جو وعدہ کیا، تمہیں جھوٹی امیدیں دلائیں۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا﴾ ''وہ اُن سے وعدے کرتا ہے اور انہیں اُمیدیں دلاتا ہے۔ حالانکہ شیطان ان سے دھوکہ کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتا۔'' (النساء:120)

(5)﴿فَاَخْلَفْتُكُمْ﴾ ''سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی'' تمہارے ساتھ میرے وعدے کبھی پورے نہیں ہوں گے، میں نے جو امیدیں دلائیں جھوٹی تھیں، جو وعدے کیے فریب تھے، وہ سب کچھ لاحاصل ہے کیونکہ میں نے تم سے وعدہ خلافی کی۔

(6)﴿وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ﴾ ''اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا'' یعنی میرے پاس اپنے وعدوں کے لیے کوئی دلیل نہیں تھی۔ یعنی میں کوئی قدرت، کوئی اختیار نہیں رکھتا تھا۔

(7)﴿اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ﴾ ''سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا'' یعنی میرا زیادہ سے زیادہ یہ اختیار تھا کہ میں نے تمہیں سیدھے راستے سے ہٹانے کے لیے سبز باغ دکھائے، میں نے تمہیں بے دلیل اپنے مقصد کی طرف بلایا تو تم نے میری باتیں مان لیں۔ اس لیے کہ میں نے تمہارے سامنے تمہاری خواہشات کو مزین کیا تو تم نے میری دعوت پر لبیک کہا اور انبیاء کی جانب سے کیے گئے سچے وعدوں کی پرواہ نہیں کی۔

(8)﴿فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ﴾ ''چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو'' سارا قصور تو تمہارا اپنا ہے اس لیے مجھے ملامت نہ کرو، اپنی غلطی کو میرے اوپر مت چپکاؤ۔

(9)﴿وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ ''اور خود ہی کو ملامت کرو'' تم نے دلیل والا راستہ چھوڑا اور میری آواز پر میرا راستہ اختیار کیا جس کے لیے کوئی دلیل نہیں تھی، اس پر اپنے آپ کو ملامت کرو۔

(10)﴿مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ﴾ ''میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا نہیں ہوں'' آج نہ میں تمہیں عذاب سے بچا سکتا ہوں نہ تمہاری مدد کو پہنچ سکتا ہوں۔ جس کرب میں تم مبتلا ہو، میں تمہاری فریاد رسی نہیں کر سکتا۔

(11)﴿وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ﴾ ''اور تم میری فریاد رسی کرنے والے نہیں ہو'' تم بھی مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب سے نہیں بچا سکتے۔ ہر ایک کے لیے عذاب کا اپنا اپنا حصہ ہے۔

(12)﴿اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ﴾ ''یقیناً میں بالکل انکار کرتا ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک بنایا تھا'' یعنی میں تمہارے شرک کی وجہ سے تم سے نفرت کرتا ہوں۔

(13) تم نے اس سے پہلے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں تھی۔ اس لیے میں تمہاری بات کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں مانتا۔ میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہوں۔

(14) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝﴾ ''اور اُس سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہیں پکارتا ہے؟ جو قیامت کے دن تک اُسے کوئی جواب نہیں دے سکتے حالانکہ وہ اُن کی دُعا ہی سے غافل ہیں۔ اور جب تمام انسان جمع کر دیئے جائیں گے، وہ اُن کے دُشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے۔'' (الاحقاف:6,5)

(15) ﴿اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''ظالموں کے لیے یقیناً دردناک عذاب ہے'' وہ اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرا کر ظلم کیا ہے۔

(16) اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو شیطان کی بندگی سے ڈرایا ہے۔ اس نے شیطان کے طریقہ واردات کی وضاحت کی ہے کہ کیسے وہ انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ اس کا مقصد تو نسل انسانی کو جہنم تک پہنچانا ہے۔

(17) آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شیطان کے پاس کوئی اختیار نہیں اور ایک دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ﴾ ''یقیناً اس کا زور تو صرف ان ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اسے اپنا سرپرست بناتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے ہیں۔'' (سورہ النحل:100) پس وہ ''زور'' اور ''تسلط'' جس کی اللہ تعالیٰ نے نفی کی ہے اس سے مراد حجت اور دلیل ہے، شیطان جس چیز کی طرف دعوت دیتا ہے، اس پر درحقیقت اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرتا ہے کہ ان کو شبہات میں مبتلا کرے، گناہوں کو ان کے سامنے مزین اور آراستہ کرے، جن سے متاثر ہو کر وہ گناہوں کے ارتکاب کی جسارت کر لیں۔ رہا وہ ''زور'' جس کا اللہ تعالیٰ نے اثبات کیا ہے تو اس سے مراد وہ تسلط ہے جس کے بل پر وہ اپنے دوستوں کو گناہوں پر آمادہ کرتا ہے اور ان کو نافرمانیوں پر ابھارتا ہے۔ بندے شیطان سے موالات پیدا کر کے اور اس کے گروہ میں شامل ہو کر اس کو اپنے آپ پر مسلط کر لیتے ہیں۔ اس لئے شیطان کا ان لوگوں پر کوئی زور نہیں چلتا جو ایمان لاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ﴿اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ بے شک شیطان کی اطاعت کر کے اپنے آپ پر ظلم کرنے والے، ﴿لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ وہ اس عذاب میں ابدالآباد تک رہیں گے۔ اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف وکرم ہے کہ اس نے انہیں شیطان کی اطاعت سے ڈرایا ہے، اس نے شیطان کے مقاصد اور ان راستوں کی نشاندہی کر دی ہے جہاں سے وہ داخل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو کر انسان کو گمراہ کرتا ہے، اس کا مقصد صرف انسان کو جہنم کی آگ میں جھونکنا ہے۔ ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر واضح کر دیا ہے کہ جب شیطان اپنے لشکر سمیت جہنم میں داخل ہوگا تو وہ اپنے متبعین سے بری الذمہ ہو جائے گا اور ان کے شرک سے صاف انکار کر دے گا۔ ﴿وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ باخبر کی مانند تمہیں کوئی خبر نہیں دے سکتا۔ (فاطر:14) (تفسیر سعدی:2/1348)

﴿وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

''اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں انہیں ایسے باغوں میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،

فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ﴾

وہ اپنے رب کے حکم سے ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی'' (23)

سوال 1: ایمان والوں کو جو بشارت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاُدْخِلَ ... سَلٰمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے ظالموں کو عذاب کی وعید کے بعد ایمان والوں کو ثواب کی بشارت دی ہے۔

(2) ﴿وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے انہیں داخل کیا جائے گا'' یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی اور جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے اس پر دل سے یقین کیا اور اپنے قول سے اور اپنے عمل سے دین کو قائم کیا۔

(3) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیکیاں کی ہیں'' اور وہ عبادات اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کام ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جن سے روکا ہے۔ (جامع البیان:13/207) (4) ﴿جَنّٰتٍ﴾ باغات میں۔

(5) ﴿تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'' جن میں دودھ، شہد، شراب اور پانی کی نہریں بہتی ہوں گی۔ ایسی نعمتیں جو نہ کسی انسان کے احاطہ خیال میں آئیں، نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں۔

(6) ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' وہ اس سے نکالے نہیں جائیں گے نہ کہیں اور جانا چاہیں گے۔

(7) ﴿بِاِذْنِ رَبِّهِمْ﴾ ''اپنے رب کے حکم سے'' یعنی ان کا رب ان کو جنتوں میں داخل کرے گا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (8) یعنی وہ اپنی قوت واختیار سے جنت میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی قوت واختیار سے جنت میں داخل ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:2/1349)

(9) ﴿تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ﴾ ''ان کی آپس کی دعا اس میں سلام ہوگی'' وہ سلام اور اچھے کلام کے ساتھ ایک دوسرے کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استقبال کریں گے۔انہیں فرشتے بھی سلام کریں گے اور رب العزت کی جانب سے انہیں سلام کیا جائے گا۔

(10) رب العزت نے فرمایا:﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ﴾ ''ان لوگوں کو جو اپنے رب سے ڈرکر رہے، گروہ در گروہ جنت کی طرف لایا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے اور جنت کے دروازے کھول دیے گئے ہوں گے اور اُس کے نگران اُن سے کہیں گے: سلام ہو تم پر! ۔'' (الزمر:73)

(11)﴿وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے تم لوگوں پر سلامتی ہو۔'' (الرعد:24,23) (12)﴿وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا﴾ ''اور اس میں ان کا استقبال دعا اور سلام کے ساتھ ہوگا۔'' (الفرقان:75) (13) رب العزت بھی سلام کریں گے۔فرمایا:﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ ''رحم کرنے والے رب کی طرف سے ان کو سلام کہا جائے گا۔'' (یٰس:58)

(14)﴿دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''ان میں ان کی پکار یہ ہوگی کہ پاک ہے تو اے اللہ اور ان میں ان کی دعا ہوگی، سلامتی ہو اور ان کی ہر بات کا اختتام اس پر ہوگا کہ تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے۔'' (یونس:10)

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کلمہ کی مثال کیسے بیان کی ہے؟ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے، جس کی جڑ مضبوط ہے

وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ﴾

اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں'' (24)

سوال 1: کلمہ طیبہ کی مثال کی وضاحت ﴿اَلَمْ تَرَ ... فِي السَّمَآءِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں کلمہ طیبہ کی مثال بیان کی گئی ہے، رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَمْ تَرَ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا'' رب العزت نے فرمایا: اے رسول کیا آپ نہیں جانتے۔

(2)﴿كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً﴾ ''اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کلمہ کی مثال کیسے بیان کی ہے؟'' وہ کلمہ ایمان ہے جو ایک مومن کہتا ہے۔ (جامع البیان:13/202) (3) کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ (ایسر التفاسیر:726)

(4) یہاں کلمہ طیبہ (ستھری بات) سے مراد ہے اس امر کی گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1349)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ﴾ ''ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے'' اس سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''اچھا مجھے بتاؤ تو وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کی مانند ہے، جس کے پتے نہیں گرتے، ہر وقت میوہ دیے جاتا ہے۔'' سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: میرے دل میں آیا وہ کھجور کا درخت ہے مگر میں نے دیکھا کہ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے ہیں، انہوں نے جواب نہیں دیا تو مجھے ان بزرگوں کے سامنے کلام کرنا اچھا معلوم نہیں ہوا۔ جب ان لوگوں نے کچھ جواب نہیں دیا تو نبی ﷺ نے خود ہی فرمایا: ''وہ کھجور کا درخت ہے۔'' جب ہم اس مجلس سے کھڑے ہوئے تو میں نے اپنے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ ابا! اللہ کی قسم میرے دل میں آیا تھا کہ میں کہہ دوں وہ کھجور کا درخت ہے۔ انہوں نے کہا: پھر تم نے کہہ کیوں نہ دیا؟ میں نے کہا: آپ لوگوں نے کوئی بات نہیں کی میں نے آگے بڑھ کر بات کرنا مناسب نہ جانا۔ انہوں نے کہا: واہ اگر تم اس وقت کہہ دیتے تو مجھ کو اتنے اتنے (لال اونٹ کا) مال ملنے سے بھی زیادہ خوشی ہوتی۔ (بخاری:4698)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ﴿كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ﴾ اس سے مراد مومن ہے۔ (تفسیر طبری:13/266)

(7)﴿اَصْلُهَا ثَابِتٌ﴾ ''جس کی جڑ مضبوط ہے'' مومن دل سے تصدیق کرتا ہے یعنی اس کے دل کے اندر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی حقیقت مضبوطی سے گڑی ہوئی ہے۔ لا الہ الا اللہ کی شرائط کا علم بھی ہے اور ان پر عمل کرنے کے راستوں کا فہم بھی ہے۔

(8)﴿وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ﴾ ''اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں'' اور اس کی شاخیں یعنی زبان سے اقرار بھی اور دیگر تمام اعمال بھی آسمان کی بلندیوں کو پہنچے ہوئے ہیں۔ یعنی ان اعمال کی کوالٹی عمدہ ہے۔ تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی خوشی اور محمد ﷺ کے طریقے کے مطابق ہیں۔

(9) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ﴿وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ مومن کے عمل کو آسمانوں کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ (تفسیر طبری:13/266)

(10) کھجور کا درخت بہت سے فوائد رکھتا ہے۔ لوگ اس سے بہت نفع حاصل کرتے ہیں۔ کھجور کے پھل میں غذائیت بھی ہے اور قوت بھی اور دیکھنے والوں کو بہت پسند آتا ہے۔ اسی طرح سچا مومن نفع مند ہوتا ہے۔ اس کا نفع ساری انسانیت کو پہنچتا ہے۔ مومن قوی اور خوش اخلاق ہوتا ہے۔ اس کا ظاہری حلیہ بھی اپنی نفاست اور نظافت کے اعتبار سے لوگوں کو بہت پسند آتا ہے۔

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ ''اسی کی طرف پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اس کو بلند کرتا ہے۔'' (فاطر:10)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ

''وہ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں''(25)

سوال: مومن کی مثال اس درخت کی طرح ہے جو ہر وقت میں پھل لاتا ہے، اس کی وضاحت ﴿تُؤْتِيْٓ... يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا﴾ ''وہ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے'' یعنی ہر وقت خشک اور تر پھل صبح و شام دیتا ہے۔

(2) سیاق کلام سے بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ مومن کی مثال ایک ایسے درخت کی سی ہے جو گرمی ہو یا سردی، رات ہو یا دن ہر وقت پھل لاتا رہتا ہے، اسی طرح مومن کے اعمال صالحہ بھی ہر وقت دن اور رات کی گھڑیوں میں آسمانوں کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ (المصباح المنیر: 3/473)

(3) یعنی یہی حال شجر ایمان کا ہے، اس کی جڑیں علم و اعتقاد کے اعتبار سے بندہ مومن کے قلب کی گہرائیوں میں نہایت مضبوطی سے جمی ہوئی ہیں، اس کی شاخیں یعنی کلمات طیبات، عمل صالح، اخلاق جمیلہ، آداب حسنہ ہمیشہ آسمان کی طرف بلند رہتی ہیں۔ بندہ مومن کی طرف سے ایسے اعمال و اقوال بلند ہوتے ہیں، جو شجر ایمان سے نکلتے ہیں، جن سے بندہ مومن اور دیگر لوگ منتفع ہوتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1349)

(4) ﴿وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں'' جیسے اللہ تعالیٰ نے یہاں مومن اور کافر کی مثال دی ہے جو سب انسانوں کے لیے ہے۔

﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ

''اور گندی بات کی مثال گندے پودے کی طرح ہے جو زمین کے اوپر سے ہی اکھاڑ لیا گیا،

مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾

اس کے لیے کوئی استحکام نہیں''(26)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: کلمہ کفر کی مثال کی وضاحت ﴿وَمَثَلُ ... قَرَارٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے کلمہ طیبہ کے مخالف کلمہ کفر اور اس کی شاخوں کا تذکرہ کیا ہے ﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ﴾ ''اور گندی بات کی مثال'' یہ کلمہ کفر ہے جو کافر کے دل میں ہے۔ (ایسر التفاسیر: 727)

(2) ﴿كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ﴾ ''گندے پودے کی طرح ہے'' یعنی شرک کلمہ خبیثہ ہے جو شجر خبیثہ کی طرح ہے۔ (جامع البیان: 4/215)

(3) ﴿كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ﴾ اس سے مراد اندرائن کا درخت ہے جو کھانے میں کڑوا ہے جس میں کوئی خیر نہیں نہ اس کی جڑ گہری ہے اور نہ شاخیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔

(4) ﴿اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ﴾ ''جو زمین کے اوپر سے ہی اکھاڑ لیا گیا'' اجْتُثَّتْ جڑ سے اکھاڑ لیا گیا۔ (بخاری کتاب التفسیر) یعنی اس کا پودا اکھاڑ لیا گیا ہو۔ شرک کی کوئی بنیاد ہوتی ہے نہ دلیل اور نہ اللہ تعالیٰ نے شرک کے ساتھ کوئی عمل قبول کرنا ہے۔ (5) کفر اور گناہ کی باتیں دل میں کوئی مضبوطی نہیں لاتیں، نہ ان میں ثبات ہوتا ہے، نہ کوئی نفع۔

(6) ﴿مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾ ''اس کے لیے کوئی استحکام نہیں'' خبیث بات سے خبیث عمل وجود میں آتا ہے۔ جس کا نہ عمل کرنے والے کو کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو اس کا کوئی نفع نصیب ہوتا ہے۔

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ایک پختہ بات سے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ بھٹکا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے'' (27)

ع 4 16

سوال: مومن کو دنیا و آخرت میں قول ثابت کے ذریعے ثابت قدمی عطا کی جاتی ہے، اس کی وضاحت ﴿يُثَبِّتُ ... الْاٰخِرَةِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے'' اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قدمی عطا فرماتا ہے۔ (2) ﴿بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ ''ایک پختہ بات سے'' وہ لا الہ الا اللہ ہے۔

(3) ﴿فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''دنیا کی زندگی میں بھی'' اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کو ثابت قدمی عطا کرتا ہے جو کامل طور پر قلبی ایمان کو قائم کرتے ہیں، جو اعمال جوارح کو مستلزم ہے۔ یہ اعمال اس ایمان کا ثمرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیا کے اندر شبہات کے وارد ہونے کے وقت ہدایت اور یقین کے ذریعے سے ثبات اور استقامت عطا کرتا ہے اور جب شہوات پیش آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں قطعی اور پختہ ارادہ عطا کرتا ہے تب وہ خواہش نفس اور اس کی مراد پر اس امر کو مقدم رکھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1350)

(4) ﴿وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''اور آخرت میں بھی'' سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مومن کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ بھیجا جاتا ہے (فرشتے کے سوال پر) مومن گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔'' پس یہی اللہ کے اس فرمان کا مطلب ہے: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ﴾ (بخاری:1369، مسلم:7219)

(5) سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بھی بندہ اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس پر جہنم حرام کر دے گا۔'' میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! کیا میں اس بات کی اطلاع لوگوں کو نہ کر دوں کہ وہ خوش ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو پھر وہ اسی چیز پر بھروسہ کر لیں گے۔'' (مسلم:148)

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ دے اور اس کے دل میں ایک جو برابر نیکی (یعنی ایمان) ہو تو وہ بھی دوزخ سے نکل آئے گا۔ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر نیکی (یعنی ایمان) ہو تو وہ بھی دوزخ سے نکل آئے گا۔ اور جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اور اس کے دل میں ذرے کے برابر نیکی (یعنی ایمان) ہو تو وہ بھی دوزخ سے نکل آئے گا۔'' (بخاری:44)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب میت کو قبر میں اتارا جاتا ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیل گوں ہوتی ہیں ایک منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا تھا؟ اگر وہ ایمان دار ہے تو وہ کہتا ہے: وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو اس طرح کہے گا، پھر اس کے لیے قبر ستر گز تک فراخ کر دی جاتی ہے۔ پھر اس کے لیے اس میں روشنی کر دی جاتی ہے۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو سو جا، وہ کہتا ہے کہ میں اپنے گھر والوں کے پاس جاتا ہوں تا کہ ان کو خبر دوں۔ وہ کہتے ہیں: سو جا جس طرح دلہن سو جاتی ہے جس کو نہیں جگاتا مگر اس کی طرف لوگوں میں زیادہ پیارا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے سونے کی جگہ سے جگائے گا۔ اگر منافق ہوتا ہے، وہ (فرشتوں کے جواب میں) کہتا ہے: میں نہیں جانتا۔ میں تو وہی کہہ دیتا تھا جو لوگ کہتے تھے۔ فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے کہ تو اس طرح کہے گا۔ زمین کے لیے کہا جاتا ہے اس پر مل جا وہ اس پر مل جاتی ہے۔ اس کی پسلیاں دوسری پسلیوں میں دھنس جاتی ہیں۔ یہ عذاب اسی طرح ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبر سے اٹھائے گا۔'' (ترمذی:1071)

(8) سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم لوگ قبروں میں فتنہ دجال کی طرح یا اس کے قریب قریب آزمائے جاؤ گے،'' میں (یعنی سیدنا انس رضی اللہ عنہ) نہیں جانتا کہ سیدہ اسماء نے کون سا لفظ استعمال کیا (یعنی فتنہ دجال کی طرح یا فتنہ دجال کے قریب)۔ (بخاری: ابواب الکسوف)

(9) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ عذاب قبر اور فتنہ مسیح دجال سے پناہ مانگا کرتے تھے اور فرماتے: ''تم لوگ قبروں میں آزمائے جاؤ گے۔'' (نسائی کتاب الجنائز)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک جنازے میں ہم آپ ﷺ کے ساتھ تھے جب ہم اس کی تدفین سے فارغ ہوئے اور لوگ واپس جانے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اب یہ (تمہارے واپس پلٹنے پر) تمہارے جوتوں کی آواز سنے گا۔ اس کے پاس منکر اور نکیر آئے ہیں جن کی آنکھیں تانبے کے دیگچے کے برابر ہیں، دانت گائے کے سینگ کی طرح ہیں اور ان کی آواز بجلی کی طرح گرج دار ہے۔ وہ دونوں اس کو بٹھائیں گے اور پوچھیں گے تم کس کی عبادت کرتے تھے اور تمہارا نبی کون تھا؟'' (الترغیب والترہیب:5223)

(11) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قبر میں آزمائے جانے اور منکر اور نکیر کے سوال و جواب کے بارے میں آگاہ فرمایا تو انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس وقت مجھے میری عقل لوٹا دی جائے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں!'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا پھر میں دونوں فرشتوں (منکر نکیر) کے لیے کافی ہوں گا، واللہ! اگر ان فرشتوں نے مجھ سے پوچھا (تمہارا رب کون ہے؟) میں جواب دوں گا، میرا رب تو اللہ ہے تم بتاؤ تم دونوں کا رب کون ہے؟ (التذکرہ)

(12) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میت جب قبر میں دفن کی جاتی ہے تو وہ پسماندگان کے (واپس لوٹتے وقت) جوتوں کی آواز سنتی ہے۔ اگر میت مومن ہو تو اسے (قبر میں) کہا جاتا ہے: بیٹھ جاؤ وہ بیٹھ جاتا ہے اور اسے سورج غروب ہوتا دکھایا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ وہ شخص جو بہت پہلے تمہارے ہاں مبعوث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے، ان کے بارے میں تم کیا کہتے تھے اور تم ان کے بارے میں کیا گواہی دیتے ہو؟'' مومن آدمی کہتا ہے: ذرا بیٹھو مجھے نماز عصر ادا کرنے دو۔ (سورج غروب ہونے والا ہے) فرشتے کہتے ہیں: بے شک تو (دنیا میں) نماز پڑھتا رہا ہے ہم جو بات پوچھ رہے ہیں اس کا ہمیں جواب دو، بتاؤ وہ شخص جو بہت پہلے تمہارے درمیان مبعوث کیے گئے ان کے بارے میں تم کیا کہتے تھے اور کیا گواہی دیتے تھے؟ مومن آدمی کہتا ہے: وہ محمد (ﷺ) ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر آئے ہیں تب اسے کہا جاتا ہے اسی عقیدہ پر تو زندہ رہا، اسی پر مرا اور ان شاء اللہ اسی عقیدے پر اٹھے گا۔ پھر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اس کے لیے کھول دیا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے جنت میں یہ تمہارا محل ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے جنت میں تمہارے لیے تیار کر رکھا ہے (وہ بھی دیکھ لو یہ سب کچھ دیکھ کر) اس کے شوق اور لذت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ (یعنی 105 فٹ یا 35 میٹر) کھلی کر دی جاتی ہے اور اسے منور کر دیا جاتا ہے۔ اس کے جسم کو پہلے والی حالت میں لوٹا دیا جاتا ہے (یعنی اسے سلا دیا جاتا ہے) اور اس کی روح کو پاکیزہ اور خوشبودار بنا دیا جاتا ہے اور یہ پرندے کی شکل میں جنت کے درختوں پر اڑتی پھرتی ہے۔'' (قبر میں مومن کا نیک انجام) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو کلمہ طیبہ کی برکت سے دنیا اور آخرت کی زندگی (یعنی قبر) میں ثابت قدمی عطا فرماتے ہیں۔ (الترغیب والترہیب: 4/5225)

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا مانگا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ﴾ ''اے اللہ! میں عذاب قبر سے اور عذاب دوزخ سے اور زندگی اور موت کی خرابی سے اور مسیح دجال کے فساد سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (بخاری: 1377)

(14) ﴿وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ بھٹکا دیتا ہے'' مومنوں کی ہدایت کے مقابلے میں ظالموں کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے گا اور انہیں قول ثابت کی توفیق نہیں دے گا۔ اس طرح وہ کفر پر وفات پائیں گے اور ہلاک ہوں گے اور خسارہ پائیں گے۔ یہ ان کے شرک پر اصرار اور اس کی دعوت اور مومنوں پر ان کے ایمان کی وجہ سے ظلم کرنے اور اذیتیں دینے کی وجہ سے ہوگا۔ (ایسر التفاسیر: 727)

(15) ﴿وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ثابت قدم رکھتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔ اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اس کی رحمت اور عدل ہے۔ (ایسر التفاسیر: 727)

(16) یہ آیت کریمہ، قبر کے امتحان، قبر کے عذاب اور اس کی نعمت اور آرام پر دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ قبر کے امتحان،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی صفت وکیفیت، قبر کے عذاب اور اس کے آرام کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے نہایت تواتر کے ساتھ نصوص وارد ہوئی ہیں۔ (تفسیر سعدی:2/1350)

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتار دیا؟'' (28)

سوال: ﴿اَلَمْ تَرَ...دَارَ الْبَوَارِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا؟'' ﴿الم تعلم﴾ کے معنی میں ہے یعنی آپ ﷺ کو معلوم نہیں۔

(2) ﴿اِلَى الَّذِيْنَ﴾ ''ان لوگوں کی طرف'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آیت ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ میں کفار سے اہل مکہ مراد ہیں۔ (بخاری:4700)

(3) ﴿اَلَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا﴾ ''جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا'' یعنی انہوں نے توحید اور اسلام کا انکار کیا اور اسے شرک سے بدل دیا۔ (ایسر التفاسیر:726)

(4) یہاں اللہ تعالیٰ کی نعمت سے مراد محمد مصطفی ﷺ کی رسالت ہے۔ آپ انہیں دنیا وآخرت میں نیکیوں کے ادراک کی طرف دعوت دیتے تھے، مگر انہوں نے اس نعمت کو ٹھکرا کر، اس کا انکار کر کے اور اپنے آپ کو اس نعمت کو قبول کرنے سے باز رکھ کر اس نعمت کو بدل ڈالا۔ (تفسیر سعدی:2/1351)

(5) ﴿وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ﴾ ''اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتار دیا'' بوار کا معنی ہلاکت ہے۔ ﴿قَوْمًۢا بُوْرًا﴾ کے معنی ہلاک ہونے والی قوم کے ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(6) ﴿دَارَ الْبَوَارِ﴾ سے مراد جہنم ہے جس میں وہ داخل ہوں گے یعنی اس کی گرمی اور شعلوں سے جلیں گے۔ (ایسر التفاسیر:727)

(7) اس سے مراد جہنم ہے، کیونکہ وہ ان کی گمراہی کا سبب بنے اور اپنی قوم کے لئے وبال بن گئے جب کہ ان سے نفع کی امید تھی۔ منجملہ اس کے یہ بھی ہے کہ غزوہ بدر کے لئے ان کو نکلنے پر آمادہ کرنے کے لئے جنگ پر نکلنے کے بڑے فوائد بیان کئے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ کریں۔ پس ان کے ساتھ عبرت ناک سلوک ہوا اور جنگ بدر میں ان کے بہت بڑے بڑے سردار اور بہادر مارے گئے۔ (تفسیر سعدی:2/1351)

﴿جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ﴾

''جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت بری قرار گاہ ہے'' (29)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: ناشکری کی سزا جہنم ہے، اس کی وضاحت ﴿جَهَنَّمَ ... الْقَرَار﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا﴾ ''جہنم میں، وہ اس میں داخل ہوں گے'' یعنی ناشکری کرنے والے کافر ہلاکت کے گھر جہنم میں جائیں گے۔

(2) ﴿وَبِئْسَ الْقَرَارُ﴾ ''اور وہ بہت بری قرارگاہ ہے'' بہت ہی برا مقام ہے جہاں وہ اپنی قوم کو لے جائیں گے۔

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ

''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رکھے ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں۔ آپ کہہ دیں مزے کرو! بلاشبہ

مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ﴾

آگ ہی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے'' (30)

سوال 1: ﴿وَجَعَلُوْا ... اِلَى النَّارِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رکھے ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقابل اور شریک بنا ڈالے جن کی وہ عبادت کرتے ہیں۔

(2) اور لوگوں کو بھی شرک کی دعوت دیتے ہیں۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس کے راستے سے بھٹکا دیتے ہیں۔

(3) وہ لوگوں کو دین اسلام سے بھٹکا دیتے ہیں۔

(4) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' یعنی اے نبی ﷺ! آپ انہیں وعید سنا دیں۔

(5) ﴿تَمَتَّعُوْا﴾ ''مزے کرو'' جب تک زندہ ہو اپنی گمراہی سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لو اور جو چاہے کر لو، دنیا کا سامان ہے اس کا بہت فائدہ بھی تھوڑا ہے۔ (6) ﴿فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ﴾ ''بلاشبہ تمہیں پلٹنا ہے'' یعنی تمہارے معاملے کی انتہا۔

(7) ﴿اِلَى النَّارِ﴾ ''آگ ہی کی طرف ہے'' یعنی جو چاہو کر لو مر کر تو تمہیں ایک دن جہنم میں جانا ہی پڑے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''ہم انہیں بہت تھوڑا سا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' (لقمان:24)

(8) ﴿مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔''(یونس:70)

سوال2: کسی قوم کے بڑے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کیوں ٹھہراتے ہیں؟

جواب:(1) کسی قوم کے بڑے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو اس لئے شریک ٹھہراتے ہیں تا کہ لوگوں کو راہ راست سے بھٹکا دیں۔(2) تا کہ لوگوں کی توجہ کسی اور جانب مبذول کر کے انہیں سیدھے راستے سے ہٹا دیں۔

سوال3: قوم کے بڑے قوم کی توجہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور جانب کیسے کر دیتے ہیں؟

جواب: قوم کے بڑے قوم کی توجہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹا دیتے ہیں تو ان کی توجہ کسی بھی اور جانب ہو جاتی ہے۔قوم کے بڑے لوگوں کی توجہ رب سے ہٹانے کے لیے غیر اللہ میں ایسی خصوصیات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو ان میں نہیں ہوتیں۔

سوال4: غیر اللہ میں رب جیسی خصوصیات ثابت کرنے کی کوشش کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: غیر اللہ میں اگر ایسی خصوصیات ثابت کرنے کی کوشش نہ کی جائے تو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔

﴿قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

''میرے بندوں سے کہہ دیں جو ان لوگوں میں سے ایمان لائے ہیں کہ وہ نماز قائم کریں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے

وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ﴾

کھلے اور چھپے خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی''(31)

سوال: نماز اور انفاق کے حکم کی وضاحت ﴿قُلْ ... وَلَا خِلٰلٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''میرے بندوں سے کہہ دیں جو ان لوگوں میں سے ایمان لائے ہیں'' رب العزت نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے ان امور کا حکم دے دیجیے جن میں ان کے لیے خیر، بھلائی اور اصلاح ہے۔

(2)﴿يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''وہ نماز قائم کریں'' یعنی وہ نماز کو شریعت کے مطابق ادا کریں، اس کے رکوع اور سجدوں کو پورا کریں اور اس کو معین اوقات میں کامل طہارت اور قبلہ رو ہو کر باجماعت ادا کریں یہاں تک کہ اس کا پھل روح کی طہارت اور تزکیہ نفس کی صورت میں ملے۔(ایسر التفاسیر:728)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)یعنی وہ ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ نماز قائم کریں۔(تفسیر سعدی:2/1352)

(4)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:''قیامت کے روز بندے سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے۔اگر نماز سنت کے مطابق درست ہوئی تو بندہ کامیاب وکامران ہوگا اور اگر نماز خراب ہوئی یعنی سنت کے مطابق نہ پائی گئی تو ناکام ونامراد ہوگا۔اگر بندے کے فرائض میں کچھ کمی ہوئی تو رب العزت فرمائیں گے: میرے بندے کے نامہ اعمال میں دیکھو کوئی نفل عبادت ہے؟ اگر ہوئی تو نوافل کے ساتھ فرائض کی کمی پوری کر دی جائے گی۔پھر اس کے تمام اعمال کا حساب اسی طرح ہوگا۔''(ترمذی:413)

(5)﴿وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ﴾''اور اس میں سے خرچ کریں جو ہم نے انہیں رزق دیا ہے''یعنی وہ ہر وقت کھلے، چھپے صدقہ کریں، کم ہو یا زیادہ جو بھی اللہ تعالیٰ نے نعمتیں دی ہیں اس میں سے خرچ کریں۔

(6)﴿سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾''کھلے اور چھپے''یہ حکم نفقات واجبہ مثلاً زکوٰۃ اور نفقات کفالت اور نفقات مستحبہ مثلاً عام صدقات وغیرہ کو شامل ہے۔(تفسیر سعدی:2/1352)

(7)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:﴿كُلُّ امْرِئٍ فِيْ ظِلِّ صَدَقَتِهِ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ﴾''جب تک لوگوں کے درمیان فیصلہ نہیں کر دیا جائے گا ہر شخص اپنے صدقے کے سائے تلے رہے گا۔''(مستدرک حاکم)

(8)سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:''تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقے) کے ساتھ ہی۔''(بخاری:6023)

(9)﴿مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ﴾''اس سے پہلے کہ وہ دن آئے''وہ قیامت کا دن ہے جب کوئی چیز فائدہ نہ دے گی۔

(10)﴿لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ﴾''جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی''اس دن نہ کسی خرید وفروخت کا فائدہ ہوگا، نہ کوئی دوست کام آئے گا۔ہر شخص کا معاملہ ایسا ہوگا کہ وہ دوسروں سے بے نیاز ہوگا۔اس لیے ہر شخص کے لیے لازم ہے کہ وہ اس دن کے لیے آج کمائی کر لے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ اور ہر شخص کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ یقیناً اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔''(الحشر:18)

(11)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر ہی ظالم ہیں۔'' (البقرہ:254)

آج اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے اور اس دن سے پہلے اپنا محاسبہ کرنے کی اور آج ہر شخص کو اپنے لیے کچھ آگے بھیجنے کی ضرورت ہے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ

''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے کچھ پانی نازل کیا پھر اس سے تمہارے لیے پھلوں

الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ

میں سے کچھ رزق نکالا اور اس نے کشتیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا کہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلیں

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ﴾

اور تمہارے لیے دریاؤں کو مسخر کر دیا'' (32)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی وضاحت ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ ... الْاَنْهٰرَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا'' وہی ہے جس نے آسمانوں کو محفوظ چھت بنایا اور ان کو وسعتوں کے ساتھ پیدا کیا اور زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا۔

(2) ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا'' جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان دونوں کی تخلیق کی ابتدا کی۔ (ایسر التفاسیر:728)

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کو یاد دلایا ہے اور نوع انسانی پر اپنی قدرت کو حجت بنایا ہے۔ (المحرر الوجیز:3/339)

(4) ﴿وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ﴾ ''اور آسمان سے کچھ پانی نازل کیا پھر اس سے پھلوں میں سے نکالا'' اللہ تعالیٰ بارش کے پانی کے ذریعے سے زمین سے مختلف قسم کے اناج اور پھل اگاتا ہے جن کے رنگ، ذائقے، خوشبوئیں اور فائدے جدا جدا ہیں۔

(5) ﴿رِزْقًا لَّكُمْ﴾ ''تمہارے لیے کچھ رزق'' یعنی تمہارے اور تمہارے جانوروں کے لیے اس کو رزق بنایا۔ تم ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ زندگی گزارتے ہو اور اسی کے ساتھ تمہاری زندگی کی تکمیل ہوتی ہے۔

(6)﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ﴾ ''اور اس نے کشتیوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا'' یعنی جہاز اور کشتیوں کی صنعت پر تمہیں قدرت عطا کی۔

(7)﴿لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ﴾ ''کہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلیں'' اللہ تعالیٰ نے کشتیاں اور جہاز تمہارے اختیار میں دے دیے اور پانی کی موجوں پر ان کی حفاظت کی تاکہ وہ تمہیں اور تمہارے تجارتی مال کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے موجوں کو چیرتی پھاڑتی تمہاری منزل تک لے جائیں۔

(8)﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ﴾ ''اور تمہارے لیے دریاؤں کو مسخر کر دیا'' اللہ تعالیٰ نے دریا اور نہریں بھی تمہارے قبضے میں کر دیں تاکہ تم خود بھی میٹھا پانی پیو، تمہارے جانوروں کو بھی پانی ملے اور تمہارے کھیت بھی سیراب ہوں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کائنات سے اپنے وجود کی گواہی کے لیے دلائل دیے ہیں، ان کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) آسمان اور زمین کی پیدائش یہ گواہی دیتی ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے۔

(2) پانی کے ذریعے زمین پر زندگی اور رزق کی فراہمی یہ گواہی دیتی ہے کہ کوئی فراہم کرنے والا ہے۔

(3) دریاؤں اور پہاڑوں کے ذریعے زمین کا انسان کے لئے موافق ہو جانا یہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی موافق کرنے والا ہے۔

(4) خشکی، پانیوں اور فضا پر انسان کی قدرت ہونا یہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی یہ قدرت دینے والا ہے۔

(5) سیاروں کی گردش یہ گواہی دیتی ہے کہ کوئی ان کو تباہی سے بچانے والا ہے۔

(6) سورج اور چاند کے ذریعے موسموں اور رات دن کا انتظام یہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی انتظام کرنے والا ہے۔

(7) انسان کی ہر ضرورت کا انتظام یہ گواہی دیتا ہے کہ کوئی انتظام کرنے والا ہے۔ کائنات کی گواہیاں انسان کے اندر عبودیت کے جذبے کو بے دار کر سکتی ہیں۔

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾

''اور اس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کر دیا کہ پے در پے چلنے والے ہیں اور تمہارے لیے اس نے رات اور دن کو مسخر کیا'' (33)

سوال: سورج، چاند، دن اور رات اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ ... وَالنَّهَارَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی مزید نعمتوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿الْقَمَرَ﴾ ''اور اس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کر دیا'' وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سورج اور چاند کو تمہارا مطیع بنا دیا۔

(2) ﴿دَآئِبَيْنِ﴾ ''پے در پے چلنے والے ہیں'' جو دن رات لگا تار چلتے چلے جاتے ہیں۔

(3) ان کی رفتار میں نرمی آتی ہے نہ وہ سست پڑتے ہیں بلکہ تمہارے مصالح یعنی زمان واوقات کے حساب، تمہارے ابدان، تمہارے مویشی وحیوانات، کھیتوں اور باغات کے فائدے کے لئے رواں دواں رہتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2/1353)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ ''نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔'' (یٰس: 40)

(5) ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج، چاند اور ستارے سب اس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الاعراف: 54)

(6) ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ''اور تمہارے لیے اس نے رات اور دن کو مسخر کیا'' سورج اور چاند کے یکے بعد دیگرے آنے کی طرح دن رات بھی آگے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں، اگر دن آتا ہے تو رات چلی جاتی ہے اور رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے، کبھی دن بڑا ہوتا ہے اور رات چھوٹی اور کبھی اس کے برعکس ہوتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾ ''اس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک اپنی مدت مقررہ تک چلتا ہے، سن لو! وہ سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے۔'' (الزمر: 5) (مختصر ابن کثیر: 1/950)

(7) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ رات کو دن میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا سب ایک مدّت مقررہ تک چلتے جا رہے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو۔" (لقمان:29)

(8) اور فرمایا: ﴿وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ "اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور تاکہ تم اس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔" (القصص:73)

﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ

"اور اس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اس سے سوال کیا اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ

ع 5 17

اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾

گے۔ بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم، بہت ناشکرا ہے" (34)

سوال: انسان کی ضرورت کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ ہی نے دی ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاٰتٰىكُمْ ... كَفَّارٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ﴾ "اور اس نے تمہیں ہر چیز میں سے دیا جس کا بھی تم نے اس سے سوال کیا" یعنی اس نے تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں پیدا کیں اور وہ کچھ تمہیں عطا کیا جو تم نے مانگا اور جس کی تم نے آرزو کی۔

(2) مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ﴿مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ﴾ کا معنی یہ ہے کہ جن جن چیزوں کی تم نے رغبت کی۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(3) ﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ "اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو انہیں شمار نہیں کر پاؤ گے" اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں، ان کا شکر ادا کرنا تو درکنار ان کو شمار بھی نہیں کر سکتے۔

(4) طلق بن حبیب فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا حق بہت بڑا ہے کیونکہ اس کی نعمتیں بے شمار ہیں، جنہیں انسان گن بھی نہیں سکتے لہٰذا صبح و شام اس کے آگے جھکتے رہو۔ (مختصر ابن کثیر:1/951)

(5) نبی ﷺ دعا کیا کرتے تھے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا﴾ "سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، تعریف بہت پاکیزہ، بابرکت، ناکافی اور نہ چھوڑی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئی اور نہ ہی بے پرواہی برتی گئی، اے ہمارے رب! (بخاری:4584)

(6) ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ﴾ ''بلاشبہ انسان یقیناً بڑا ظالم ہے'' یعنی انسان بہت ظلم کرنے والا ہے، اپنے اوپر بھی اور دوسروں پر بھی۔

(7) ﴿كَفَّارٌ﴾ ''بہت ناشکرا ہے'' یہ اس کی صفت ہے جو نہ ایمان لائے، نہ ہدایت پائے۔ پھر اگر وہ ایمان لائے اور ہدایت پائے تو یہ صفت ختم ہو جاتی ہے۔ (ایسر التفاسیر:728)

(8) یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے، کیونکہ وہ نہایت ظالم، معاصی کے ارتکاب کی جسارت کرنے والا، اپنے رب کے حقوق کے بارے میں کوتاہی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف اور اس کا شکر وہی ادا کر سکتا ہے، جس کی اللہ تعالیٰ راہ نمائی کرے۔ تب وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے، اپنے رب کے حق کو پہچانتا ہے اور اسے قائم کرتا ہے۔ پس ان آیات کریمہ میں بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بہت سی اصناف مجمل اور مفصل طور پر بیان ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اس کا ذکر اور اس کا شکر ادا کریں اور وہ ان کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ دن رات اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے اور اس سے دعا مانگتے رہیں جیسے ہر وقت بتکرار ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا فیضان رہتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1353)

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ

''اور جب ابراہیم نے کہا: ''اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دیجیے اور مجھے اور میری اولاد کو بچا لیجیے

اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ﴾

کہ ہم بتوں کی عبادت کریں!'' (35)

سوال: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے امن وسلامتی کے لیے جو دعا کی، اس کی وضاحت ﴿وَاِذْ قَالَ ... الْاَصْنَامَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ مکہ کو اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کے لیے بنایا گیا تھا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام جنہوں نے اس شہر کو بنایا اور اپنے اہل وعیال کو یہاں آباد کیا وہ غیر اللہ کی پرستش کرنے والوں سے بیزار تھے۔ انہوں نے شہر کے امن وسلامتی کے لیے دعا کی تھی، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ﴾ ''اور جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم نے کہا'' یعنی یاد کرواور اپنی قوم کو یاد دلاؤ، اللہ تعالیٰ کے دنوں ایام اللہ میں سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی خبر کو جب انہوں نے کہا۔

(2)﴿رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا﴾ ''اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دیجیے'' یعنی حرم مبارک کو امن والا بنا دیجئے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا﴾ ''اور جب ابراہیم نے کہا: ''اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنا دے۔'' (البقرہ:126)

(3) رہنے والوں کے لیے بھی مکہ بلد امین ہے اور باہر سے آنے والوں کے لیے بھی امن والا شہر ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے شرعاً اور قدراً آپ کی دعا قبول فرمائی اور اس کی حرمت کے اسباب میسر فرمائے جو کہ ہمیں معلوم ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی ظالم حرم میں برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا قلع قمع کر دیتا ہے جیسے اصحاب فیل کے ساتھ کیا تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لئے، اپنے بیٹوں کے لئے اور اس ارض محترم کے لئے امن کی دعا کی۔ (تفسیر سعدی:2/1354)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا﴾ ''اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے حرم کو پر امن بنایا ہے؟'' (العنکبوت:67) اور فرمایا:﴿وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا﴾ ''اور جو اس میں داخل ہوا وہ امن والا ہو گیا۔'' (آل عمران:97) (6)﴿وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ﴾ ''اور مجھے اور میری اولاد کو بچا لیجیے'' یعنی مجھے اور میرے بچوں کو دور رکھ۔

(7)﴿اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ﴾ ''کہ ہم بتوں کی عبادت کریں!'' یعنی بتوں کے قریب جانے اور ان کی عبادت کے فتنے سے بچا لے۔ (8) اس آیت سے یہ سبق ملتا ہے کہ دعا کرنے والے کو اپنی اولاد کے لیے دعا کرنی چاہیے۔

﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ

''اے میرے رب! بلاشبہ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا پھر جس نے میری پیروی کی یقیناً وہ میرا ہے

فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

اور جس نے میری نافرمانی کی بلاشبہ آپ تو بے حد بخشنے والے، نہایت رحم والے ہیں'' (36)

سوال 1: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا﴿رَبِّ...رَّحِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگتے ہوئے کہا:﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ ''اے میرے رب! بلاشبہ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا'' قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: ان بتوں نے تو لوگوں میں سے بہت سوں کو گمراہ کر دیا۔ (الدر المنثور:4/162) (2) یعنی ان بتوں کی وجہ سے بہت لوگ گمراہ ہوئے۔ انہوں نے ان بتوں کی عبادت کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿فَمَنْ تَبِعَنِيْ﴾ ''پھر جس نے میری پیروی کی'' یعنی جس نے ایمان اور تیرے لیے عبادت میں اخلاص میں اور بتوں کو چھوڑنے میں میری پیروی کی۔

(4)﴿فَاِنَّهٗ مِنِّيْ﴾ ''یقیناوہ میرا ہے'' یعنی اس نے میرے جیسا عمل کیا وہ مجھ سے ہے، میرے دین سے ہے۔

(5)یعنی توحید الٰہی اور اخلاص للہ میں جس نے میری پیروی کی، یعنی کامل موافقت کی وجہ سے وہ مجھ سے ہے۔ جو کوئی جس قوم سے محبت کرتا ہے اور اس کی پیروی کرتا ہے، وہ اسی قوم سے ملحق شمار ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1355)

(6)﴿وَمَنْ عَصَانِيْ﴾ ''اور جس نے میری نافرمانی کی'' معصیت سے مراد شرک کے علاوہ دوسرے گناہ ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن:1/734) یعنی جس نے شرک پر اصرار کیا۔ (جامع الاحکام القرآن:5/259)

(7)﴿فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ آپ توبہ حد بخشنے والے، نہایت رحم والے ہیں'' جس نے موت سے پہلے توبہ کر لی اس کے لیے وہ غفور و رحیم ہے۔ (جامع الاحکام القرآن:5/259)

(8)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''یقینا اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے لیکن اس کے علاوہ جس کو چاہے وہ بخش دے گا۔'' (النساء:116)

(9)اور بعض نے کہا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی مغفرت شرک سے توبہ کے ساتھ مقید ہے۔ یعنی اگر وہ شرک سے توبہ کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ بڑا مغفرت کرنے والا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:1/734)

(10)سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری اور جس دعوت کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اس کی مثال ایک ایسے شخص جیسی ہے جو کسی قوم کے پاس آئے اور کہے کہ اے قوم! میں نے ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں عیاں کر کے تم کو ڈرانے والا ہوں، پس بچاؤ کی صورت کرو۔ تو اس قوم کے ایک گروہ نے بات مان لی اور رات کے شروع ہی میں نکل بھاگے اور حفاظت کی جگہ چلے گئے، اس لیے نجات پا گئے لیکن ان کی دوسری جماعت نے جھٹلایا اور اپنی جگہ ہی پر موجود رہے۔ پھر صبح سویرے ہی دشمن کے لشکر نے انہیں آلیا اور انہیں مارا اور ان کو برباد کر دیا، تو یہ مثال ہے اس کی جو میری اطاعت کریں اور جو دعوت میں لایا ہوں اس کی پیروی کریں اور اس کی مثال ہے جو میری نافرمانی کریں اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلائیں۔'' (صحیح بخاری:7283)

(11)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انکار کون کرے گا؟ فرمایا: ''جو میری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔" (صحیح بخاری:7280)

(12) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی جس میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول ہے: ﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ﴾ "اے میرے رب! بلاشبہ ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا پھر جس نے میری پیروی کی یقیناوہ میرا ہے۔" (ابراہیم:36) اور پھر یہ آیت کی جس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے: ﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ "اگر تو انہیں عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔" (المائدۃ:118) پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور فرمایا: "اے میرے اللہ! میری امت، میری امت۔" اور آپ ﷺ رونے لگے، تو اللہ تعالیٰ نے کہا: اے جبریل! جاؤ محمد ﷺ کے پاس جا، حالانکہ تیرا رب سب کچھ جانتا ہے۔ ان سے پوچھ کہ آپ ﷺ کس وجہ سے رو رہے ہیں؟" تو جبریل علیہ السلام کے پاس آئے اور آپ سے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے سب حال بیان کر دیا، پھر جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو خبر دی، حالانکہ وہ خوب جانتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اے جبریل! محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور کہہ دو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے، ناراض نہیں کریں گے۔" (مسلم:499) (13) یہ سیدنا خلیل علیہ السلام کی شفقت ہے کہ انہوں نے گناہ گاروں کے لئے بخشش اور رحمت کی دعا کی اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف اسے عذاب دے گا جو سرکشی اختیار کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1355)

﴿رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا

"اے ہمارے رب! یقینا میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس اس وادی میں آباد کیا ہے جو کھیتی والی نہیں ہے،

لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ

اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں، سو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیں اور آپ انہیں پھلوں کا رزق دیں

لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾

تاکہ وہ شکر ادا کریں" (37)

سوال 1: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دوسری دعا ﴿رَبَّنَآ ... يَشْكُرُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ﴾ "اے ہمارے رب! یقینا میں نے آباد کیا" سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دوسری دعا اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت کی جب انہوں نے سیدہ ہاجرہ علیہا السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کی سرزمین میں لا کر آباد کیا تھا۔اس وقت اسماعیل علیہ السلام دودھ پیتے بچے تھے۔

(2)﴿مِنْ ذُرِّيَّتِيْ﴾ ''اپنی کچھ اولاد کو'' یعنی ساری اولاد کو نہیں کچھ کو لا کر بسایا ہے کیونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے باقی بچے شام میں تھے۔

(3)﴿بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ﴾ ''اس وادی میں جو کھیتی والی نہیں ہے'' وہ مکہ ہے جو اس دور میں سنسان جنگل تھا۔تب وہاں نہ زراعت تھی، نہ پانی کا نام ونشان تھا۔

(4)﴿عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ ''تیرے حرمت والے گھر کے پاس'' اس گھر کو اللہ تعالیٰ نے برائی سے پاک کیا، اسے قبلہ بنایا، اسے حرم بنایا، جس کو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچے کے لیے چنا۔(جامع البیان:13/237)

(5)سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدہ ہاجرہ اور اپنے شیر خوار بچے کو بیت اللہ کے پاس زمزم سے اوپر کی طرف موجودہ مسجد کے بالائی حصے میں ایک بڑے درخت کے پاس ٹھہرا دیا۔اس وقت مکہ میں کوئی انسان نہیں رہتا تھا اور وہاں پانی بھی نہیں تھا۔آپ نے انہیں وہاں اتارا اور ان کے پاس کھجوروں کا ایک تھیلا اور پانی کا ایک مشکیزہ رکھ دیا۔پھر ابراہیم علیہ السلام واپس چل پڑے۔اسماعیل کی والدہ بھی ان کے پیچھے چلیں اور کہا: ابراہیم! آپ ہمیں اس وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں؟ یہاں کوئی ساتھی (یا ہمسایہ) ہے نہ (ضرورت کی) کوئی چیز؟ انہوں نے کئی بار یہ بات کہی، لیکن آپ ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔(آخر) انہوں نے کہا: کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! وہ بولیں: تب وہ ہمیں ضائع نہیں ہونے دے گا۔اور پلٹ گئیں۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام چلتے چلتے جب ثنیہ (گھاٹی) پر پہنچے، جہاں سے وہ لوگ نظر نہیں آ رہے تھے، تو انہوں نے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھا دیئے اور یہ دعا مانگی:﴿رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ ''اے ہمارے رب! یقیناً میں نے اپنی کچھ اولاد کو تیرے حرمت والے گھر کے پاس اس وادی میں آباد کیا ہے جو کھیتی والی نہیں ہے، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں، سو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیں اور آپ انہیں پھلوں کا رزق دیں تاکہ وہ شکر ادا کریں۔''(ابراہیم:37)

☆صفا مروہ کی سعی کا آغاز کیسے ہوا؟ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ان کو دودھ پلاتی تھیں اور خود اس پانی میں سے پی لیتی تھیں حتیٰ کہ جب مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا تو انہیں پیاس لگی اور ان کے بیٹے کو بھی پیاس لگ گئی۔وہ دیکھ رہی تھیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بچہ (پیاس کی وجہ سے) بے چین ہے۔ وہ اسے (تڑپتا) نہ دیکھ سکیں، اٹھ کر چل دیں۔ دیکھا کہ صفا پہاڑی ہی آپ کے قریب ہے۔ وہ اس پر چڑھ گئیں۔ پھر وادی کی طرف منہ کر کے دیکھا کہ کیا کوئی انسان نظر آتا ہے؟ کوئی نظر نہ آیا۔ وہ صفا سے اتریں۔ جب وادی کے نشیب میں پہنچیں تو قمیص کا دامن (جو زمین تک پہنچتا تھا) اٹھا کر اس طرح بھاگیں جس طرح کوئی پریشان اور مصیبت زدہ انسان دوڑتا ہے حتیٰ کہ وادی کو پار کر لیا۔ وہ مروہ تک پہنچیں تو اس پر چڑھ گئیں اور دیکھا کہ کیا کوئی نظر آتا ہے؟ کوئی نظر نہ آیا۔ انہوں نے سات بار اسی طرح کیا (ایک پہاڑی سے دوسری تک دوڑتی رہیں۔) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت سے ہی لوگوں نے صفا اور مروہ کا طواف شروع کیا۔'' جب وہ (آخری چکر میں) مروہ تک پہنچیں تو انہیں کوئی آواز محسوس ہوئی۔ انہوں نے اپنے آپ سے کہا: چُپ پھر غور سے سنا تو دوبارہ آواز سنائی دی۔ انہوں نے کہا: میں نے تیری آواز سنا دی ہے، اگر تو مدد کر سکتا ہے تو ہماری مدد کر۔ اچانک انہوں نے دیکھا کہ زمزم کے مقام پر ایک فرشتہ کھڑا ہے۔ اس (فرشتے) نے اپنی ایڑی سے یا اپنے پر سے زمین کھودی تو پانی نکل آیا۔ آپ اسے حوض کی صورت دینے لگیں اور اپنے ہاتھ سے اس طرح (رکاوٹ) بنانے لگیں اور چلو بھر بھر کر مشکیزے میں ڈالنے لگیں۔ ان کے چلو بھرنے کے بعد پانی پھر نکل آتا۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم فرمائے! اگر زمزم کو انھوں نے یوں ہی چھوڑ دیا ہوتا۔'' یا آپ نے فرمایا: ''اگر وہ پانی سے چلو نہ بھرتیں تو وہ ایک بہتے ہوئے چشمے کی صورت اختیار کر لیتا۔'' راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر ہاجرہ نے پانی پیا اور بچے کو دودھ پلایا۔ فرشتے نے ان سے کہا: آپ ہلاکت کا اندیشہ نہ کریں، یہاں اللہ تعالیٰ کا ایک گھر ہے، جس کی تعمیر یہ بچہ اور اس کا والد (دونوں مل کر) کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لوگوں کو ضائع نہیں ہونے دیتا۔ (بخاری:3364) اس وقت بیت اللہ کی زمین ایک بلند ٹیلے کی صورت میں تھی۔ سیلاب کا پانی آتا تو دائیں بائیں سے گزر جاتا۔

☆ آب زمزم اور بنو جرہم: کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے بنو جرہم کا ایک قافلہ یا ایک خاندان گزرا۔ وہ کداء کی طرف سے آئے اور مکہ کے نشیبی حصے میں ٹھہرے۔ انہیں ایک پرندہ منڈلاتا نظر آیا، تو بولے: یہ پرندہ تو پانی پر منڈلایا کرتا ہے۔ ہم تو جب اس وادی سے گزرتے ہیں تو یہاں پانی نہیں ہوتا۔ انہوں نے دو آدمی (حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے) بھیجے تو انہیں پانی نظر آیا۔ انہوں نے جا کر پانی کی موجودگی کی اطلاع دی۔ وہ سب لوگ آ گئے۔ چشمہ (زمزم) کے پاس سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ موجود تھیں۔ ان لوگوں نے کہا: کیا آپ ہمیں اجازت دیتی ہیں کہ ہم یہاں خیمہ زن ہو جائیں انہوں نے فرمایا: جی ہاں! (اجازت ہے) لیکن اس چشمے (کی ملکیت) پر تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا۔ انہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے کہا: ٹھیک ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ام اسمٰعیل علیہ السلام خود بھی یہ چاہتی تھیں کہ انسان وہاں آباد ہوں'' چنانچہ وہ وہاں اتر پڑے اور انہوں نے اپنے اپنے گھر والوں کو بھی وہاں بلا لیا، حتیٰ کہ وہاں کئی گھر بس گئے اور سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام جوان ہو گئے اور انہیں لوگوں سے عربی سیکھی تو ان کی نگاہ میں وہ بڑے اچھے جوان نکلے۔ وہ ان سے محبت کرتے تھے اور اپنے خاندان کی ایک عورت ان کو بیاہ دی اور ان کی والدہ فوت ہو گئیں۔ (تیسیر القرآن: 2/464,465)

(6) پھر کچھ مدت کے بعد جتنی اللہ تعالیٰ کو منظور تھی سیدنا ابراہیم علیہ السلام آئے تو اسمٰعیل علیہ السلام زمزم کے پاس ایک درخت کے تلے بیٹھے اپنے تیر درست کر رہے تھے۔ والد کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور باپ بیٹا بڑے پتاک سے ملے۔ اس کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا: اسمٰعیل (علیہ السلام) اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے کیا اس کام میں تو میری مدد کرے گا؟ انہوں نے کہا: ضرور کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس مقام پر ایک گھر بناؤں اور ایک اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ باپ بیٹے دونوں نے اس گھر کی بنیاد اٹھائی۔ اسمٰعیل علیہ السلام پتھر لاتے جاتے تھے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے۔ جب دیواریں اونچی ہو گئیں تو اسمٰعیل علیہ السلام یہ پتھر (مقام ابراہیم) لے آئے اور اسے وہاں رکھ دیا۔ اب ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر چنائی کرتے اور اسمٰعیل علیہ السلام پتھر دیتے جاتے تھے اور دونوں یہ دعا پڑھتے: ﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ غرض وہ چاروں طرف سے بیت اللہ کی تعمیر کرتے جاتے اور یہی دعا پڑھتے جاتے۔ (بخاری، کتاب الانبیاء) (تیسیر القرآن: 2/466)

(7) ﴿رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں'' یعنی ان کو موحد اور نماز قائم کرنے والے بنا کیونکہ نماز سب سے زیادہ خصوصیت کی حامل اور سب سے افضل عبادت ہے اور جس نے نماز کو قائم کر لیا، وہ دین کو قائم کرنے والا ہو گیا۔ (تفسیر سعدی: 2/1355)

(8) ﴿فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ﴾ ''سو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دیں'' یعنی لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے کہ لوگ ان سے محبت کریں اور اس علاقے اور اس گھر سے محبت کریں جہاں میں نے انہیں لا کر آباد کر دیا ہے۔ رب العزت نے دعائے خلیل کو قبول فرمایا اور ان کی اولاد میں سے محمد رسول اللہ ﷺ کو پیدا فرمایا۔ آپ ﷺ کی دعوت کی وجہ سے اولاد ابراہیمی نے دین اسلام قبول کر لیا اور نماز قائم کرنے والے بن گئے۔

(9) اللہ تعالیٰ نے اس گھر کی زیارت کو فرض قرار دیا جس کے پاس ابراہیم علیہ السلام کی اولاد آباد تھی اور اس میں ایک ایسا بھید پنہاں رکھا جو دلوں کے لئے کشش رکھتا ہے، دل اس گھر کی زیارت کا قصد کرتے ہیں اور اس کی زیارت سے کبھی سیر نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتے بلکہ بندہ مومن جس قدر زیادہ اس گھر کی زیارت کرتا ہے اس کی آتش شوق اسی قدر زیادہ بھڑکتی ہے اور اس کا سرنہاں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف مضاف کیا ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1356)

(10)﴿وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ﴾ ''اور آپ انہیں پھلوں کا رزق دیں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد کو اس علاقے میں کھانے کے لیے پھل دیں جہاں پیداوار نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمالیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا﴾ ''اور کیا ہم نے انہیں ایک پرامن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہماری جناب سے رزق کے طور پر ہر قسم کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں۔'' (القصص:57)

(11)﴿لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ ''تاکہ وہ شکر ادا کریں'' ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں رب العزت نے ان کی اولاد کو شکر گزاری کی توفیق دی۔ سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے جب کھانا اٹھایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے:﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا﴾ ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں، بہت زیادہ پاکیزہ اور برکت والی ہم اس کھانے کا حق پورے طریقے سے ادا نہ کر سکے اور یہ ہمیشہ کے لیے رخصت نہیں کیا گیا ہے اور یہ اس لئے کہا تاکہ اس سے ہم کو بے پرواہی کا خیال نہ ہو اے ہمارے رب!'' (بخاری:5458)

(12) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں رات بھر کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ کے دونوں پاؤں سوجھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اگلی پچھلی تمام خطائیں معاف کر دی ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' (صحیح بخاری:4836)

﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ

''اے ہمارے رب! یقیناً آپ جانتے ہیں جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے

فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ﴾

کوئی چیز نہ زمین میں پوشیدہ ہے اور نہ آسمان میں'' (38)

سوال: جو بھی ہم چھپاتے یا ظاہر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، اس کی وضاحت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا ﴿رَبَّنَآ ... السَّمَاۗءِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ ہے:﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ﴾''اے ہمارے رب!یقینا آپ جانتے ہیں''یعنی اے ہمارے رب تو جانتا ہے،ہمارے بارے میں ہم سے زیادہ جانتا ہے۔آپ اس دعا میں میرے ارادے کو بھی جانتے ہیں اور وہ آپ کی رضا اور آپ کے لیے اخلاص ہے۔یقینا آپ ہمارے مصالح اور ہمارے حالات سے واقف ہیں۔﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾''کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟اور وہ نہایت باریک بیں،خوب باخبر ہے۔''(الملک:14)

(2)﴿مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ﴾''جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں''یعنی جن کو ہم جانتے ہیں اور جن کو ہم نہیں جانتے اپنی تدبیر سے ان کو ہمارے لیے آسان فرما دے۔

(3)﴿وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ﴾''اور نہیں کوئی چیز پوشیدہ اللہ تعالیٰ سے''اللہ تعالیٰ کا علم وسیع ہے اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں۔(4)﴿فِي الْاَرْضِ﴾زمین میں۔

(5)﴿وَلَا فِي السَّمَاۗءِ﴾''اور نہ آسمان میں''یعنی جہان میں کچھ بھی آپ سے پوشیدہ نہیں۔اسی طرح کوئی شخص نہ اپنا ظاہر اس سے چھپا سکتا ہے نہ باطن۔ہر چیز اس پر عیاں ہے۔

(6)رب العزت نے فرمایا:﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔اس کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا۔اور جو خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے۔اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔''(الانعام:59)

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ﴾

''سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے بڑھاپے کے باوجود مجھے اسماعیل اور اسحاق دیے۔بلاشبہ میرا رب تو یقینا بہت دعا سننے والا ہے''(39)

سوال 1:سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ... لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ﴾کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾''سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور اس کا شکر ادا کیا۔

(2)﴿الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ﴾''جس نے بڑھاپے کے باوجود مجھے اسماعیل اور اسحاق دیے''جس نے بڑھاپے میں سعادت مند بیٹے عطا کیے۔یہ سب سے بڑی نعمت ہے اور بڑھاپے میں،مایوسی کی حالت میں اولاد کا عطا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونا ایک دوسری نعمت ہے۔ پھر ان سب کا صالح انسان اور نبی ہونا جلیل ترین اور افضل ترین مرتبہ ہے۔ (تفسیر سعدی: 2/1356)

(3) ﴿اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ ''بلاشبہ میرا رب تو یقیناً بہت دعا سننے والا ہے'' جو کوئی اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اس کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا کبھی نامراد نہیں ہوتا۔

(5) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کے لیے یہ دعا مانگی تھی: ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے اولاد عطا فرما۔'' (الصّٰفّٰت: 100)

﴿رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ﴾

''اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد میں سے بھی، اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول فرما'' (40)

سوال 1: نماز کی پابندی کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی دعا ﴿رَبِّ اجْعَلْنِيْ ... دُعَآءِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ﴾ ''اے میرے رب! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ مجھے نماز کا پابند بنا دے۔

(2) بندہ جب نماز کو شرائط اور ارکان کے ساتھ قائم کرتا ہے تو وہ ذکر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جاتا ہے اور جب نماز چھوڑ دیتا ہے تو وہ غافلوں اور کافروں میں سے ہو جاتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 730)

(3) ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ﴾ ''اور میری اولاد میں سے بھی'' یعنی میری اولاد کو بھی نماز کا شوق عطا فرمایئے کہ وہ باقاعدہ وقت پر نماز ادا کرتے رہیں۔

(4) ﴿رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ﴾ ''اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول فرما'' یعنی اے میرے رب اعمال کو قبول فرما لے جو صرف آپ کی خوشی کے لیے ہیں اور میری عبادت کو بھی قبول کر لے۔ اے میرے رب میں نے جو کچھ مانگا میری دعا قبول فرما لے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ﴾ ''دعا ہی تو عبادت ہے۔'' (ابوداود: 1479)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ﴾ ''اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں جلد ہی وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔'' (غافر: 60)

ع 6 7 18

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾

''اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور تمام مومنوں کو بخش دینا جس دن حساب قائم ہوگا'' (41)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا ﴿رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ ... يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ﴾ ''اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو بخش دینا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی کہ میری اور میرے ماں باپ کی بخشش فرما دیجیے۔

(2) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي خَطِيْئَتِي، وَجَهْلِي، وَإِسْرَافِي فِيْ أَمْرِي، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي هَزْلِي، وَجِدِّي، وَخَطَايَايَ، وَعَمْدِي، وَكُلُّ ذٰلِكَ عِنْدِي﴾ ''اے اللہ! میری مغفرت فرما میری خطاؤں میں، میری نادانی میں اور میرے کسی معاملے کی زیادتی میں، ان باتوں کو جو تو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اے اللہ! میری مغفرت کر، میری ہنسی مزاح اور سنجیدگی میں اور میرے ارادے میں اور یہ سب کچھ میری ہی طرف سے ہیں۔'' (صحیح بخاری:6399)

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ساری دعائیں قبول ہوئیں سوائے والد کی مغفرت کی دعا کے، وہ بھی جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو انہوں نے اس سے براءت کا اظہار کر دیا۔

(4) ﴿وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور تمام مومنوں کو'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: امت محمد میں سے اور کہا گیا وہ سب مراد ہیں۔ (جامع الاحکام القرآن:5/265)

(5) ﴿يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ ''جس دن حساب قائم ہوگا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھی دعا مانگی کہ حساب کے دن تمام ایمان والوں کو بخش دینا۔

(6) سیدنا نوح علیہ السلام نے دعا مانگی تھی: ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا﴾ ''اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور جو میرے گھر میں مومن بن کر داخل ہو اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔'' (نوح:28)

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾

''اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی'' (42)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو قیامت تک کے لیے مہلت دے دی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا ... الْاَبْصَارُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں'' اللہ رب العزت نے ظالموں کو وعید سنائی ہے اور نبی کریم ﷺ اور ان کی امت کو تسلی دلائی ہے کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کو ظالموں سے غافل نہ سمجھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو گن رکھا ہے۔

(2) ظالموں سے مراد مکہ کے مشرک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مہلت دی، انہیں رزق میں وسعت دی تا کہ وہ اطمینان کی زندگی گزاریں اور ان کے گناہوں میں اضافہ ہو جائے پھر وہ انہیں پکڑ لے۔

(3) ﴿اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی'' اللہ تعالیٰ نے اس دن تک کے لیے ظالموں کو مہلت دی ہے جس کے ہول اور دہشت کی وجہ سے آنکھیں چڑھی رہ جائیں گی اور کلیجے منہ کو آ جائیں گے۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ﴾ ''اور آپ کے رب کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے جب وہ کسی ظلم کرنے والی بستی کو پکڑتا ہے، بلاشبہ اس کی پکڑ بہت دردناک، بڑی سخت ہوتی ہے۔'' (ہود:102)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ننگے پاؤں، ننگے جسم، بلاختنہ کئے اٹھائے جاؤ گے۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس پر میں نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ! تو کیا مرد عورتیں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس وقت معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا۔ اس کا خیال بھی کوئی نہیں کر سکے گا۔'' (صحیح بخاری:6527)

(6) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تب سے اس پر موت سے زیادہ سخت وقت کوئی نہیں آیا اور پھر موت کے بعد کے مراحل موت سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ بے شک لوگ حشر کے دن کی سختی سے دوچار ہونے والے ہیں جس سے پسینہ کی لگام آئی ہوگی (پسینہ اس قدر بہہ رہا ہوگا کہ) اگر اس پسینہ میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ چلنے لگیں۔'' (طبرانی)

(7) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے آدم! سیدنا آدم علیہ السلام عرض کریں گے اے اللہ! میں بار بار تیری خدمت میں حاضر ہوں اور خیر تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ اللہ فرمائے گا، جو لوگ جہنم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ڈالیں جائیں گے، انھیں نکالو۔ سیدنا آدم علیہ السلام عرض کریں گے، کتنے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ تو یہی وہ وقت ہوگا جب بچہ (غم سے) بوڑھا ہو جائے گا ﴿وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ ''اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا حالانکہ وہ نشے نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔'' (بخاری:6530)(الحج:2)

﴿مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ

''اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی

وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾

اور انکے دل خالی ہوں گے'' (43)

سوال 1: قیامت کے دن مردے میدان حشر کی طرف کیسے بھاگ رہے ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿مُهْطِعِيْنَ ... هَوَآءٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت قیامت کے دن مردوں کی قبروں سے کھڑے ہونے اور میدان حشر کی طرف بھاگنے کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿مُهْطِعِيْنَ﴾ ''اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے ہوں گے'' وہ پکارنے والے کی پکار پر لبیک کہیں گے اور بچ نہیں پائیں گے۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ﴾ ''گردن اٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے: ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔'' (القمر:8)

(3) ﴿يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ﴾ ''جس دن یہ اپنی قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔'' (المعارج:43)

(4) ﴿مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ﴾ ''اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے'' حسن نے کہا: قیامت کے دن کوئی کسی کو دیکھ نہیں پائے گا۔ (جامع البیان:14/224)

(5) ان کے ہاتھ ٹھوڑیوں سے بندھے ہوئے ہوں گے، جس کی وجہ سے ان کے سر اوپر کو اٹھ جائیں گے۔

(6) ﴿لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ﴾ ''ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی'' یعنی خوف اور دہشت کے مارے پلکیں نہیں جھپک پائیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾ ''اوران کے دل خالی ہوں گے''ان کے دل گھبراہٹ کی وجہ سے حلق کو آئیں گے۔وہ غموں سے بھرے ہوئے ہوں گے۔

(8)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۚ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾''اورآپ انہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس غم سے بھرے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی،جس کی بات مانی جائے۔''(المومن:18)

﴿وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى

''اورآپ لوگوں کواس دن سے ڈرائیں جب ان پرعذاب آجائے گا تو ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب!ہمیں تھوڑا قریب

اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ

کے وقت تک مہلت دے،ہم تیری دعوت قبول کریں گے اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے۔''اور کیا تم اس سے پہلے قسمیں

مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ﴾

نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے کوئی زوال نہیں؟''(44)

سوال:عذاب آنے کے بعد مہلت نہیں ملے گی،اس کی وضاحت﴿وَاَنْذِرِ... زَوَالٍ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ﴾''اورآپ لوگوں کواس دن سے ڈرائیں جب ان پرعذاب آجائے گا''یعنی دنیامیں ان کے سامنے عذاب کا حال بیان کیجیے اور برے اعمال سے ڈرایئے تاکہ وہ اپنے عقائد،اقوال اورافعال کی اصلاح کرلیں۔

(2)﴿فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾''تو ظالم لوگ کہیں گے''یعنی جن لوگوں نے اپنے رب سے شرک کرکے ظلم کیا اور ایمان والوں کوایذائیں دیں۔اللہ تعالیٰ اس کے رسول اوراس کے دین کوجھٹلایا اور نافرمانیاں کیں وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا مشاہدہ کرکے آرزو کریں گے۔کاش تھوڑی سی مہلت مل جائے۔

(3)﴿رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ﴾''اے ہمارے رب!ہمیں مہلت دے''مجرم اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگیں گے۔

(4)﴿اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ﴾''تھوڑا قریب کے وقت تک''یعنی ہم دنیامیں لوٹ جائیں۔جیسا کہ رب العزت نے ان کی دعاؤں کو ایک اور مقام پر واضح فرمایا:﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾''اورخرچ کرواس میں سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو وہ کہے: ''اے میرے رب! تو نے مجھے قریبی مدت تک مہلت کیوں نہ دی؟ کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا۔'' (المنافقون:10)

(5) ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ (۹۹) لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۱۰۰)﴾ ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب! مجھے لوٹا دے۔ تاکہ میں اس (دنیا) میں نیک کام کروں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، بس ایک بات ہے جو وہ کہنے والا ہے اور اس دن تک ان سب کے آگے ایک برزخ ہے جب وہ اٹھائے جائیں گے۔'' (المومنون:100,99)

(6) ﴿نُّجِبْ دَعْوَتَكَ﴾ ''ہم تیری دعوت قبول کریں گے'' یعنی تیرے رسول کی زبان سے ہمیں جو دعوت دی گئی ہے ہم اسے قبول کر لیں پھر ہم تجھے ایک مان لیں اور تیری عبادت کریں۔ (ایسر التفاسیر:731)

(7) یعنی حق کی دعوت پر ہم ایمان لے آئیں اور تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ (جامع البیان:14/247)

(8) ﴿وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ﴾ ''اور ہم رسولوں کی پیروی کریں گے'' یعنی ہم تیرے نبیوں کی تعلیمات اور ان کے دین کی پیروی کر لیں۔ ﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰي يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا (۲۷) يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا (۲۸) لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَاۗءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا (۲۹)﴾ ''اور جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو چبائے گا، وہ کہے گا: اے کاش کہ میں رسول کے ساتھ (ہدایت) کا کچھ راستہ اختیار کرتا! ہائے میری بربادی! کاش میں فلاں شخص کو دلی دوست نہ بناتا۔ بلاشبہ یقیناً اس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آ چکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے۔'' (الفرقان:27-29) ان کی آہ و پکار اور وعدے صرف عذاب سے بچنے کے لیے ہوں گے۔ وہ اپنے وعدوں میں سچے نہیں ہوں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ﴾ ''اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا۔'' (الانعام:28)

(9) رب العزت نے ان کی آہ وزاریوں کو دوسرے مقام پر بھی واضح فرمایا ہے: ﴿قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ﴾ ''کہیں گے: ''اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور تو نے ہمیں دو دفعہ زندگی دی سو ہم نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا، تو کیا یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟'' (غافر:11)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(10)﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ﴾ ''اور کاش آپ دیکھیں جب مجرم اپنے رب کے پاس سر جھکائے ہوں گے، ''اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا چنانچہ ہمیں واپس بھیج دے ہم نیک عمل کریں گے بلاشبہ ہم یقین کرنے والے ہیں۔'' (السجدہ:12)

(11)﴿اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ﴾ ''اور کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تمہارے لیے کوئی زوال نہیں؟'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تم قسمیں کھا کھا کر نہیں کہتے تھے کہ ہم پر کبھی زوال نہیں آنا۔

(12) مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ اسی طرح کا قول ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ جو مر جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نہیں اٹھائے گا، کیوں نہیں! یہ اس کے ذمے ایک سچا وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔'' (النحل:38) (13) تمہارا خیال تو یہ تھا کہ تم اس دنیا میں رہو گے اور آخرت میں کبھی نہیں جاؤ گے۔ اب تمہیں پتہ چل گیا تمہارے دعوے اور تمہاری قسمیں جھوٹی تھیں۔

﴿وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ﴾

''اور تم ان کی بستیوں میں آباد رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تم پر خوب واضح ہو گیا کہ ہم نے ان کے ساتھ کس طرح کیا؟

﴿وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ﴾

اور ہم نے تمہارے لیے کئی مثالیں بیان کیں'' (45)

سوال: تم عبرت ناک واقعات دیکھ کر بھی ہوش میں نہ آئے، اس کی وضاحت ﴿وَّسَكَنْتُمْ ۔۔ الْاَمْثَالَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:﴿وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''اور تم ان کی بستیوں میں آباد رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا'' یعنی تمہاری بداعمالیوں کا سبب یہ نہیں تھا کہ تمہارے پاس نصیحت اور واضح دلائل نہیں آئے تھے بلکہ تم ان بستیوں میں آباد تھے جنہوں نے شرک اور نافرمانیاں کیں۔

(2)﴿وَتَبَيَّنَ لَكُمْ﴾ ''اور تم پر خوب واضح ہو گیا'' یعنی تم پر یہ حقیقت کھل گئی۔

(3)﴿كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ﴾ ''کہ ہم نے ان کے ساتھ کس طرح کیا؟'' یعنی ہم نے انہیں کیسے ہلاک کیا۔

(4) تم نے اپنی آنکھوں سے جھٹلانے والوں کا عبرت ناک انجام دیکھا اور لوگوں سے سنا بھی لیکن تم کو ہوش نہیں آیا اور تم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نصیحت حاصل نہیں کی۔﴿وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۙ﴿۴﴾ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۙ﴿۵﴾﴾ ''اور بلاشبہ یقیناان کے پاس کئی خبریں آئی ہیں جن میں نصیحت ہے۔کامل دانائی کی بات ہے، پھر بھی تنبیہات انہیں فائدہ نہیں دیتیں۔'' (القمر:4,5)(السراج المنیر:1/954)

(5)﴿وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ﴾ ''اور ہم نے تمہارے لیے کئی مثالیں بیان کیں'' ہم نے تمہارے سامنے واضح مثالیں بیان کردی ہیں جو دل میں شک کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نہیں رہنے دیتیں۔پس ان آیات بینات نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ اس کے برعکس تم نے روگردانی کی اور اپنے باطل پر جمے رہے،حتیٰ کہ تم پر یہ روز بد آ گیا جس میں تمہاری جھوٹی معذرت خواہی کوئی فائدہ نہ دے گی۔(تفسیر سعدی:2/1359)

﴿وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ

''اور بلاشبہ انہوں نے تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ کے پاس اپنی تدبیر ہے اور ان کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی

لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ﴾

کہ پہاڑ اس سے ٹل جائیں'' (46)

سوال:﴿وَقَدْ مَكَرُوْا...الْجِبَالُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَدْ مَكَرُوْا﴾ ''اور بلاشبہ انہوں نے تدبیر کی'' یعنی کفار قریش نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف چال چلی جب دارالندوہ میں انہوں نے اس پر مشورہ کیا کہ انہیں قتل کردیا جائے،جلاوطن کیا جائے یا قیدی کیا جائے اور وہ کرنہ پائے۔(ایسرالتفاسیر:732)(2)انبیاء کو جھٹلانے والوں نے چالیں چلیں۔

(3)﴿مَكْرَهُمْ﴾ ''اپنی تدبیر ہے'' یعنی انہوں نے ایسی چالیں چلنے کا ارادہ کیا جو وہ چل سکتے تھے۔

(4)﴿وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے پاس اپنی تدبیر ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں کو جانتے تھے اور ان کے بدلے کو بھی۔

(5)یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم اور اپنی قدرت کے ذریعے سے ان کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور ان کی چالیں لوٹ کر ان ہی کے خلاف گئیں اور بری چال نہیں گھیرتی مگر اپنے چلنے والوں کو۔(تفسیر سعدی:2/1359)

(6)﴿وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ﴾ ''اور ان کی تدبیر ہرگز ایسی نہ تھی کہ پہاڑ اس سے ٹل جائیں'' یعنی انبیاء ورسل اور وحی کو جھٹلانے والوں کی چالیں اور سازشیں اتنی بڑی ہیں کہ ان کے سبب سے بڑے بڑے پہاڑ بھی اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جگہ سے ٹل جائیں۔یعنی ﴿وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا﴾ ''انہوں نے بڑی بڑی چالیں چلیں۔'' (نوح:22)ان کی سازشیں اتنی بڑی تھیں کہ ان کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی سازشیں انہی پر الٹ دیں۔اس آیت کریمہ کی وعید میں ہر وہ شخص شامل ہے جو باطل کی نصرت اور حق کے ابطال کے لئے انبیاء ورسل کے خلاف سازشیں کرتا ہے۔مقصد یہ ہے کہ ان کی چالیں ان کے کسی کام نہ آئیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان پہنچا سکے، بلکہ انہوں نے خود اپنا ہی نقصان کیا۔(تفسیر سعدی:2/1359)

(7)ایک بار ابوجہل نے کہا: برادران قریش! آپ دیکھتے ہیں کہ محمد ﷺ ہمارے دین کی عیب چینی ہمارے آباؤ اجداد کی بدگوئی، ہماری عقلوں کی تخفیف اور ہمارے معبودوں کی تذلیل سے باز نہیں آتا، اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے عہد کر رہا ہوں ایک بہت بھاری اور بمشکل اٹھنے والا پتھر لے کر بیٹھوں گا اور جب وہ سجدہ کرے گا تو اس پتھر سے اس کا سر کچل دوں گا۔اب اس کے بعد تم لوگ مجھے بے یارومددگار چھوڑ دو، چاہے میری حفاظت کرو اور بنوعبد مناف بھی اس کے بعد جو جی چاہے کریں۔لوگوں نے کہا: نہیں واللہ! ہم تمہیں کبھی کسی معاملے میں بے یارومددگار نہیں چھوڑ سکتے، تم جو کرنا چاہتے ہو کر گزرو۔صبح ہوئی تو ابوجہل ویسا ہی ایک پتھر لے کر رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔رسول اللہ ﷺ حسب دستور تشریف لائے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، قریش بھی اپنی اپنی مجلسوں میں آچکے تھے اور ابوجہل کی کاروائی دیکھنے کے منتظر تھے۔جب رسول اللہ ﷺ سجدے میں تشریف لے گئے تو ابوجہل نے پتھر اٹھایا پھر آپ کی جانب بڑھا لیکن جب قریب پہنچا تو شکست خوردہ حالت میں واپس بھاگا۔اس کا رنگ فق تھا اور وہ اس قدر مرعوب تھا کہ اس کے دونوں ہاتھ پتھر پر چپک کر رہ گئے تھے۔وہ بمشکل ہاتھ سے پتھر پھینک سکا۔ادھر قریش کے کچھ لوگ اٹھ کر اس کے پاس آئے اور کہنے لگے ابوالحکم تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا: میں نے رات جو بات کہی تھی وہی کرنے جا رہا تھا لیکن جب اس کے قریب پہنچا تو ایک اونٹ آڑے آ گیا بخدا میں نے کبھی کسی اونٹ کی ویسی کھوپڑی اور ویسی گردن اور ویسے دانت دیکھے ہی نہیں وہ مجھے کھا جانا چاہتا تھا۔ابن اسحاق کہتے ہیں مجھے بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام تھے۔اگر ابوجہل قریب آتا تو اسے دھر پکڑتے۔'' (الرحیق المختوم:142)

(8)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھ سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ میں غار ثور میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا۔میں نے کافروں کے پاؤں دیکھے (جو ہمارے سروں پر کھڑے ہوئے تھے) سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور بولے کہ یا رسول ﷺ! اگر ان میں سے کسی نے ذرا بھی قدم اٹھائے تو وہ ہم کو دیکھ لے گا۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو کیا سمجھتا ہے ان دو آدمیوں کو (کوئی نقصان پہنچا سکے گا) جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔'' (بخاری:4663)

﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

'پھر تم اللہ تعالیٰ کو ہرگز ایسا نہ سمجھو کہ وہ اپنے رسولوں سے کیے گئے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔یقیناً اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذُوانْتِقَامٍ﴾

غالب ہے، اور انتقام لینے والا ہے" (47)

سوال 1: اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا، اس کی وضاحت ﴿فَلَا ... ذُوانْتِقَام﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ﴾ "پھر تم اللہ تعالیٰ کو ہرگز ایسا نہ سمجھو کہ وہ اپنے رسولوں سے کیے گئے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے" رب العزت نے رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ بیشک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (آل عمران:9) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔" (الرعد:31) اس نے دنیا میں اپنے رسولوں کی مدد اور ان کی پیروی کرنے والوں کی نجات اور ان کے دشمنوں کی دنیا و آخرت میں ہلاکت کا جو وعدہ کر رکھا ہے وہ اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ یہ وعدہ اس ذات کا ہے جو سب سے سچی ہے۔

(2) ﴿اِنَّ اللّٰهَ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ" قوت والا، قدرت والا ہے۔

(3) ﴿عَزِيْزٌ﴾ "سب پر غالب ہے" سب پر غالب ہے اسے کوئی بے بس نہیں کر سکتا۔

(4) ﴿ذُوانْتِقَام﴾ "انتقام لینے والا ہے" جب وہ کسی سے انتقام لینے کا یا سزا دینے کا ارادہ کر لے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔

(5) جو رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور انہیں جھٹلاتے ہیں اور شرک کرتے ہیں وہ ان سے انتقام لینے والا ہے۔

(6) ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ "اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے۔" (المرسلات:15)

﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ

"جس دن یہ زمین کسی اور زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے،

الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾

جو اکیلا ہے، بڑا زبردست ہے" (48)

سوال: قیامت کے دن کے حالات کی وضاحت ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ ... الْوَاحِدِ الْقَهَّار﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ﴾ "جس دن یہ زمین کسی اور زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی" آپ انہیں یاد دلائیں کہ جس دن آسمان و زمین کو فنا کر کے نئے سرے سے بنایا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے دن لوگ سفید زمین پر جو سرخی مائل ہوگی، جمع کئے جائیں گے۔ وہ زمین ایسی ہوگی جیسے میدے کی روٹی، اس زمین پر کسی کا کوئی نشان باقی نہیں رہے گا۔ (یعنی چٹیل میدان ہوگی)۔'' (بخاری:6521)

(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ رب العزت کے قول: اس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان (بھی بدل دیئے جائیں گے) کے متعلق پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(پل) صراط پر۔'' (مسلم:7056)

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا ﴿وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ﴾ (الزمر:67) کے بارے میں پوچھا کہ اس دن لوگ کہاں ہوں گے فرمایا: ''جہنم کی پشت پر۔'' (مسند احمد)

(4) اس دن زمین ہموار کر دی جائے گی اور آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔

(5) ﴿يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ﴾ ''جس دن ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے جیسے کتابوں کے لکھے ہوئے کاغذات لپیٹ دیے جاتے ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلی تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح ہم اس کا اعادہ کریں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، یقیناً ہم کرنے ہی والے ہیں۔'' (الانبیاء:104)

(6) ﴿يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝﴾ ''اس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔'' (المعارج:8،9)

(7) ﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ﴾ ''اور سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گے'' وہ اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے تاکہ اللہ تعالیٰ ان کا حساب لے اور انہیں جزا دے۔ (8) اس دن کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکے گا۔

(9) ﴿الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ''جو اکیلا ہے، بڑا زبردست ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اپنے اسماء وصفات کی عظمت اور اپنے افعال کی عظمت میں منفرد ہے۔ وہ تمام کائنات پر غالب ہے۔ کائنات کی ہر چیز اس کے دست تصرف اور تدبیر کے تحت ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز حرکت کر سکتی ہے نہ ساکن ہو سکتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2/1360)

(10) جیسا کہ رب العزت کا یہ قول ہے: ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ''آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے۔'' (المؤمن:16)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ تَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ﴾

''اور اس دن آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوں گے'' (49)

سوال 1: مجرم قیامت کے روز کیسے پیش کیے جائیں گے، اس کی وضاحت ﴿وَتَرَى ... الْاَصْفَادِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مجرم قیامت کے روز زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ رب العزت نے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ﴾ ''اور اس دن آپ مجرموں کو دیکھیں گے'' اس دن آپ ﷺ انہیں دیکھو گے جنہوں نے جرم کیے۔

(2) ﴿مُّقَرَّنِيْنَ﴾ ''جکڑے ہوں گے'' کہ ان کے ہاتھ پاؤں گردن تک بندھے ہوئے ہوں گے۔

(3) ﴿فِي الْاَصْفَادِ﴾ ''زنجیروں میں'' آگ کی زنجیروں میں اور یہ عذاب کی قبیح ترین صورت ہے۔

(4) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ (٣٠) ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ (٣١) ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ (٣٢) اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ (٣٣)﴾ ''پکڑو اسے۔ اُسے طوق ڈال دو۔ پھر اُسے جہنم میں جھونک دو۔ ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے اس کو جکڑ دو۔ وہ عظیم اللہ تعالیٰ پر قطعاً ایمان نہیں لاتا تھا۔'' (الحاقۃ: 30-33)

﴿سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾

''ان کے لباس تارکول میں سے ہوں گے اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی'' (50)

سوال: جہنمیوں کا لباس کیسا ہوگا، اس کی وضاحت ﴿سَرَابِيْلُهُمْ ... النَّارُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سَرَابِيْلُهُمْ﴾ ''ان کے لباس'' یعنی مجرموں کی قمیضیں، ان کے کپڑے۔

(2) ﴿مِّنْ قَطِرَانٍ﴾ ''تارکول میں سے ہوں گے'' یعنی وہ جلتے ہوئے سیاہ مادے کے اندر ہوں گے جو جسموں کو جلائے گا۔

(3) قطران عرب میں ایک درخت ہوتا تھا جس کا سیال مادہ نکال کر اور پکا کر کھجلی والے اونٹوں کے جسم پر ملتے تھے جس کی تیزی کی وجہ سے کھجلی جل جاتی تھی جیسا کہ بعض علاقوں میں کھجلی سے چھٹکارا پانے کے لیے گندھک کو سیال کر کے ملا جاتا ہے۔ یہ قطران جو عرب میں ہوتا تھا آگ کو جلد پکڑتا تھا اور خوب زیادہ تیز ہوتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ مجرمین کے جسموں پر قطران ملا جائے گا جو ان کے جسموں پر کرتے کی طرح ہوگا۔ اسے دوزخ کی آگ بہت جلدی پکڑے گی جیسا کہ دنیا کی آگ دنیا والی قطران کو پکڑتی ہے۔ مفسر ابن کثیر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ قطران پگھلے ہوئے تانبے کو کہتے ہیں۔ دوزخیوں کے لباس تانبے کے ہوں گے۔ (تفسیر انوار البیان: 3/201)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں، جنہیں وہ نہیں چھوڑیں گے: (i) حسب پر فخر (ii) نسب میں طعنہ زنی۔ (iii) ستاروں سے بارش کی طلبی۔ (iv) اور میت پر نوحہ۔'' پھر فرمایا: ''(سنو!) نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کی تو اسے قیامت کے دن گندھک کا قمیص اور کھجلی کا دوپٹا پہنایا جائے گا۔'' (مسلم:2160)

(5) ﴿وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ﴾ ''اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ لے گی'' یعنی آگ مجرموں کے چہروں کو جلا ڈالے گی۔ وہ آگ ان لوگوں کے لیے ہوگی جنہوں نے دنیا میں شرک اور نافرمانی کے کام کیے۔ رب العزت نے فرمایا: تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ﴾ ''ان کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔'' (المومنون:104)

(6) ﴿لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''کاش! جن لوگوں نے کفر کیا وہ جان پائیں جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔'' (الانبیاء:39)

(7) ﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ﴾ ''جس دن انہیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا، چکھو آگ کا چھونا۔'' (القمر:48)

﴿لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾

''تاکہ اللہ تعالیٰ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' (51)

سوال: ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ ملے گا، اس کی وضاحت ﴿لِيَجْزِيَ ... الْحِسَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ﴾ ''تاکہ اللہ تعالیٰ ہر جان کو اس کی کمائی کا بدلہ دے'' یعنی تاکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے اچھے برے اعمال کا بدلہ عدل کے ساتھ دے۔ (2) برے کا برا بدلہ ظلم نہیں ہے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ (3) جو لوگ زندگی میں ظلم اور مکاری کو اپنا کسب بنا لیتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سرکشوں کو ذلیل کرنے کے لئے انہیں عذاب دے گا۔

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سب کے اعمال کو جانتا ہے اس لیے وہ اعمال کے شمار کا محتاج نہیں۔ اس لیے حساب بہت تیزی سے ہوگا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب انسانوں کا پیدا کرنا اور تمہارا دوبارہ اٹھانا ایک ہی نفس جیسا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔" (لقمان:28) جیسے اللہ تعالیٰ ایک ہی وقت میں رزق بھی دیتا ہے اور دوسرے کاموں کی تدبیر بھی کرتا ہے۔ اس کا ایک کام میں مشغول ہونا دوسرے سے غافل نہیں کرتا۔

(6) جب اللہ تعالیٰ کو حساب لیتے دیر نہیں لگتی تو لوگوں کو اس دن سے خوف کھانا چاہئے مگر حالات مخالف ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ "لوگوں کے لیے ان کا حساب قریب آ گیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔" (الانبیاء:1)

(7) اللہ تعالیٰ جزا دینے کے لیے سرعت سے حساب کریں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ "اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ جنہوں نے برائیاں کیں انہیں اس کا بدلہ دے جو انہوں نے عمل کیا اور جن لوگوں نے بھلائی کی انہیں بھلائی کے ساتھ بدلہ دے۔" (النجم:31)

﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ

"یہ انسانوں کے لئے ایک پیغام ہے اور تاکہ وہ اس کے ساتھ ڈرائے جائیں اور تاکہ وہ جان لیں کہ بے شک وہ ایک ہی معبود ہے

اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

اور تاکہ عقل مند نصیحت حاصل کریں" (52)

ع 7 11 19

سوال 1: قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے، اس کی وضاحت ﴿هٰذَا ... الْاَلْبَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ﴾ "یہ انسانوں کے لئے ایک پیغام ہے" یعنی یہ قرآن ساری انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ "اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور انہیں بھی جن تک یہ پہنچے۔" (الانعام:19)

(2) قرآن مجید کا علم حاصل کر کے، اسے زادِ راہ بنا کر فضیلت والے مقام پر پہنچ سکتے ہیں۔

(3) قرآن مجید میں وہ علوم ہیں جن کے بندے محتاج ہیں۔

(4) ﴿وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ﴾ "اور تاکہ وہ اس کے ساتھ ڈرائے جائیں" قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے برے اعمال کے برے انجام سے ڈرایا ہے تاکہ لوگ برائی چھوڑ دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) کیونکہ اس میں برے اعمال اور اس عذاب سے ڈرایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بداعمال لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔

(تفسیر سعدی: 1361/2)

(6)﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ "یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس کی آیات پر غور وفکر کریں اور تاکہ عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔" (ص:29) (7)﴿وَلِيَعْلَمُوْٓا﴾ "اور تاکہ وہ جان لیں" تاکہ وہ دلائل سے جان لیں۔

(8)﴿اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ "کہ بے شک وہ ایک ہی معبود ہے" یعنی وہ ایک ہی معبود ہے۔

(9)﴿وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ "اور تاکہ عقل مند نصیحت حاصل کریں" یعنی عقل کامل کے حامل لوگ اس سے نصیحت پکڑیں، وہ کام کریں جو ان کے لئے فائدہ مند ہے اور وہ کام چھوڑ دیں جو ان کے لئے نقصان دہ ہے۔ ایسا کرنے سے وہ عقل مند اور اصحاب بصیرت بن جائیں گے۔ اس لئے کہ قرآن کے ذریعے سے ان کے معارف اور آراء صائبہ میں اضافہ اور ان کے افکار روشن ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے قرآن کے تازہ افکار حاصل کئے ہیں، قرآن انہیں بلند ترین اخلاق واعمال کی طرف دعوت دیتا ہے اور وہ ان پر قوی ترین، واضح ترین دلائل سے استدلال کرتا ہے۔ ایک ذہین بندہ مومن جب اس قاعدہ کلیہ کو اپنا لائحہ عمل بنا لیتا ہے تو وہ دائمی طور پر ہر قابل ستائش خصلت میں ترقی کی راہوں پر گامزن رہتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 1361/2، 1362)

سوال 2: یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے انسان سے کیا مطالبہ کرتا ہے؟

جواب: (1) یہ عقیدہ صرف ذہنوں تک محدود نہیں۔ (2) یہ عقیدہ انسان کی پوری زندگی کو اپنی لپیٹ میں لیتا ہے۔ (3) یہ عقیدہ انسان سے اسلامی اخلاق کا تقاضا کرتا ہے۔ (4) یہ عقیدہ انسان سے اسلامی اقدار کو اپنانے کا تقاضا کرتا ہے۔ (5) یہ عقیدہ انسان سے پوری زندگی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور غلامی کا تقاضا کرتا ہے۔

اٰيَاتُهَا 99 - 15 - سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ - 54 - رُكُوْعَاتُهَا 6

سوال 1: سورۃ الحجر کہاں نازل ہوئی؟

جواب: سورۃ الحجر مکہ میں نازل ہوئی۔

سوال 2: اس سورت کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اس سورت کی 99 آیات اور چھ رکوع ہیں۔

سوال 3: نزولی ترتیب اور مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: نزولی ترتیب کے اعتبار سے (52) باونویں سورت ہے اور مصحف میں اس کا نمبر 15 ہے۔

سوال 4: سورۃ الحجر کا موضوع کیا ہے؟

جواب: سورۃ الحجر میں عقیدہ توحید، نبوت اور بعث کا ذکر ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾

''الر۔ یہ کتاب الٰہی اور واضح قرآن کی آیات ہیں''(1)

سوال 1: قرآن مجید نہایت آسان ہے، اس کی وضاحت ﴿الٓرٰ ... مُّبِيْنٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿الٓرٰ﴾ اللہ تعالیٰ ہی اس کی مراد کو خوب جانتے ہیں۔

(2) ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ﴾ ''یہ کتاب الٰہی کی آیات ہیں'' رب العزت نے اپنی عظیم کتاب کے بارے میں خبر دی ہے کہ یہ اس کتاب کی آیات ہیں جسے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

(3) ﴿وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور واضح قرآن کی'' اور یہ روشن قرآن ہے۔

(4) قرآن مجید ہر شخص کو با آسانی سمجھ آ جاتا ہے۔ اس میں کوئی الجھن نہیں، یہ زندگی کی کتاب ہے، جنت کا نصاب ہے، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟'' (القمر: 17)

(5) ﴿وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور واضح قرآن کی'' جو بہترین الفاظ اور اپنے مقصد پر قوی ترین دلائل کے ذریعے سے حقائق کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور یہ چیز اس بات کی موجب ہے کہ مخلوق اس کی اطاعت کرے، اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور فرحت و سرور کے ساتھ اس کو قبول کرے۔ (تفسیر سعدی: 2/1362)

(6) صاحب معالم التنزیل اس کا معنی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی قرآن نے حلال و حرام کی تفصیلات خوب واضح کر کے بیان فرمائیں اور حق کو باطل سے جدا کر کے واضح طور پر بیان فرمایا۔ (انوار البیان: 3/203)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ALNOOR-PUBLICATIONS

النّور

النّورؔ پبلیکیشنز